دلگداز

یعنی سنہ ۱۹۰۰ء کے پورے بارہ پرچون کا مکمل مجموعہ

جو باہتمام

مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر رسالۂ مذکور

سنہ ۱۹۰۱ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ سے چھپ کے شائع ہوا

رجسٹری شدہ

مصنفہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

مقدس نازنین - یا پوپ اگنس - بالکل نیا - اچھوتا اور انتہا سے زیادہ دلکش ناول پرانی مسیحیت و رہبانیت و علم و فضل ایک حسین مسیحیہ عورت کا پوپ منتخب ہو جانا - اور آخر مسلمانون کی تدبیر سے نجات پانا قیمت - عہ

ایام عرب دو جلد جاہلیت عرب کے دلچسپ جنگ خیز اور سراپا عبرت واقعات - اس سادی زمین کی سرگذشت جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی - عرب حسن و عشق کی جیتی جاگتی تصویرین - قیمت - ہر دو جلد عگ

فردوس برین - عجب پرلطف اور حیرت مین ڈال دینے والے اسرار جیتے جی فردوس برین کی سیر - فرقہ باطنیہ و اسماعیلیہ کی سچی تاریخ - کوہستان طالقان کی باطنی سلطنت فلسفہ الٰہی کے نازک مباحث حقیقی بے نفسی اور کیادی کی ریا کاری مین نمایان امتیاز - نہایت دلچسپ و عبرت انگیز قیمت - عہ

فلورا فلورنڈا - نہایت دلکش اور دل پر اثر کرنے والا ناول - اسپین کے عیسائیون کا مجنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت کی معدلت پروری - عہ

ملک العزیز ورجنا صلیبی لڑائیان - اسلامی جوش سلطان صلاح الدین اور رچرڈ شیر دل اس کے ساتھ حسن و عشق - قصہ نہین جیتی جاگتی تصویرین - عہ

حسن انجلینا - روم و روس کی لڑائیان ایرانیون کا جوش دین - اور آخر مین نااتفاقی کے نتائج - عہ

منصور موہنا - خالص مذہبی جوش نسوانی غیرت محمود غزنوی کے حملے - اور ہندو مسلمانون کے ابتدائی تعلقات - عہ

شہید وفا - حسرت بھری داستان - اندلس کی اسلامی حکومت کا آخری دور - عشق و دیانت مظلومی و وفاداری - عہ

درگیش نندنی - ایک بنگالی دلچسپ ناول کا ترجمہ - عہ

دلکش ہر دو حصہ - وہ دلچسپ ناول جو بغیر ختم ہوئے ہاتھ سے نہین چھوٹ سکتا - ۱۴

دلچسپ ہر دو حصہ - لائق مصنف کی سب سے پہلی تصنیف ہندوستانی معاشرت - خاندانی جھگڑے - ۱۴

بدر النسا کی مصیبت - جو ترمیم و اصلاح کے بعد از سر نو چھاپی گئی ہے - نہایت پر لطف اور پر عبرت - ۶

ملکہ زنوبیہ - حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک حسین شاہزادی کے حالات زندگی - ۳

حسن بن صباح شیخ الجبال بانی فرقہ باطنیہ اور حشیشین کے کارنامے - اس مذہب اور اس کی سلطنت و سطوت کی دلچسپ تاریخ - لوگون کو ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے - ۶

اسلامی سوانح عمری - چند مستند و مشہور علمائے اسلام کے تاریخی حالات - ۸

لارڈ بیکن - فلسفہ کے نامور مجدد اور یورپ کی موجودہ ترقیون کے بانی مبانی کی سوانح عمری - ۱۲

تاریخ بغداد - دارالخلافت بغداد کے عروج و زوال کا مختصر اور سچا حال - ۶

افسانہ قیس - مجنون عامری کی سوانح عمری از ابتدائے عشق لیلیٰ تا مرگ - ۳

جلد دلگداز - سنہ ۱۸۸۸ء - عگ
جلد دلگداز - سنہ ۱۸۹۰ء - عگ
جلد دلگداز - سنہ ۱۸۹۱ء - ۶
جلد دلگداز - سنہ ۱۸۹۳ء - عہ
جلد دلگداز - سنہ ۱۸۹۸ء - عگ
جلد دلگداز - سنہ ۱۹ء - ۴

(مسٹر رنیالڈز کے دلچسپ ناولون کے ترجمے)

حرم سرا کا دل - لوز آف دی حرم کا ترجمہ - ترکون کی شان و شوکت کا زمانہ اور حرم سرا کی عشق بازیان دو جلد - سے

رازو نیاز - کینین بری ہوس کا ترجمہ - رنیالڈز کے اس دلچسپ ناول کا ترجمہ جس مین انگلستان کی عمر بھر کنواری بنی رہنے والی ملکہ الزبتھ (ورجن کوئین) کے پوشیدہ راز کھولے گئے ہین - اور دکھایا گیا ہے کہ وہ اصل مین کیا تھی اور کیا بتائی جاتی ہے دو حصہ - عگ

دھوکا یا طلسمی فانوس - رنیالڈز کا ناول اور مسلم الثبوت زبان دان و بذلہ سنج منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ کا ترجمہ - اس سے زیادہ اور کیا ثبوت اس ناول کی دلچسپی کا ہو سکتا ہے - عگ

المشتہر

منیجر دلگداز - لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

بے شک اور بے شک! آفرین ہے اُسے جس کا یہ قول ہے! دو رغد زمت کرے اُس پر جس نے ایسی بے بہا نصیحت کی! کیسی ہی مصیبت مین مبتلا ہون یہ مصرع خیال مین آیا اور جیسے کسی نے زخم جگر پر پھایا رکھ دیا کیسی ہی مایوسی و نا اُمیدی ہو۔ اس قول کو سنا اور ایک آس بندھ گئی۔ اور گویا صدہا آرزوئین دل مین پیدا ہوگئین۔ اگر افلاس کی مصیبت ہے تو دولت و اقبال کا سمان پیش نظر ہوگیا۔ اگر دوستون کے مرنے کا غم ہے تو گویا خود انکی روحین سامنے آکے تسلیان دے رہی ہین۔ اگر فراق جانان کا الم ہے تو عالم خیال ہی مین سہی مگر عشرت کدۂ جانان مین پہونچ گئے۔ اور اگر غریب الوطنی ستا رہی ہے تو صبح وطن کو خواب مین دیکھ رہے ہین۔ الغرض یہ وہ فرحت بخش باغ ہے جس مین ہر دردمند آکے اپنا دل بہلاتا ہے۔ اور وہ چشمہ ہے جس سے ہر پیاسا سیراب ہوتا ہے۔

وہ امیدوار جو ہر دروازے سے مایوس پلٹتا ہے۔ ہر طرف سے ناکامیونکی مہیب صورتین دیکھتا ہے۔ بال بچون اور متعلقین کی مصیبت پر حیران ہے اور اپنی زندگی سے عاجز۔ ہر تدبیر مین ناکامیاب ہوچکا ہے۔ ہر امید کو خاک مین ملا چکا ہے۔ محرومی قسمت پر پچتاتے پچتاتے جب کبھی اس مصرع کو خیال کرتا ہے تو فوراً دل مین ایک اُمید کا چراغ روشن ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی کوشش کے پاؤن مین غیر معمولی اور معجز نما طاقت آجاتی ہے۔ ہمت باندھ کے اُٹھتا ہے۔ نئی ہمت اور نئے جوش کے ساتھ تگ و دو کرتا ہے اور آخر کامیاب ہوتا ہے۔

وہ زمانے کا ستایا ہوا جس کے دلی اور جانی دوست اُس کے دل کو نہ بھولنے والی چوٹ دے کے موت کی نیند سوئے اور کفن پہن کے آغوش لحد مین لیٹے ہین۔ جانتا ہے

کہ یہ ہمیشہ کے لیے دغا دے گئے طبیب کی دوا، ملّا کے تعویذ، ماں باپ کی دُعا، بچون کی زار ونالی اور بیوہ کی مایوسانہ آہ وزاری الغرض کوئی چیز چاہے کیسی ہی موثر ہو انھین اٹھا سکے نہین اٹھا سکتی حشر مین بھی اُٹھنے کی اُمید ہے تو موہوم اسلیے کہ قیامت ادا محشر خرام بیسیون دفعہ ان کی خوابگاہ پر آئے اور صدہا ٹھوکرین لگا کے چلے گئے مگر اُٹھنا کیسا انھون نے کروٹ بھی نہ لی لیکن باوجود ان تمام باتون اور ہر طرح کی نا امیدیون کے جب وہ دل مین کہتا ہے کہ یہ تو دُنیا مین روز ہی ہوتا رہتا ہے۔ زمانے نے کسکا ساتھ دیا اور کون کس کا ہوا ہے ۔۔ مگر خیر "زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز" فوراً ایک تسکین سی ہو جاتی ہے اور وہ سوگوار دنیا مین پھر ایسی اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے جیسی کہ پہلے بسر کرتا تھا۔

ہجران نصیبون اور یار کی بیوفائیون پر آہ کرنے والون کی بیقراری کچھ ان لوگون سے بھی بڑھی معلوم ہوتی ہے اصل مین چاہے کچھ ہو مگر بظاہر یہ سب سے زیادہ حیران و پریشان نظر آتے ہین۔ ایک نہین سیکڑون وعدے ہوئے اور ایک بھی پورا نہ ہونے کو آیا موجودہ زمانے اور مغربی تہذیب نے پنکچولٹی (پابندی اوقات) کا سبق ایک حد تک سب ہی کو دیدیا۔ مگر اس سے نہ فائدہ اُٹھایا تو ہمارے مشرقی دلرباؤن اور ایشیائی معشوقون نے وہ آج بھی ویسے ہی عہدہ فراموش ہین جیسے سو دو سو برس پہلے تھے ایک معمولی ناز بھری "نہین" اور ایک پُر ادا "ہُنہ" پر اگر ساری دنیا قربان ہو جائے تو انھین پروا نہین عنفوان شباب کی خود پرستی انھین اس بات کی اجازت ہی نہین دیتی کہ کسی اسیر زلف گرہ گیر کے نالۂ شبگیر پر جھوٹون بھی ترس کھائین یہ حسرت اور درد مند دل پیسی ہوئی مہندی ہین کہ ہاتھ رنگے اور مل کے پھینکدی مشتاقون کے پُر آرزو اور شوق مین بھرے ہوئے ہاتھ باسی ہار ہین کہ گلے سے اُتارے اور کوڑے مین ڈالدیے۔ ایسے بے وفا ستم شعارون کے ظلم اگرچہ کسی طرح برداشت کرنے کے قابل نہین مگر ایک عاقبت اندیش عاشق ایک فلک دوز آہ کے ساتھ کہتا ہے "کیا مضائقہ ہے ؎ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز" اور پھر پہلے سے زیادہ ذوق وشوق کے ساتھ پہلے سے زیادہ عشقبازی پر آمادہ ہوتا ہے۔

انھین دل شکستہ لوگون کی جماعت مین وہ حرمان نصیب ہے جسے زمانے نے خانمان برباد بنا دیا وطن سے دور احباب سے جدا عزیزون سے بچھڑا ادر یار دلربا کی یاد دل مین لیے ایک وحشتناک وادی مین تنہا بیٹھا ہے۔ جن جان نثار احباب سے چھوٹا ہے اُنکی پیاری

صورتیں دل میں اور جنگل کا ہولناک سمان آنکھوں کے سامنے ہے۔ یاران وطن میں سے ایک ایک کی صورت خیال کی آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ مگر جب اُس سے دل بہلانے یا اُسکی صحبت سے لطف اُٹھانے کا ارادہ کرتا ہے تو یار بے وفا کی طرح بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ ایک طرف سے کسی کے چھڑوں کی جھنکار یا دست شوق کی گستاخیوں سے چوڑیاں ٹوٹنے پر کسی کے سسکیاں بھرنے کی آواز کانوں میں آتی ہے۔ چونک کے دیکھتا ہے کہ خواب دیکھ رہا ہوں یا بیدار ہوں۔ مگر آخر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قسمت کہاں؟ بخت خفتہ کو بیداری کہیں نصیب ہوئی ہے؟ نہ دلربا ناز آفرین کا پتہ ہے نہ یار دلدار کا۔ صرف خیال کی کارستانیاں تھیں۔ اور آرزو سے دل کی وہی تصویر۔ بس وہی جنگل ہے اور وہی بیابان۔ نہ مونس ہے نہ رفیق۔ نہ انیس ہے نہ حبیب۔ بلکہ ان دھوکا دینے والی خیالی صورتوں کے عوض شام ہوتے دیکھ کے غول بیابان نے تھکا تھکا کے مار لینے کے لیے اپنی مشعل روشن کی ہے۔ اور اُن موہوم دلفریب آوازوں کے بدلے وحشی درندوں نے پکارنا شروع کیا ہے۔ لومڑی چوری کو نکلی ہے۔ گیدڑ نے پہرہ دینا شروع کیا ہے۔ بھیڑیا رہزنی پر آمادہ ہوا ہے۔ اور مستین شیر اپنی غیر آباد مملکت میں دورہ کرنے کو نکلا ہے۔ یہ وہ سامان ہیں جو اِس بدنصیب آوارہ گرد کو سہما سہما کے زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں۔ لیکن آخر جب کسی طرف سے اُمید کی صورت نہیں نظر آتی تو وہ کچھ برخاستہ خاطر سا ہو کے اپنے دل سے کہتا ہے "اچھا یونہیں سہی۔ تقدیر دشمنی کر رہی ہے تو کرے۔ مگر اے دل تجھے ہمت نہ ہارنا چاہیے۔ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز" فوراً ہی ایک تسلی کی روشنی نمایاں ہوتی ہے وہی پُر وحشت دل جو ابھی سہما ہوا تھا کچھ مانوس سا نظر آتا ہے۔ وہ پاؤں جن میں طاقت نہیں رہی تھی۔ اور جو آگے کا ساتھ دینے کی گویا قسم کھا چکے تھے اُن میں از سر نو طاقت آجاتی ہے جس کے بل پر ہمارا مصیبت زدہ مسافر اُٹھ کے چلا۔ اور آخر تھوڑی جستجو میں کوئی آرام کی جگہ اور امن و امان کی منزل ڈھونڈھ ہی نکالی۔ جہاں اطمینان و آرام سے رات کاٹ رہا ہے۔ کچھ ایک اسی حالت پر منحصر نہیں۔ اگر اس مبتلائے غم دشت نورد کا ساتھ دو گے تو تمھیں نظر آئے گا کہ یہ ایک مصرع جیسے ہول دل کا تعویذ یا بلاؤں کے دفع کرنے کی دعا کہا جائے تو زیبا ہے کیسے کیسے نازک موقعوں اور حوصلہ پست کرنے والی آفتوں کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتا ہے۔ پاشکستگی کے محل پر اسی نے چلنے کی طاقت دی تشنہ لبی کے وقت اسی نے

سراب کے دھوکے سے بچا کے اتنا صبر عطا کیا کہ پانی ملنے کے وقت تک زندہ رہ سکا۔

اگر سچ پوچھیے تو دلگداز کی بھی یہی حالت ہے۔ قوم کا یہ پرجوش خادم ملکی زبان کا یہ بہی خواہ حامی کئی دفعہ معرض فنا میں آ کے اگر پھر سنبھل سکا تو اسی تسکین دہ مصرع کی برکت سے۔ پہلے پہل جب ۱۸۹۱ء میں یہ قضا کا تھپیڑا کھا کے گرا ہے تو بہت برا اگر اتھا۔ مگر باوجود بے مہری زمانہ کے پھر زمانے کا ساتھ دینے کی ہمت کی۔ اور ۱۸۹۳ء میں از سر نو جاری ہوا۔ سال پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ باد مخالف کا پھر ایک جھونکا چلا۔ اور اسنے اس شمع انجمن کی حسرت ناک صورت دکھا دی جسکے گل ہوتے ہی صحبت احباب برہم ہو گئی ہو۔ ایک مدت کے بعد ۱۸۹۵ء میں یہ قومی چراغ پھر روشن ہوا۔ آزردہ اور مایوسی آمیز تاریکی دور ہوئی۔ اور بچھڑے ہوے احباب پرجوش قدردانوں اور یاران باصفا کی پھر صورتیں نظر آئیں۔ وہی قومی انجمن پھر گرم ہوئی۔ اور وہی اگلی پراثر داستانیں وہی قومی کارناموں کی پرمذاق باتیں اور وہی لطف سخن کی دلچسپیاں پھر محظوظ و مسرور کر رہی تھیں۔ جس بچہ کی زندگی کی زیادہ تمنا ہوتی ہے اسے کسی اور کی گود میں دے دیتے ہیں۔ یا کسی غیر کا بچہ بنا کے پالتے ہیں۔ اسی طرح اس اشاعت میں یہ بھی اہتمام کیا گیا کہ یہ قومی نونہال بچہ سنہ عیسوی کی گود سے نکال کے ایک نئے سنہ یعنی سنہ محمدی کی گود میں دے دیا گیا۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ زمانہ ویسا ہی ستمگر تھا۔ ایڈیٹر کے سفر اور مختلف افکار نے آخر پھر وہی روز بد دکھایا کہ سال پورا ہونے کو ہنوز ایک مہینہ باقی تھا اور لب بام کو دو ہی چار ہاتھ رہ گئے تھے کہ آفات زمانہ کی ایک آندھی آئی۔ یہ قومی شمع پھر گل تھی۔ اور یہ ہونہار بچہ حسب سابق خاموش۔ جس کے بعد اب پھر اسی معمولی آب و تاب کے ساتھ یہ چراغ از سر نو روشن کیا جاتا ہے۔ اور امید ہے کہ ہمارے قدردان احباب اکساتے اور انقلابات زمانہ کی تیز آندھیوں کے بے مہر جھونکوں سے بچاتے رہیں گے۔

دلگداز نے باوجود اتنے انقلابات اور ایسی ایسی ناکامیوں کے جو پھر زندگی حاصل کی۔ اور ہر صدمہ کے بعد ایک نئی شان اور نئی آن بان سے نمودار ہوا تو اس کا اصلی سبب یہی تھا کہ ہمیشہ یہی مذکورہ مصرع "زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز" پیش عمل رہا۔ زمانے کا جو سلوک تھا وہ تو اس چراغ کے بجھ بجھ کے روشن ہونے یا یوں کہا جائے کہ اس پرچہ کے بند ہو ہو کے جاری ہونے سے ظاہر ہے۔ مگر اسکو جو یہ مضبوطی اور سخت جانی نصیب ہوئی کہ ہر تھپیڑے سے گر کے اٹھا۔ ہر ٹھوکر پر لڑکھڑا کے سنبھلا۔ اور ہر نامساعدت زمانہ سے فنا کا منہ دیکھ کے زندہ رہا۔ یہ اسی قابل قدر اور دل میں ہمت و اولوالعزمی پیدا کرنے والے دستور العمل کی

برکت تھی ۔ جو پیشانی پر اپنی کارروائیون کا اتو بنا کے لکھی گئی ہے ۔ بے شک زمانہ چاہیے
ہمارے ساتھ کچھ کرے مگر ہم اُس کا ساتھ دیے جائین گے ۔ اور اے اہل قوم ہماری طرح
تم سے بھی یہی امید ہے کہ زمانے کا ساتھ دینے مین پوری مستعدی دکھاؤ گے اسلیے
کہ اسی مین تمہاری بھی فلاح ہے ۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک زمانے کا ساتھ نہ دو گے
کامیاب نہ ہو گے ۔

دلگداز اور اُنّیسوین صدی

صاحبو ۔ دلگداز ہماری اور آپ کی آرزوؤن کے مطابق پھر جاری ہوتا ہے نیا سال
جن نئی امیدون کو بر لاتا ہے اِن مین سب سے بڑی اور پُر لطف تمنا یہی ہے ۔ آپ کو شکایت
ہے کہ اس نے پھر چند روزہ غیبت کیون اختیار کر لی تھی ۔ اور کیا سبب تھا کہ ہمارے
اِس بے محل سکوت نے احباب کی صحبت اور قومی دُنیا مین ایک بدمزگی اور بے لطفی
پیدا کر دی ۔ مگر نہین آپ غور کرین گے تو معلوم ہو جائے گا ۔ کہ یہ سکوت بے موقع و بیجا
نہ تھا ۔ دو سال سے ہر طرف سے یہی آواز آ رہی تھی کہ دُنیا فنا ہونے والی ہے ۔ اور
عالم ارض کی عمر پوری ہو چکی ۔ ہر شخص اپنے انجام پر نظر کر رہا تھا ۔ جدھر نظر اُٹھایئے نفسی نفسی
کی ہاہا ہی ہو رہی تھی ۔ جسے دیکھیے کفن پہننے کا سامان کر رہا تھا ۔ اور منتظر تھا کہ کب وہ معینہ
ساعت آتی ہے اور کب اِن دنیاوی بکھیڑون سے نجات ملتی ہے ۔ ایسی حالت مین اگر
دلگداز نے مسلم الثبوت روحانی مسئلہ موتوا قبل اَن تموتوا پر عمل کر کے دکھا دیا تو
کیا بُرا کیا ۔ اسے نظر آیا کہ اب یہ تھوڑے سے دنون کی زندگی جو انتہا سے زیادہ بے لطفی
مین اور لوگون کی نفسی نفسی کا تماشا دیکھنے مین گذرے گی ۔ جبکہ نہ قدردانی ہو گی نہ پوچھ
نہ کچھ کہنے مین مزہ آئے گا نہ کچھ سننے مین ۔ اُس سے مر جانا اور مُردون کی طرح کنج عدم مین
لیٹ جانا ہی اچھا ۔

مگر افسوس کہ قیامت کو نہ آنا تھا نہ آئی ۔ اور یہ ہماری چند روزہ موت بیکار گئی
لیکن آپ تو جانتے ہین کہ عالم سخن اور شعر آفرینون یا حُسن پرستون کی دُنیا مین جب ...

مرنا آسان ہے اُسی قدر جینا! اگر کسی کی ایک ادنے جنبش نگاہ اور مستانہ آنکھوں کے اشارے
سے مرتے ہیں تو اُسی کی ٹھوکر سے جی بھی اُٹھتے ہیں - اور بخصوص جب آپکی دعاؤں اور
تمناؤں کا سہارا ہو تو پھر کون مشکل ہے - جس طرح مُردہ اُمیدیں کسی حسرت نصیب دل میں
جی اُٹھتی ہیں نیم دلگداز بھی جی اُٹھا - اور جس طرح مدتوں کی حسرتیں زمانہ موافق پاتے ہی یک
آن واحد میں نکل آتی ہیں یہ بھی نکلا -

اور واقعی ان دنوں اس کی اشاعت کی ضرورت بھی تھی - ایک طرف تو آپ کے
ذوق وشوق میں پورا جوش پیدا ہو گیا ہے - اور آپ اس کے استقبال کے لیے ہمہ تن تیار
ہیں دوسری طرف زمانہ ایک بہت بڑا پلٹا کھانے والا ہے انیسوین صدی رخصت ہوتی
ہے - اور خدا جانے کیا کچھ کر کے جاتی ہے - اس کا رخصت ہونا کوئی معمولی چیز نہیں لہذا
دلگداز کا فرض ہے کہ جس طرح بنے مستعدی سے اُٹھے - ایک بہت بڑے تغیر عالم اور
انقلاب زمانہ پر نظر ڈالے - اور اس آخری صدی کو جو دنیا کو خدا جانے کیا سے کیا
کر کے جاتی ہے - اُسی کی شان کے مناسب اہتمام سے رخصت کرے -

جس طرح کسی مرنے والے کی برائی کرنا معیوب ہے اسی طرح کسی جان بلب کے
سامنے دفتر شکایت کھولنا بھی نامناسب ہے - اس کا تو ہمیں اس موقع پر نام بھی نہ لینا چاہیے
کہ اس صدی نے ہمارے ساتھ کوئی برائی کی - دراصل ہم اس کے آخر عمر کے ساتھی تھے لہذا
جس طرح بزرگوں کی ڈانٹ ڈپٹ شکریہ کی مستحق ہوتی ہے اسی طرح اسکی کج ادائیوں اور
ناگوار سلوکوں کو بھی کسی نیک نیتی اور مصلحت ہی پر محمول کرنا چاہیے عام معاملات میں ذاتیات
کو دخل دینا اچھا نہیں - لہذا جبکہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس نے عام لوگوں اور ساری
دُنیا کے ساتھ کیا کیا اُسوقت اپنے ذاتی اغراض کو پیش کرنا ہماری حمیت و متانت کے خلاف ہے
لیکن ایک ہمارے زبان رُک لینے سے کیا ہوتا ہے؟ اس جان بلب صدی نے
تھوڑے انقلابات نہیں کیے کہ دنیا والے بغیر شکایت کیے اسے رخصت کر دیں - کہنہ
عمارتوں - منہدم کھنڈروں - پُرانی درہم و برہم بستیوں - اور خاصۃً ہمارے ملک کے
بوڑھوں اور پرانے مذاق والوں میں اس صدی کی جان کو رونے والے بہت ملیں گے -
آخر یہ اُسی کلجگ کی بیٹی ہے جسے عوام اُٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں کوسا کرتے ہیں - یورپ کا
اقبال اس نے بے شک چمکا دیا - اور ایسی ایسی معجز نمائیوں کے سامان اس ٹھنڈی مٹی سے

ظاہر کرا دیے کہ ساری دنیا متحیر ہے - مگر ایشیا و افریقہ والوں کے ساتھ تو جیسا سلوک اس
صدی نے کیا شاید دنیا کی پوری عمر میں کسی زمانے اور کسی دور نے نہ کیا ہوگا - اور یورپ
پر بھی اس نے احسان کیا تو کیا ؟ علمی ترقیوں سے قطع نظر کر لیجیے تو اُسکی ستم شعاری ظلم پسندی
کی شانیں وہاں بھی کم نہیں نظر آویں گی - اسکی جلادی کی خونریز تلوار اُس مغربی فضا میں جو اکثر کہر سے
وغیرہ کا لباس پہنے رہتی ہے بار ہا چمکی - سلطنتوں اور تمدنی قوتوں کا باہمی حسد روز بروز
ترقی ہی پر رہا - وہ مشہور میدان جن میں نپولین کے گھوڑے کی ٹاپوں سے گرد اڑی آج
بھی شاید بست سے مظلوم شہیدوں اور بے گور و کفن لاشوں کی ہڈیاں پیش کریں گے
جنکو مسیحی دنیا اپنے قدیم ولیوں کی ہڈیوں کی طرح متبرک سمجھ سکے یا چاہے نہ اُٹھائے اور اُنکی
کے خزانہ تبرکات میں نہ جگہ دے مگر ایک حامی وطن اور انسانی ہمدردی سے متاثر ہونے
والے کی نظر میں وہ دنیا کے تمام تبرکات سے زیادہ قابل قدر ہیں -

واٹرلو اور ٹریفلگر کے قیامت زا میدانوں میں جن بہادروں اور جان بازوں نے
جام فنا پیا ان کی ناموری کی مدتیں جتنی زیادہ چمکتی جائیں گی اُتنے ہی وہ خون کے دھبے
بھی زیادہ اُبھرتے آئیں گے جو اس صدی کے دامن پر لگے ہیں - وہ قومی شہدا جو سباسٹیپول
اور آخری جنگ روم و روس کے معرکوں میں خونین کفن پہنے ہوئے آغوش زمین میں لیٹ
گئے اُن کی قبروں پر ہمارے ضعیف الاعتقاد چاہے چراغ جلانے اور پھول کی چادر چڑھانے
نہ جائیں مگر اُن کے کارنامے ہمیشہ یادگار رہیں گے - اور زمانے کو آخر تک مجبور کرتے
رہیں گے کہ اُن کے آگے سب سے زیادہ سر جھکائے - واقعی یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ اُن کے
ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا -

سنہ ۵۷ء کے غدر کی مصیبت اگرچہ ایشیا کے سر پڑی تھی مگر اُس سے بھی یورپ کو اتنا
ہی تعلق تھا جتنا کہ کسی خاص اپنی سرزمین کے ہنگامے سے ہوتا - جو منحوس تلوار صرف
چند خیالی غلط فہمیوں یا ناتجربہ کاری کی حکمت عملی سے اُن دنوں چلی اُس نے بھی دنیا اور
خاصتہ ہندوستان اور انگلینڈ کو کسی معمولی مصیبت میں نہیں مبتلا کیا - اسی ذیل میں جنگ
ڈینمارک کے اُس خون بار طوفان کو بھی دیکھنا چاہیے جو فرانس و جرمن میں ایک زمانے تک
قائم رہا تھا - جن جان بازوں نے زمانے کے اس ظلم پر اپنی جانیں قربان کیں وہ بھی ایسے
تھے کہ بعد والے اُن کے کارناموں کو ہمیشہ سرمایۂ افتخار قرار دیں گے - ان سب سے قطع نظر کر کے

اب اِس آخری ہنگامے ہی کو دیکھو جو افریقہ میں قائم ہے۔ اور انگلستان کی سی امن پسند اور صلح جو سلطنت کے سامنے روز نئی دشواریاں پیش کر رہا ہے۔ جس پُر جوش اولوالعزمی سے اِن جنوبی میدانوں میں بھی دونوں حریف اپنی عزیز جانیں ملکی آزادی اور قومی عزت کی نذر کر رہے ہیں کچھ تھوڑی قدر دانی کی مستحق نہیں ہے۔

یہ واقعات یہ کارنامے یہ فساد اور ہنگامے ہیں جو اِس جان سب صدی کے ہاتھوں اِس کے جور و ستم۔ اِسکی ستمگریوں۔ اور اِسکی فتنہ پردازیوں سے روز بروز ظاہر ہوتے رہے۔ اگرچہ اِس قرن اِس حصہ زمانہ کی ستم شعاریوں اور جفاکاریوں کی یہ ایک نہایت ہی مجمل فہرست ہے۔ صدہا اور بھی ایسے واقعات ملیں گے جنھوں نے معزز و پُرجوش قوموں کے قابل قدر فرزندوں اور دنیا کی چہیتی اولاد کو جو بڑے نازوں اور خدا جانے کن کن آرزوؤں اور تمناؤں سے پلی تھی۔ انتہا سے زیادہ بے رحمی و قساوت کے ساتھ خون میں نہلا نہلا کے خاک پر لٹایا۔ ذرا خیال کو وسعت دو۔ نظر کو محدود دائرے سے نکال کے دور تک لے جاؤ تو عجب عجب حسرت ناک سین نظر آئیں گے۔ صدہا گھر بے چراغ۔ ہزارہا خاندان بے والی و وارث۔ بہت سی نوعمر لڑکیاں بیوہ۔ اور خدا جانے کتنے بچے یتیم ہو گئے ہونگے کہیں بیٹیا باپ کی شریفانہ شہادت پر۔ کہیں باپ بیٹے کی نوعمری کی موت پر کہیں بھائی بھائی سے چھٹنے پر۔ کہیں نند بھاوج کی دل خون کرنے والی بیوگی پر۔ اور کہیں دیکھو کے کر سارا خاندان کسی ہر دلعزیز دوست پر رو رو کے خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ اور ہر طرف ماتم کدے آباد ہیں۔

یہ پُرسوز و گداز سینے۔ یہ حسرت بھرے دل۔ یہ خون بار آنکھیں اور ایسے آتش درون کی لپک سے جھلسنے والے ہونٹھ ہیں جن کا صدا اِس صدی کی جان پر پڑے گا۔ یعنی صورت یہ ہیں کیونکر ممکن ہے کہ زبان شکایت سے آشنا نہو۔ اور ہم اُسی صبر و شکر۔ اُسی ضبط و متانت اور اُسی رضا و تسلیم سے اِسے رخصت کریں جس طرح کہ اپنے کسی ہمدرد عزیز اور عزیز دوست کو رخصت کیا کرتے ہیں۔ لیکن ہاں ایک صورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ستم زدہ دلوں کے بہلانے۔ اور پُر درد سینوں میں کینہ و عداوت کی جو آگ بھڑک رہی ہے اُس کے دبانے کے لیے ہم حسرت ناک واقعات کو چھوڑ کے اُن امور کا تذکرہ شروع کریں جن کے خاص یہ صدی شکر یہ کی مستحق ہے۔ اِس طریقے سے قطع نظر اسکے کہ اِس عادل کی رخصت

کے لیے ہم ایک اچھا جلوس تیار کر لین اُسکے طرز عمل پر بہت عمدہ اور صحیح ریویو ہی سے سکینگے

سچ تو یون ہے کہ بلحاظ دنیاوی ترقیون کے جیسی یہ صدی تھی ویسا کوئی زمانہ آج تک انسان کو نہین نصیب ہوا حکمرانی اور تاجداری کے انقلابات کو دم بھر کے لیے چھوڑ دیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان سو سال مین دنیا کسقدر آگے بڑھ آئی - اگر الیگری* کی زبان اختیار کی جاے تو یون کہنا چاہیے کہ تہذیب و تمدن ایک ناپیدا کنار اور لا متناہی سڑک ہے جس پر دنیا کسی تھکنے والے رہ نورد کی طرح برابر قدم مارتی چلی جاتی ہے - اور زمانہ وہ رہبر یا ساربان ہے جو جیسے جاتا ہو منزل مقصود کا تو آج تک پتہ نہ لگا - بلکہ یہ شبہ ہے کہ کہین ہے بھی یا نہین - مگر ہان ایک عجب دلچسپی کے ساتھ یہ سفر طے ہو رہا ہے - اور جب مسافت جلد جلد طے ہونے لگتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ دنیا کو اپنے اغراض مین زیادہ کامیابی ہوئی - اگر اس حیثیت سے دیکھا جاے تو اس صدی سے بہتر زیادہ تیز رو - اور زیادہ سفر کرانے والا - کوئی رہبر آج تک دنیا کو نہین نصیب ہوا تھا - چند روز مین ترقی کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ جتنا سفر شاید دنیا نے اپنی پوری عمر مین نہ طے کیا ہوگا ان سو سال مین پورا کر لیا - اگلی صدیان اس واقف کار ساربان کی حیثیت رکھتی تھین جو قافلے کے سب سے اگلے اونٹ کی مہار ہاتھ مین لیے ہو - اور موجودہ صدی خود اپنی ہی ایجادون کے لحاظ سے اس یکتاے روزگار انجن ڈرائیور کی شان رکھتی ہے جو اپنی ٹرین کو فی گھنٹہ ساٹھ میل سے بھی زیادہ کی مسافت طے کرا لے جاے -

آج ہم ایک دوسرے کو ایک گھڑی مین اپنے حالات سے مطلع کر سکتے ہین جس صبح وطن کی یاد مین کبھی برسون ایڑیان رگڑا کرتے تھے اُسے گھڑیون مین دیکھ سکتے ہین - جن عزیزون اور دوستون کی صورت دیکھنے کو مدتون ترسا کرتے تھے اُن سے چند گھنٹون مین جا کے مل سکتے ہین - ممالک کے باہمی رشتہ قائم ہو گئے - قومی اعضا جدا جدا بکھرے پڑے تھے اب اس طرح مجتمع ہوئے جڑ گئے ہین کہ گھڑی گھڑی ایک کی دوسرے کو خبر ہوتی رہتی ہے - انسانی اخوت کا جوش و خروش کبھی اتنا نہین نظر آسکا تھا جتنا کہ اب نظر آتا ہے -

آج یہ اسی انیسوین صدی کی برکت ہے کہ مشرق کے قحط زدون کو مغرب والون سے

---

* ہم جن قصون اور مضامین مین بعض اوصاف اور خیالی چیزون کو مشخص کر کے اُسی طرح بیان کرتے ہین جس طرح کہ کسی انسان کا حال کرتے ہون اُن قصون اور مضامین کو انگریزی مین الیگری کہتے ہین انشا پردازی کی یہ ایک خاص اور نہایت دلچسپ شاخ ہے اُردو مین مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی کتاب نیرنگ خیال اس قسم کے مضامین کا مکمل نمونہ ہے -

مد دلتی ہے - اور مغرب والون کی ہمدردی مین مشرق سے چندہ جاتا ہے -

امام غزالی اپنے حلقۂ درس مین ایک مغربی افریقہ کے طالب علم کو دیکھ کے بہت متعجب ہوئے تھے - اور اُس زمانے کے لحاظ سے واقعی یہ تھوڑی حیرت کی بات نہ تھی - اگرچہ اسلام نے اپنی ترقی کے دور مین بھی بہت سے راستے کھول دیے تھے - اگر اندلس مین دمشق و بغداد سے لے کے سمرقند ہو تک کے سپاہی تھے - تو ہندوستان مین غرناطہ و قرطبہ کے سیاح - مگر یہ بات کہان تھی کہ ادنے ادنے سی ضرورتون پر چین کی فوجین امریکہ و افریقہ مین و انگلستان کے رسالے جزائر چین مین جا پہونچین ؟ یہ اسی آخری دور اور اسی انیسوین صدی کی برکت ہے کہ انسان دنیا کے ہر کونے مین پہونچ گیا - اور سارے سمندر کھنگال ڈالے - کوئی افریقہ کے ناپیدا کنار ریگزار اور جلتی بھوبل کو ناپتا چلا جاتا ہے - اور کوئی قطب شمالی کی برف پر جا رہا ہے - کہ وہان کے عجیب و غریب منظر کا تماشا دیکھے -

اس صدی کے دونون رخ ہم نے دکھا دیے - جن کے ملاحظے کے بعد صحیح طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا یہ دنیا والون کے حق مین خدا کا غضب تھی یا اس کی رحمت - اگر تعصب کو چھوڑ دیجیے اور اپنے ذاتی صدمات و مصائب کو گھڑی بھر کے لیے بھول جائیے تو بے شک تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کا یہ آخری دور رحمت ہی رحمت تھا - جن خونریزیون اور قتل و خون کے حالات کو ہم اوپر بیان کر آئے کم و بیش ہر زمانے مین اور ہر صدی کے ہاتھون ظاہر ہوئے - ملک گیری و فتحمندی کے جھگڑے - انسانی خود غرضی کے نمونے اپنی ایک محض خیالی عزت پر پوری قومون کو قربان کر دینے - اپنے حقیر و ذلیل منافع پر دنیا کے بڑے بڑے آباد ملکون کے تباہ کر دینے کا سلسلہ ہمیشہ رہا اور یقین ہے کہ ہمیشہ رہے گا - اتنے دنون کے تجربے نے ہمین یقین دلا دیا ہے کہ انسان اور حیثیتون سے چاہے کتنا ہی جہذب ہو جائے مگر اتنی انسانیت اس مین کبھی نہ آئے گی کہ اپنے اغراض کے مقابل دوسرون کے حقوق کا بھی کچھ لحاظ کرے - اور اپنی عزت کے مقابل مین دوسرون کی بھی عزت سمجھے -

بہر تقدیر یہ باتین ہر دور مین رہین اور رہتی دنیا تک رہین گی - لہذا ان کی شکایت بیہودہ ہے - گذشتہ صدیان کیا رحم دل تھین انھون نے کون سی رحم دلی ظاہر کی تھی کہ ہم خاص انیسوین صدی ہی کو الزام دین - مگر ہان ان باتون کو خیال سے نکال ڈالنے کے بعد اگر ہم اس صدی کی مذکورۂ بالا خوبیون اور برکتون کا لحاظ کرین تو اپنی کامیابیون و خوش

اقبالیوں پر بے انتہا مسرت حاصل ہوتی ہے - جو برائیاں ہم میں بتائی جا سکیں وہ سب میں تھیں اور دنیا کا کوئی دور ان سے خالی نہ تھا - مگر جو خوبیاں ہیں وہ اسی کے ساتھ مخصوص ہیں ۔

واقعی اے انیسوین صدی تو ہمارے لیے خدا کی رحمت ہی تھی - تیری شکایتیں بہت سی جھوٹی سچی کہانیوں کی طرح مٹ جائیں گی - اور نہ بھی مٹتی ہوں تو ہمارے چالاک مورخ چند روز میں مٹا دیں گے مگر تیری عمدہ یادگاریں ہمیشہ قائم رہیں گی - اور انھیں کوئی نہیں مٹا سکتا -

صاحبو! دلگداز کے مرکے جی اٹھنے سے نہ گھبراؤ - قیامت کا انتظار کر ہی رہے تھے ایک مردے کو اٹھ بیٹھتے دیکھ کے یہ نہ سمجھ کہ فتنۂ محشر بپا ہو گیا - بلکہ اوسے مجبور کر کے اس قابل قدر زمانے - اس قیمتی صدی کے ... اور اس اہم صدی کا رخصت ہونا کوئی ایسا معمولی کام تھا کہ دلگداز باوجود خواب مرگ کا لطف اٹھا چکنے کے کفن چاک کر کے نہ اٹھ کھڑا ہوتا -

---

اسلامی مداخل و مخارج

آنحضرت صلعم کے عہد تک کوئی خاص خزانہ نہیں مقرر کیا گیا تھا - غزوات کی آمدنی کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا کہ ادھر آئی اور ادھر تقسیم ہو گئی - حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی حالت رہی - یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا - فتوحات کا حلقہ وسیع ہو گیا - اور بہت بڑی بڑی فوجوں کے روانہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی - بحرین کا مال غنیمت لے کے ابوہریرہ آئے تو وہ مال اسقدر زیادہ اور لوگوں کے حوصلے سے اس قدر بڑھ کے تھا کہ اس کا تقسیم کرنا دشوار ہو گیا - جناب فاروق نے گروہ صحابہ سے مشورہ کیا - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر سال جو رقم آیا کرے چاہیئے جتنی ہوا سکو اسی سال میں تقسیم کر دیا کیجیے - کچھ ضرورت نہیں کہ ایک سال کی رقم دوسرے سال کے لیے بچائی جائے - جناب عثمان نے کہا روپیہ زیادہ ہے اور اگر

عـــہ فتوح البلدان میں مال کی تعداد پانچ لاکھ بتائی گئی ہے - نہیں معلوم کہ درہم تھے یا دینار - مگر مدینہ میں یہ مال اسقدر زیادہ تصور کیا گیا کہ ابوہریرہ نے کئی مرتبہ اوسکی تعداد بتائی مگر حضرت عمر کو کسی طرح یقین ہی نہ آتا تھا -

یہ رقم یونہین بغیر لوگون کا اندازہ کیے تقسیم کردی گئی تو یہ پتہ نہ چلیگا کہ کس کو ملا اور کس کو نہین ملا۔ اور اگر یہ ہوا تو مجھے تمام معاملات کے درہم و برہم ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ ولید بن ہشام بن مغیرہ موجود تھے انھون نے کہا اب تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک دیوان ترتیب کیا جائے۔ مین نے ملوک شام کے انتظامات کو دیکھا ہے۔ اُن کے وہان تمام حسابات اور کل معاملات کی تدوین ہوا کرتی ہے۔ ایک دفتر مقرر ہے جس مین تمام چیزون کی فہرست مرتب ہوتی ہے اور کل حسابات لکھے جاتے ہین۔

حضرت عمر نے اس امر کو پسند کیا۔ اور عقیل بن ابی طالب۔ مخرمۃ بن نوفل۔ اور جبیر بن مطعم کو جو قریش کے تعلیم یافتہ لوگون مین تھے اس کام کی سرانجام دہی کے لیے مامور کیا۔ اس مال کی تقسیم تو خیر لکھ پڑھ کے ہوگئی مگر پہلا مہتم بالشان کام جو اسوقت یعنی سنہ ۲۰ھ سے شروع ہوا وہ یہ تھا کہ مذکورہ تینون بزرگون نے ان تمام لوگون کی فہرست مرتب کرنا شروع کی جو عساکر اسلامیہ مین شامل تھے۔ اس فہرست کو اُن لوگون نے اس ترتیب سے لکھنا شروع کیا کہ پہلے جناب رسول اللہ صلعم اور آپ کے متعلقین کے نام لکھے پھر جناب صدیق اور اُن کے متعلقین کے نام قائم کیے۔ پھر جناب عمر کا نام لکھا اور اُن کے متعلقین کے نام لکھنے لگے حضرت عمر نے دیکھ کے فرمایا یہ ترتیب نہین ٹھیک ہے۔ پہلے رسول اللہ صلعم کا نام مبارک لکھو اُسکے بعد تمام لوگون کے نام اس ترتیب سے لکھتے جاؤ کہ جس کو آنحضرت صلعم سے نسبتاً جتنا قرب ہو اُس کا نام اُتنا ہی قریب رہے اور جسکو جتنا بعد ہو اُس کا نام اُتنا ہی بعید ہے حضرت عمر کے حکم کے مطابق اُن لوگون نے یہ فہرست اب اسی ترتیب سے لکھنا شروع کی۔ بلکہ اس پر عم رسول اللہ جناب عباس نے حضرت عمر کا شکریہ ادا کیا۔

ابو سفیان بن حرب کو جب اس فہرست کا حال معلوم ہوا تو اعتراض کیا اور کہا "کیا اب اسلام مین بنی اصفر (نصاریٰ) کا سا دیوان قائم ہوگا؟ اور منصب جاری کیے جائینگے؟ اگر یہ ہوا تو سب لوگ منصب پر بھروسا کرلینگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھ رہینگے۔ ساری تجارت اور محنت پسندی کا خاتمہ ہو جاے گا" حضرت عمر نے فرمایا جو کچھ ہو مگر یہ تو ضرور ہوگا۔ مال غنیمت کی تعداد اب روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ جو مسلمانون کا حق ہے اور اُس سے کسی طرح نہین روکا جا سکتا۔

ع ابن خلدون نے اس موقع پر خالد بن الولید کا نام بتایا ہے۔

حضرت عمر نے یہ فہرست ہی نہین قائم کی بلکہ اس کے مطابق لوگون کے نام سالانہ رقمین بھی معین کر دین سب سے زیادہ رقم ازواج مطہرات کے نام قائم کی گئی - آپ نے سب کے لیے بارہ بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمائے - تمام وہ لوگ جن کو شرکت غزوہ بدر کا شرف حاصل تھا ان کے لیے پانچ پانچ ہزار - اس معاملہ مین آپ نے یہان تک آزادی و فیاضی سے کام لیا کہ جو غلام شریک بدر تھے اُن کے لیے بھی یہی تعداد مقرر ہوئی - ہان صرف جناب عباس کے نام سات ہزار جاری فرما دیے اسلیے کہ رسول مقبول صلعم کے چچا تھے - اسی خیال سے آپ نے جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بھی پانچ پانچ ہزار جاری کیے اگرچہ مجاہدین بدر مین نہین شمار تھا - اور وہ لوگ جن کے اسلام کو اہل بدر ہی کی ایسی اہمیت حاصل تھی - اور مہاجرین حبشہ خاصۃً وہ جو غزوۂ احد مین آنحضرت کے ہمراہ رکاب تھے اُن کے نام چار چار ہزار درہم مقرر فرمائے - اِن کے بعد وہ لوگ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور ہجرت کر کے آن حضرت صلعم سے آملے تھے اُن کے نام تین تین ہزار - پھر وہ لوگ جو فتح مکہ کے وقت ایمان لائے اُن کے نام دو دو ہزار - اہل بدر کی اولاد مین سے ہر ایک کے نام بھی دو دو ہزار - اس کے بعد بہ لحاظ مراتب و قرأت قرآن و جہاد سب کے لیے سالانہ رقم مقرر کی - یہان تک کہ تمام مدینہ مین کوئی نہ تھا جس کے نام کم از کم پچیس دینار سالانہ جاری کیے گئے ہون -

حضرت عمر نے عمر بن ابی سلمہ کے نام چار ہزار درہم سالانہ مقرر کیے تھے محمد بن عبداللہ بن جحش نے آ کے شکایت کی اور پوچھا ہم پر عمر بن ابی سلمہ کو کیون ترجیح دی گئی ؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اُنکو رسول اللہ صلعم سے زیادہ قربت حاصل تھی - جسکو دعوی ہو ام سلمہ کی سی اپنی مان بتائے مین بے شک اس کی سنون گا - اسی طرح آپ نے اُسامہ بن زید کے چار ہزار درہم مقرر فرمائے تھے - آپ کے فرزند عبداللہ بن عمر نے لوگون کے اُبھارنے سے آ کے شکایت کی کہ آپ نے اُسامہ کو مجھ پر کس بات مین ترجیح دی ؟ جتنے غزوات مین مین شریک ہوا ہون اُتنے اُسامہ کو نصیب نہین ہوے - اور باوجود اسکے آپ نے

ؑ بعض روایات مین یون ہے کہ جناب عائشہ کے نام بارہ ہزار اس لیے کہ محبوبۂ رسول خدا صلعم تھین - دیگر ازواج کے نام دس دس ہزار - اور جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہما کے نام جن کا شمار آنحضرت کی حرمون مین تھا چھ چھ ہزار جاری فرمائے -

اُن کے تو چار ہزار درہم مقرر کیے اور میرے تین ہی ہزار۔ حضرت عمرؓ نے اُنکو بھی یہی جواب دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو تمھارے باپ سے بہ نسبت اُسامہ کے باپ سے زیادہ محبت تھی اور اسی طرح تمھاری بہ نسبت آپ کو اُسامہ سے زیادہ الفت تھی۔

اہل مدینہ سے فراغت کر کے جناب عمرؓ نے دیگر اطراف عرب کے لوگون کے نام جو یمن و شام و عراق سے تعلق رکھتے تھے علی قدر حیثیت شرعی دو ہزار سے لے کے تین سو درہم تک سالانہ رقوم مقرر فرمائین۔ مہاجرہ عورتون کے نام بھی وظیفہ جاری فرمایا۔ چنانچہ صفیہ بنت عبد المطلب کے نام چھ ہزار درہم اسماء بنت عمیس۔ اُم کلثوم بنت عقبہ اسماء بنت ابی بکر۔ اور عبد اللہ بن مسعود کی والدہ کے نام ہزار ہزار درہم جاری فرمائے۔ اسکے علاوہ غیر ممالک کے اُن لوگون کے نام بھی آپ نے وظائف جاری کیے جنھون نے اسلام کی اطاعت اور فرمان برداری قبول کر لی تھی۔ اور ایمان لائے تھے۔ انھین لوگون مین نہر الملک کا زمیندار نخیر خان کا بیٹا بابل کا زمیندار بسطام بن نرسی۔ عال کے زمیندار خالد و جمیل اور ہرمزان وغیرہ تھے جو سالانہ ہزار ہزار درہم پایا کرتے تھے۔ نو مسلمین کی اولاد کی نسبت یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ جس کے گھر مین بچہ ہوتا فوراً دو سو درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہو جاتا۔ ابتدا مین یہ وظیفہ بچون کے دودھ چھوٹنے پر مقرر کیا جاتا تھا لیکن جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ وظیفہ کے لالچ مین اکثر مائین مدت معینہ سے پہلے ہی بچون کا دودھ چھڑا دیا کرتی ہین تو آپ نے عام طور پر منادی کرا دی کہ تم بچون کو دودھ نہ چھڑاؤ آئندہ مین ولادت کے ساتھ ہی وظیفہ جاری کر دونگا۔

یہ ایک فہرست تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین قائم ہو گئی اور در اصل اس فہرست کو خارج سے تعلق تھا۔ اسلئے کہ اسی کی رو سے لوگون پر اُن کے حقوق تقسیم ہوتے تھے مگر دخل کی کوئی فہرست ابھی تک انھین قائم کی تھی۔ اور نہ یہ لکھا جاتا تھا کہ کس ملک کی کسقدر آمدنی ہے۔ خراج اور محاصل کا دیوان بدستور اپنی حالت پر اور انھین زبانون مین رہا جن مین کہ پہلے سے چلا آتا تھا۔ عراق کے محاصل کا حساب و کتاب فارسی مین تھا اور شام کا رومی زبان مین۔ اور انھین کی رو سے اسلامی حکومت اپنا کام چلاتی تھی۔ اصلاح انتظام کے متعلق دیگر طریقون سے بہت کچھ کوشش کی گئی جنکے کہ جناب عمرؓ نے علاوہ

سواد عراق کی پیمائش اُنہی کے زمانہ مین کرائی تھی - اور لطف یہ کہ اپنے ذاتی انتخاب سے پیمائش کرنے والے اور امین و نقشہ نویس بھی خاص سرزمین عرب اور اُسی سادی نسل عرب سے منتخب کیے جس کا اثر ہوا اور جس کی عمدہ لیاقت اسوقت تک تمام لوگون مین مشہور تھی جو ضلاع فرات کے مشرقی جانب واقع تھے اُن کی پیمائش حذیفہ بن الیمان کے ہاتھون ہوئی اور جو ضلاع فرات کے مغربی پہلو پر تھے اُن کی پیمائش عثمان بن حنیف نے کی - عثمان بن حنیف نے اپنی پیمائش کے نتیجے مین بتایا کہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب زمین اُن کی پیمائش سے ثابت ہوئی - یہ سب کچھ ہوا مگر مدینہ مین کوئی ایسا دفتر نہ تھا جس سے یہ پتہ لگایا جاسکے کہ کل ممالک اسلام کی آمدنی اسقدر ہے -

یہی حالت رہی یہان تک کہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا - عبدالملک ہی وہ شخص ہے جس نے دراصل خلافت کو شاہی کا زیور پہنا کے کچھ سے کچھ کر دیا - اُسکے عہد مین جہان اور بہت سی باتین ہوئین اسلامی سکہ پڑا اسلامی مہر کے فرامین (فارم) جاری ہوئے - وہان یہ بھی ہوا کہ اُس کے حکم سے ۸۱ھ مین ملک شام کے محاصل کا دفتر رومی زبان سے عربی مین نقل ہوا - عبدالملک کو ایسا حکم دینے پر محرک یہ بات ہوئی کہ رومی محررون اور محاسبون مین سے کسی صاحب کو لکھتے لکھتے دوات مین پانی ڈالنے کی ضرورت لاحق ہوئی - پانی اُسوقت ملا نہین - کام کی جلدی تھی دوات مین تھوڑا سا پیشاب کر دیا اور بیٹھ کے لکھنے لگے - اسکی خبر عبدالملک کو ہوئی تو اُس نے کہا یہ لوگ سخت پلید ہین - اُن محرر صاحب کو بلا کے اُسے تنبیہی سزا دی - اور سلیمان بن سعد والی اُردن کو حکم دیا کہ دفتر اور تمام حسابیہ دکتابیہ رومی سے عربی مین نقل کر دیا جائے - سلیمان بن سعد نے روپیہ کی ضرورت ظاہر کی تو عبدالملک نے ایکسال کا خراج اُردن جسکی مجموعی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار دینار تھی اسی کام کے نذر کر دیا - الغرض ایک سال مین یہ کام پورا ہو

اسی عہد مین اُدھر حجاج بن یوسف ثقفی والی عراق نے عراق کے محاصل کا دفتر بھی عربی مین ترجمہ کرا لیا - اس کا مفصل حال یہ ہے کہ حجاج نے دیوان کی خدمت پر زادان فرخ بن بیری کو معین کیا تھا جو زرتشتی مذہب رکھتا تھا - اسلیے کہ عرب جو

فارسی زبان مین خط و کتابت نہ کر سکنے کے اس کام کو سرانجام نہین دے سکتے تھے زادان فرخ نے اپنا نائب ایک شخص کو مقرر کیا جس کا نام صالح بن عبداللہ تھا اور جو سیستانی نسل کا غلام تھا - یہ شخص عربی و فارسی دونون زبانون مین کامل دستگاہ رکھتا تھا - اور دونون تحریرون سے بخوبی واقف تھا - زادان نے صالح کو چند روز بعد حجاج کے دربار مین پہونچایا - صالح حقیقت مین بڑا دو فا کیش شخص تھا اُس نے حجاج کی نظر عنایت اپنی طرف دیکھ کے زادان سے کہا مجھے خوف ہے کہ امیر مجھے بڑھا کے آپ کو اس عہدے سے نہ گرا دین - زادان نے کہا اجی اس کا تو کبھی خیال بھی نہ کرنا - وہ میرے محتاج ہین - ایک دن کے لیے بھی علیحدہ ہو جاؤن تو سارا حساب و کتاب بگڑ جائے - صالح نے کہا یہ تو آپ اپنے دل سے دور رکھیے - اگر مین چاہون تو ابھی دم بھر مین یہ سارا دفتر عربی مین کر ڈالون - زادان نے تعجب سے پوچھا یہ ممکن ہے ؟ صالح نے کہا بے شک - زادان نے کہا اچھا تھوڑا ترجمہ کر کے نمونہ تو دکھاؤ - صالح نے ترجمہ کر کے دکھا دیا تو زادان نے کہا اب مناسب ہے کہ تم اپنے آپ کو بیمار ڈال دو اور امیر سے تعلقات کم کر دو - زادان کے کہنے کے مطابق صالح بیمار پڑ گیا - جب حجاج کو اُسکی بیماری کی خبر ہوئی خاص اپنا طبیب بھیج کے علاج کرایا - چند روز کے بعد اتفاقاً زادان فرخ اپنے گھر سے جاتے ہوئے راستہ مین مار ڈالا گیا - حجاج نے فوراً صالح کو اُسکی جگہ پر مامور کر دیا - صالح نے اب اس زمانہ مین اُس سے وہ واقعہ بیان کیا جو حساب و کتاب کے عربی مین لانے کے متعلق اُس کے اور زادان کے درمیان مین گذرا تھا - حجاج نے یہ سُن کے حکم دے دیا کہ تم اب اس کام کو شروع کر دو - اور مصارف کے لیے ایک لاکھ دینار اُسکو مرحمت کیے - صالح نے جسوقت حسابات و دفتر کا ترجمہ شروع کیا ہے تمام ایرانیون مین تہلکہ پڑ گیا -

حضرات

اب کی دفعہ سرکاری اجازت کے بکھیڑون سے دلگداز کی اشاعت مین باوجود طبع ہو جانے کے کسی قدر تاخیر ہو گئی - آئندہ کے لیے اہتمام کیا گیا ہے کہ پرچہ ہمیشہ وقت پر نکلے - جس کا تجربہ آپ کو بعد ہو گا -

مہتمم دلگداز

خود پسندی و خود پرستی

اے رخ زیبا پر جان فدا کرنے والو۔ اور اے یار کی مہدی کا رنگ شوخ کرنے کے لیے اپنے زخم خوردہ دل کا خون بہا دینے والو۔ یہ تو ہم سلف سے سُنتے آئے ہین کہ کسی کافر ماجرا کی ایک ایک معمولی ادا پر تم جان دینے کو تیار ہوگئے! کسی ناخدا ترس ستم شعار کی ایک ایک ادا نگاہ ناز پر قربان ہونے کو موجود تھے شمشیر ابرو کے آگے اپنا گلا رکھ دینے پر تم تُلے رہتے ہو۔ اور تیر نظر اگر کسی اور طرف جاتا ہو تو بھی تم اپنا سینہ بڑھا کے دل پر لینے کی کوشش کرتے ہو۔ نازون کا پلا ہوا نازک مزاج دل اگر زلف گرہ گیر کے پھندون مین پھنسا تو تم نے کبھی چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ دین و دنیا اگر کسی پیاری صورت کی نذر ہوگئے تو تم نے کچھ پروا نہ کی۔ مگر سچ بتاؤ کبھی تم نے اپنی طرف بھی توجہ کی ہے؟ کبھی اس کا بھی اندازہ کیا ہے کہ تم خود اپنے اوپر کس قدر فریفتہ ہو؟ اپنی دلربا اداؤن مین کیسا مزہ ہے؟ اور اپنی ہر چیز مین کیا لُطف آتا ہے؟

یہ سچ ہے کہ یار ناز آفرین کو تم نے سارے جہان کے مہوشون پر ترجیح دے دی۔ جس کافر ادا کی پیاری صورت ہر وقت تمھارے دل مین بسی رہتی ہے اور جسکی نوکیلی پلکین ہر گھڑی تمھارے کلیجے مین کھٹکا کرتی ہین اُسکے مقابل مین تم نے حُسن یوسف کی بھی بے وقعتی کر دی۔ فرشتون کے سے نورانی پیکرون کے حُسن کو بھی اُسکے گورے آتشین رُخسارون کے سامنے ہیچ بتایا۔ پریان جو ہمیشہ تمھارے

قدیم شاہزادون یہ زیرزادون۔ اور تمھارے قصون کے تمام ہیرون کو اپنے دام گیسو مین پھنسا پھنسا کے کوہ قاف کی طرف اڑالے جایا کی ہین۔ اُن کے خیالی ہوشربا چہرے بھی تمھین اپنے دلدار کی چاندسی صورت کے سامنے ماند نظر آئے وہ بڑی بڑی آنکھون والی حورین جن کے عالم فریب جلوسے کا شوق خشک مزاج زاہدون کو کبھی نیند بھر سونے نہین دیتا۔ اور اُن کے بجھے ہوے مذاق اور پژمردہ دل مین ایک پُرلطف گرمی عشق پیدا کیا کرتا ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ جن کے روشن چہرے کی یاد عابد شب زندہ دار اپنی محراب عبادت کا چراغ روشن کرتا ہے اُنکا وہ طلائی فریب حسن و جمال بھی تمھین پھیکا اور بے مزہ دکھائی دیا۔ آفتاب کو کہتے ہو کہ یار پر حسد کرتا ہے اور اسی آگ مین جل رہا۔ ماہتاب کی نسبت تمھارا بیان ہے کہ اُس کے خوبصورت اور گورے چہرے مین داغ ہین۔

اچھا فرض کر لیا کہ یہ سب ہے۔ بلکہ اِس سب سے بھی بڑھکے تمھارے ناز آفرین دلربا کے مقابل مین سارے عالم کے معشوق گردن زدنی ہین۔ تمھارے محبوب خوش جمال نے سارے عالم کے حسن پر پانی پھیر دیا ہے۔ مگر اپنے دل مین تول کے اور خوب اچھی طرح غور کر کے یہ تو بتاؤ کہ وہ چاندسی صورت جس نے تمھارے خیال مین ساری دنیا کی دلچسپیون اور رنگل خوشنمائیون کو خاک مین ملا دیا ہے کیا تم سے بھی اچھی ہے؟ اور کیا تمھارا حسن بھی اُس کے سامنے مٹ گیا؟ نہین ایسا نہ سمجھنا۔ اپنے دل کو ٹٹولو اور سچ سچ کہو کہ تم اچھے ہو یا وہ؟ ہم تو سمجھتے ہین کہ ہر طرح کی حسن و خوبی۔ اور ہر قسم کی دلربائی و رعنائی بس تمھارے ہی اوپر ختم ہے۔ افسوس ہندوستان کے تکلفات نے تم مین انکسار پیدا کر دیا۔ ورنہ چشم و ابرو کہہ رہے ہین کہ ہمارے دعوے کو صحیح مانتے ہو۔ چاہے زبان سے اقرار نہ کرو تمھارا دل گواہی دے رہا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ وہ دلربا پری وش۔ اور وہ حسن و جمال کی دیوی جس کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور جس کے روے زیبا کے سامنے

ساری خدائی کو برا یا عیب بتاتے ہو۔ ہزار بڑھ جائے لاکہ دلفریبی و دلربائی کا دعوے کرے۔ مگر تم سے تھوڑے ہی بڑھ سکتی ہے! اور ما ناکہ اُسکا حُسن اسی قدر بڑھا چڑھا ہے۔ اور ناز آفرینی و دلداری مین وہ جواب نہین رکھتی۔ مگر جانتے ہو کہ تم کو جو اسقدر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور تم جو اُس پر یون جان دینے کو تیار ہو کیون؟ صرف اس لیے کہ وہ تمھاری معشوقہ ہے اور تم اُسے چاہتے۔ اگر سچ پوچھو تو تم اُسے نہین چاہتے بلکہ اپنے چاہنے کو چاہتے ہو۔

یاد رہے ضرور نہین کہ تمھاری اِس خود پرستی کو ہم حُسن و عشق ہی کی دنیا مین محدود رکھین۔ اگر غور کیا جائے تو تم ہر بات مین اپنے آپ ہی کو اچھا سمجھتے ہو۔ تمھاری وہ کون سی چیز ہے جو بُری ہے؟ تمھاری صورت اب اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ اُس سے بھی اچھی ہے جسے تم ساری دنیا سے بہتر بتاتے ہو۔ تمھارے مزاج کی خوبیان کوئی تم ہی سے پوچھے۔ دنیا اپنے مقام پر چاہے کچھ کہے مگر تمھین پوری طرح یقین ہے کہ جو بات خدا نے تمھارے مزاج مین پیدا کر دی ہے کسی مین نہین۔ وضع و لباس مین بھی تم کو اعتراف ہے کہ نہ دنیا کی کوئی وضع تمھاری وضع سے اچھی ہے۔ اور نہ کسی قوم کا لباس تمھارے لباس کی برابری کر سکتا ہے۔ زبان بھی تمھاری ایسی شیرین فصیح اور پُر لطف ہے کہ کوئی زبان چاہے اُس مین کتنے ہی علوم پیدا ہو جائین اور شعرا اُسکے بڑھانے مین چاہے کتنی ہی کوشش کرین۔ تمھاری زبان کا مقابلہ نہین کر سکتی۔ وطن کی محبت مشہور ہے بھلا تم ہی انصاف کرو کہ جس ملک مین یا جس چھوٹے سے قطعۂ زمین پر تم رہتے ہو اُس سے بہتر کوئی قطعۂ ملک یا حصۂ زمین ساری دنیا بھر مین ہے؟ جس قوم مین تم ہو اُس قوم سے اچھی قوم بھلا کبھی دنیا پر پیدا ہوئی تھی؟ صحبت کو دیکھیے تو اس مین بھی تم کو شک نہین کہ تمھاری صحبت سے کوئی اچھی صحبت نہین۔ اور تمھارے با مذاق دوستون سے اچھے دوست ساری دنیا مین کہین نصیب نہین ہو سکتے! اور مذہب کے بارے مین تو کچھ کہنے کی

ضرورت ہی نہین کہ سوا تمھارے اور تمھارے چند ہم عقیدہ و ہم خیال لوگون کے ساری دنیا دوزخ مین جائے گی۔

تم مین اور تمھارے لیے خدا کی تمام برکتون اور دنیا کے سارے کمالون کا جمع ہونا درکنار ہم کو تو تمھاری خوبیان اس اعلے کمال پر نظر آتی ہین کہ بھلائی برائی اور عیب و خوبی کے تعین معیار قرار پا گئے ہو۔ اگر تمھاری رنگت کالی ہے تو کالا ہی رنگ اچھا۔ اور اگر تم گورے ہو تو جب تک پیارا پیارا چاند سا چہرہ نہ ہو کسی مین کوئی حسن ہی نہین۔ ہر شخص و ہر چیز اُسی حد تک اچھی ہے جہان تک اُس مین تمھارے مذاق کی خوبیان ہین یا تمھاری خو بو ہے اور جسقدر وہ تمھارے مذاق سے جدا ہوتا جاتا ہے اُسیقدر بُرا ہوتا جاتا ہے۔ خوبی تو خوبی ہمین تو یہ نظر آتا ہے کہ تمھاری خطا مین بھی ایک لطف اور تمھاری غلطی مین بھی ایک ادا ہے۔ تمھاری لغزش اُس قیامت خرام کی سے اختیاری کی لغزش سے کم نہین جسے صحبت شب کے دور شراب نے ازخود رفتہ بنا دیا ہو۔ اور تمھارا بگاڑ اُن دلستان رنگتون کا بگاڑ ہے جن کی شان مین شاعر کہتا ہے "بگڑنے مین بھی زلف اُس کی بنا کی"۔ غیرون کی چیزین بے شک بُری ہین اور ہر طرح نام رکھنے کے قابل ہین مگر اُسی وقت تک جبتک تم اُنھین نہین اختیار کرتے۔ اور جہان تم نے پسند کر لیا اُنمین بھی تمام خوبیان پیدا ہو گئین۔ غیر زبان کو اگر تم نے سیکھ لیا تو تمھارے سیکھتے ہی وہ ہر ایک سے زیادہ شیرین و لطیف ہو گئی۔ غیر لباس کو اگر تم نے پسند کر لیا تو پھر اُس سے بہتر اور مہذب کوئی لباس نہین۔ تمھارے پسند کرتے ہی علم اخلاق۔ طب۔ مصلح وقتی۔ حتے کہ دین تک شہادت دینے لگتا ہے کہ وہی وضع مہذب و شائستہ ہے جسے تم نے اختیار کیا ہے۔ اور سب چیزون کو جانے دو۔ مذہب و اعتقاد سے زیادہ محفوظ اور جوش پیدا کرنے والی کون چیز ہو گی؟ غیرون کے عقائد بدعت۔ کفر۔ شرک سب ہی کچھ ہین۔ مگر جہان اُنکو تم نے منظور کر لیا پھر اُنکے اچھے ہونے مین کوئی شک نہین باقی رہتا۔

غیر خانۂ خدا کے مقابل بتخانے کی تعریف کرے تو کافر۔ انبیا اور پیغمبرون کی شان مین توہین آمیز الفاظ زبان سے نکالے تو مرتد۔ مگر تم نے شاعری کی دنیا مین آکے کون سی بات اٹھا رکھی؟ اور پھر جانتے ہی ہو کہ تمھارے لیے یہ بالکل جائز ہے۔ اور کوئی خدا کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکائے تو شرک مگر تم جس درگاہ مین جا ہو جا کے سجدے کرو عین ایمان ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان اپنے سوا کسی کو نہین مانتا۔ وہ اپنا آپ پیغمبر ہے۔ اور اپنی ہی پرستش کرتا ہے۔ اگر پیغمبر کو مانتا ہے تو اُسی پیغمبر کو جو اُسکے خیال مین ہے۔ اگر عبادت کرتا ہے تو اُسی خدا کی جو اُسکے دل مین ہے۔ اپنے سامنے وہ کسی کی وقعت نہین سمجھتا۔ اور اِس امر کو ایک گھڑی بھر کے لیے بھی نہین گوارا کر سکتا کہ اپنی بات پر کسی کی بات بالا ہو۔ اگر انصاف سے پوچھیے تو قومی جوش مذہبی تعصب۔ شاہی جھگڑے۔ اور خاندانی نزاعین سب کا ماحصل انسان کی خود پسندی و خود پرستی ہے۔ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے انقلابات سیلف سے آج تک کی تمام خونریزیان اسی خودداری و خودنمائی کا نتیجہ تھین۔

اگلی دنیا مین چلو۔ سڑی گلی ہڈیون کے ڈھانچے بنا کے اپنے خیال کے سامنے کھڑے کرو۔ پھر خیالی جادو سے اُنھین زندہ کر کے دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہین فرعنہ اپنی قوم یعنی قبطیون کو لے کے اُٹھے ہین۔ اور بنی اسرائیل کو پیسے ڈالتے ہین۔ اسلیے کہ اُنکی زبان نہین بولتے۔ اُنکی وضع نہین اختیار کرتے اُنکے مذہب کو نہین قبول کرتے۔ جس سے قبطیون کا خودداری و خود پسندی کا غرور ٹوٹا جاتا ہے۔ اور اُن کی قومی کامیابی مین فرق آتا ہے۔ قبطیون اور فرعونون کی خود پرستی کی نسبت شاید کہدیا جائے کہ دولت و حشمت کی وجہ سے اور قوت و حکومت کے زور پر تھی۔ مگر بنی اسرائیل کو کیا ہو گیا تھا کہ ایسے ظلم اُٹھائے اِسقدر ذلتون مین مبتلا ہوئے۔ اور اپنے قومی شعار کو نہ چھوڑا؟ صرف اِسلیے کہ غیر قوم والے بادشاہ کے سامنے یون سر جھکا دینا اپنے

خود پرستی کے جوش کے خلاف ہے۔

اِس زمانے سے بھی آگے بڑھ آؤ۔ اور اُس وقت کے منظر پر نظر ڈالو جب بابل و نینوا کے نبرد آزما بنی اسرائیل کی موعودہ زمین کو پامال کر رہے ہین۔ اور انبیاے سلف کے خاص وطن یعنے شہر بیت المقدس کو گھیرے ہوے ہین۔ موسوی خداپرست ایسے قحط کی مصیبت مین مبتلا ہین کہ تمام فطری رشتہ ٹوٹ گئے ہین۔ ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیے باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی جان لینے کو تیار ہے۔ دردمند مان ماتما کے جوش پر خاک ڈال کے معصوم بچہ کو بھون کے کھا جانے پر آمادہ ہے۔ مگر یہ نہین پسند کرتی کہ اپنا خود پرستی کا جوش فرو کرے۔ اور دشمنون کے آگے سر جھکاوے۔

یہ خاموش آسمان اور یہ متانت پسند تارے خدا جانے کب سے دنیا کے انقلابات کو معائنہ کر رہے ہین انھون نے صدہا ایسے منظر دیکھے ہونگے۔ اور بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ انسان کو باوجود حقیر و بے دست و پا ہونے کے اپنی ذات۔ اپنی عزت۔ اپنا نام۔ اور اپنی ہر چیز کس قدر عزیز رہی ہے۔ بُرے بھلے کو پہچان لینا چنداں دشوار نہین ہے۔ حق بات ہر شخص کو بھلی ہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر صرف خود پرستی اور انانیت کا غرور تھا جس نے بڑے بڑے ہادیون اور پیغمبرون کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر انصاف سے پوچھو تو یہ سارا تفرقہ اِسی خود پرستی کا ڈالا ہوا ہے۔ ورنہ دنیا مین اتنے مذہب نہ ہوتے۔ خدا کے کسی پیغمبر اور کسی بانی شریعت نے کبھی کوئی بُری بات نہین بتائی۔ اگر تمام مذاہب کے اصلی اصول کو زمانہ وقتی اغراض اور ملکی مصالح سے الگ کر کے ایک دوسرے کے مقابلے مین رکھو تو بہت ہی تھوڑا اور خفیف فرق رہجاے گا۔ قدیم رہبرون اور پیغمبرون کے پیرو کوئی وجہ نہ تھی کہ بعد والے ہادیون کی اچھی اور نیکی کی باتون سے انحراف کرتے۔ مگر نہین۔ خودی کے غرور نے سب کو مست رکھا۔ اور یہ بات مشکل سے گوارا ہوئی کہ اُس چیز یا اُس خیالی وضع کو چھوڑ دین جو مدتہاے دراز سے اپنی ہو رہی تھی۔ موسوی شریعت والون نے مسیح کو اِس لیے نہین

چھوڑا کہ معاذ اللہ وہ کسی بُری راہ پر لے جانا چاہتے تھے بلکہ محض اسلیے کہ موسوی کا پرانا عزیز لفظ چھوٹتا ہے۔ اسی طرح موسوی اور عیسوی شریعت والون نے آخری پیغمبر عرب کی نصائح سے منھ پھیر دیا۔ اور فقط اِتنے خیال سے کہ اسلام کا نیا نام اختیار کرنے سے اپنی پُرانی ادا مین فرق پڑا جاتا ہے۔

• یہی حال قومون اور سلطنتون کی خونریز لڑائیون کا ہے۔ انسان اگر صلاحیت سے کام لے تو ہر جھگڑا بہت آسانی سے دور ہو سکتا ہے عقل صائب کی پابندی اور اپنے حقوق کی طرح دوسرون کے حقوق کا بھی خیال رکھنا دنیا کے تمام جھگڑون کا کلّی علاج ہے! ور گو یہ علاج بادی النظر مین بہت آسان نظر آتا ہے مگر اس پر عمل بہت ہی کم کیا جا سکا ہے کیون؟ اسلیے کہ قومی غرور اور خودداری کا جوش اِس کی اجازت نہین دیتے۔

اسی خودداری و خودپرستی کے جوش مین جب ایک جواری صرف اپنی بات بالا کرنے کے لیے لاکھون روپیہ کی دولت اور ساری خاندانی عزت خاک مین ملا دیتا ہے تو اُسے لوگ الزام دیتے ہین۔ وہ سوسائٹی مین بدنام کیا جاتا ہے۔ قانون اُسکے لیے سزا تجویز کرتا ہے۔ مگر کوئی اتنا انصاف نہین کرتا کہ جس ذاتی اور فطری جوش پر اولوالعزم بادشاہون نے ہزارہا مخلوق کا خون بہا دیا۔ قومون اور مذہبون نے بڑے بڑے ملک ویران و برباد کر دیے! ور جسے تم خود اپنی ہر وضع و ہر ادا سے ظاہر کرتے ہو اُسی جوش کی دُھن مین اگر آپ کو فراموش کر کے اُس نے اپنی تباہی کا سامان فراہم کر لیا تو کیا بُرا کیا؟

واقعی خودپرستی انسان کی فطرت مین داخل ہے۔ جس طرح ناسمجھ بچہ ادنے ادنے چیز پر فخر کرتا ہے۔ اُسی طرح ہر بوڑھا بھی اپنی ہر ادا کا دل دادہ ہے۔ ہندوستان کے مرغبازون بٹیربازون۔ کبوتربازون اور پتنگ بازون کو الزام نہ دو۔ جنھون نے اظہار خودپرستی کے لیے طرح طرح کے مشغلہ ایجاد کر لیے ہین۔ اِسلیے کہ اِس جوش کو ایسی ہی

لغو تیون کے ساتھ تم یورپ کے اعلیٰ اور مہذب ملکون مین بھی ظاہر ہوتے دیکھوگے۔ انگلستان کے عظیم الشان تماشا گاہ اُلمپیا مین جب عورتون کی بائسکل کی دوڑین ہوتی ہین۔ تو چالاک اور فطرت انسانی کا اندازہ کرنے والے منتظم ہر بائسکل والی کو کسی خاص ملک کی طرف منسوب کر دیتے ہین۔ کوئی انگلش بتائی جاتی ہے۔ کوئی امریکن کوئی فرنچ۔ اور کوئی جرمن پھر اُسکے بعد جب دوڑ شروع ہوتی ہے تو حاضرین اور تماشائیون مین سے ہر ملک والے کا جوش دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ جو تم مین مشہور ہے کہ "ہمارا بھگا دے" یا "ہمارا پٹھا دے مارے" کچھ تمھارے ہی ساتھ مخصوص نہین۔ بالکل تمھاری طرح بلکہ تم سے بڑھ کے تمدن انسانی کے اعلیٰ دعویدارون مین بھی ہی ہے۔

انسان کا یہ غرور اس درجہ تک بڑھا ہوا ہے کہ عاریت کی چیزون اور پرائی مانگی ہوئی اشیا کے ذریعہ سے بھی اپنے لیے سرمایۂ غرور حاصل کرنے لگتا ہے۔ یہ تھوڑی حماقت نہین کہ کرایے کے یکہ پر بیٹھے ہین اور چاہتے ہین کہ وہ بڑی بڑی بگھیون سے آگے نکل جائے۔ پرائے کپڑے مانگ کے پہن گئے ہین اور محفل مین بیٹھے خوش ہو رہے ہین کہ ہمارا لباس سب سے اچھا ہے۔

سپاہی کا جوش خونریزی عالم کا فتواے تکفیر شریف کا جوش شرافت۔ پاجی کی فحش گالیان۔ جواری کا پانسہ۔ مرغ باز یا بٹیرباز کی پالی۔ بچہ کی ضد۔ یارکی نہین۔ کسی مذہب کا تعصب و غلو کسی فرقہ کا بغض و عناد۔ ایک قوم کا دوسری قوم کو پامال کر دینا۔ ایک سلطنت کا دوسری سلطنت کی تباہی چاہنا۔ سچ پوچھیے تو سب ایک ہی فطری جذبۂ انسانی کا نتیجہ ہین جسے خود پرستی کہنا چاہیے۔ اور افسوس کہ جبتک یہ جوش نہ مٹے گا دنیا مین امن و امان نہین قائم ہو سکتا۔

اے حقیقت بین فلسفیو۔ اور اے آل اندیش علماے تمدن۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ دنیا مین آسائش کی زندگی گذرے۔ ہر شخص آرام سے بسر کرے۔ فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو تو

تو اس عیب کو مٹاؤ - ورنہ سب تدبیرین بے سود ہین - فی الحال یورپ مین غور ہو رہا ہے کہ سلطنتون سے یہ خودغرضی کا غرور دور کیا جائے جس نے تمام حکمرانون کو مجبور کر دیا ہے کہ روز بروز اپنی فوجی قوت بڑھاتے ہی رہین - مگر اس مسئلہ پہ غور کرنا بیکار ہے جبتک یہ خود پرستی کا عیب نہ مٹے ممکن نہین کہ نوع انسانی کو آرام اور امن و امان کی زندگی نصیب ہو۔

جاپانیونکی قومی کہانیان

ہر قوم کے قومی یا خاندانی کارنامون اور مذہبی تاریخ مین ایک ایسا زمانہ ضرور پایا جاتا ہے جو سب سے پیشتر کے واقعات ظاہر کرتا ہے - یہ عہد فلسفیانہ تحقیق و تنقیح اور دنیاوی شکوک و شبہات سے مافوق ہوتا ہے - اور باوجودیکہ ہماری عقلین اُس کے ہر لفظ پر اعتراض کرنے کو بے صبری کے ساتھ آمادہ ہوتی ہین - مگر لوگ اُسے نہایت ہی عقیدت و یقین کے ساتھ مانتے ہین - صرف اسی قدر نہین کہ ہم اُسے بے عذر تسلیم کرتے ہین بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ ہمین اُن باتون کے بار بار دُہرانے اور رکر رو سہ کر سُننے مین لطف آتا ہے - اصل مین یہ نوع انسانی کے بچپن کی باتین ہین - اور جس طرح ہر شخص اپنے بچپن کی بے تمیزی - سادگی - اور بے عقلی کی باتون کو بجائے اِسکے کہ اُن پر نادم ہو زیادہ مزہ سے کے یاد کرتا ہے - اُسی طرح نوع انسانی اپنے اِس دور اولین اور اپنی طفولیت کے کارنامون کو بہت ہی پسند کرتی ہے -

ایسی باتون اور ایسے قومی و مذہبی قصون سے دنیا کی کوئی قوم خالی نہین - مگر اس موقع پر ہم اسی قسم کی چند اُن کہانیون کو اپنے ہم وطنون کے سامنے پیش کرتے ہین جو جاپان والون مین مشہور ہین اور ایک حد تک اُن کے اعتقادات مین شامل ہین - جاپانیون نے ان دنون ترقی کی دُنیا مین اپنا نام اس قدر چمکا دیا ہے - اور ایک ایسے باکمال

ثابت ہو گئے ہین کہ ہر قوم کی نظر اُن کی طرف اُٹھ گئی ہے۔ اور مشرق سے مغرب تک ہر شخص اُن کے حالات کی جستجو کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی مذہبی کہانیان جن کو ہم اس موقع پر سلسلہ وار بیان کرین گے تمام یورپ اور خاصۃً انگلستان مین بار بار چھپین اور نہایت تلطف کے ساتھ پڑھی گئین۔

ان مین ایک کہانی آٹھ سر والے اژدہے کی ہے۔ جسے جاپانی گھرون مین بچے اپنی ماؤن کی زبان سے بڑے شوق کے ساتھ سُنتے ہین۔ اور اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

کبھی تم نے آٹھ سر والے اژدہے کی کہانی بھی سُنی ہے۔؟ نہ سُنی ہو تو مین سُناتا ہون۔ مگر یہ کہانی کسی قدر بڑی ہے۔ اور اُسکے شروع کرنے کے لیے ہمین بہت ہی اگلے زمانہ مین جانا پڑیگا۔ اگلا زمانہ کیا ٹھیک اُسوقت جب کہ دنیا پیدا ہوئی تھی۔

دنیا جیسے ہی پیدا ہوئی اُس پر ایک بڑے زبردست پریزاد کا قبضہ ہو گیا۔ اور جب اُس پریزاد کے مرنے کا وقت آیا تو اُس نے اُسے اپنے تین بچون مین تقسیم کر دیا۔ جنمین دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ بیٹی جس کا نام آماتھا اُسے سورج دیا گیا۔ بڑے بیٹے کو جو سوسانو کملاتا تھا سمندر ملا۔ اور دوسرا بیٹا جس کا نام مجھے یاد نہین رہا چاند کا مالک ہوا۔

خیر۔ چاند والے لڑکے نے تو اپنا چال چلن درست رکھا۔ اور آج بھی چودھوین کی صاف اور روشن راتون مین تم اُس پیارے گول چہرے کو چمکتے دیکھا کرتے ہو۔ مگر سوسانو بہت ہی برہم اور شکستہ خاطر تھا۔ اسلیے کہ سوا ٹھنڈے اور تر سمندر کے رہنے کو کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ آخر اُس نے آسمان پر حملہ کیا۔ اور سورج کے اندر ایک خوبصورت کمرے مین گھس پڑا۔ جہان اُس کی بہن اپنی سہیلیون کے ساتھ بیٹھی سُونے چاندی کا سوت کات رہی تھی۔ جاتے ہی اُنکے چرخے توڑ ڈالے۔ اُن کا کام پاؤن سے روند ڈالا۔ خلاصہ یہ کہ جہان تک شرارت ہو سکی کی۔ اور ایسی برہمی ظاہر کی کہ غریب کنواری لڑکیان اپنی جان کو ڈرین۔

یہ حال دیکھ کے آما سے جس قدر جلدی بنا بھاگی۔ اور کسی پہاڑ کے پہلو مین جا کے

جہان ہر طرف چٹانین اور خندقین تھین - ایک غار مین چھپ رہی - اِس غار کے اندر
جاتے ہی اُس نے دروازہ بند کر لیا - اور ساری دنیا مین اندھیرا چھا گیا - اسلیے کہ
وہی پری آفتاب کی حاکم تھی اور اُسکے اختیار مین تھا کہ سورج کو اپنی مرضی کے موافق
جب تک چاہے روشن رکھے اور جب چاہے تاریک و بے نور کر دے بعض لوگ
کہتے ہین کہ سورج کی روشنی اصل مین خود اُسی کی حسین آنکھون کی شعاعون سے عبارت ہے -

الغرض اُس کے غائب ہو جانے سے دنیا بڑی بھاری مصیبت مین مبتلا ہو گئی -
اب کیا کیا جاتا کہ دنیا پھر روشن ہوتی ؟ سب تدبیرین کی گئین (مگر بے فائدہ ہوئین)
آخر دوسری پریون نے یہ سمجھ کے کہ آما عجائب پسند اور جو واقعات گذر رہے ہون
اُنکے دیکھنے کی بڑی مشتاق ہے اُس غار کے دروازے پر جا کے ناچنا شروع کیا -

آما نے جیسے ہی ناچنے گانے اور ہنسنے کھیلنے کی آواز سُنی بے اختیار ہو کے
دروازے کے پاس آئی اور بہت ہی ذرا سی دراڑ کر کے جھانکی اور پریون کے
کھیل کود کا تماشا دیکھنے لگی - اسی بات کی تو سب پریان منتظر تھین - چلا چلا کے کہنے
لگین دو ادھر دیکھو ! یہ نئی پری بھی دیکھی ہے جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے ؟"
اور یہ کہنے کے ساتھ ہی ایک آئینہ آگے بڑھا دیا -

آما یہ نہ سمجھ سکی کہ آئینہ مین جو چہرہ نظر آ رہا ہے خود اُسی کی پیاری صورت کا عکس ہے -
ساعت بہ ساعت زیادہ متعجب اور حیران ہوتی جاتی تھی کہ یہ نئی پری کون ہے اور
کہان سے آگئی آخر دریافت کرنے کے لیے غار سے باہر نکلی اور نکلنا تھا کہ سب پریون
نے پکڑ لیا - اور جھٹ پٹ بڑی بڑی چٹانون کا ڈھیر لگا کے غار کا دروازہ ایسا
بند کر دیا کہ پھر کوئی اُسکے اندر نہ جا سکے -

یہ دیکھ کے کہ غار سے باہر نکلنے مین مین دھوکا کھا گئی اور اُنھین جھٹلانا بیفائدہ
ہے، آما سورج مین جانے اور پیشتر کی طرح پھر دنیا کے سامنے چمکنے پر راضی ہوئی - مگر

اس شرط سے کہ اُسکے بھائی کو سزا دیجائے اور وہ بے عزتی کے ساتھ سو وج سے نکالا جائے! اسلیے کہ اُسکے ساتھ رہنا خطرے سے خالی نہین۔ یہ شرط پوری کی گئی۔ سنوسانو اس قدر پیٹا گیا کہ مرتے مرتے بچا۔ اور سب پریون کی صحبت سے نکال دیا گیا۔ اور اُسے حکم دیا گیا کہ پھر کبھی اپنی صورت نہ دکھائے۔

الغرض غریب سوسانو پرستان سے نکالدیا گیا۔ اور مجبور ہوا کہ پھر دنیا مین واپس آئے۔ یہان ایک دن ایک ندی کے کنارے کنارے چلا جاتا تھا۔ کہ اتفاقاً ایک بوڑھے آدمی اور ایک بوڑھیا کا سامنا ہوا۔ جو اپنی ایک جوان بیٹی کے گلے مین باہین ڈالے پھوٹ پھوٹ کے رو رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کے سوسانو نے پوچھا۔ "کیون؟ کیا ہوا جو یون رو رہے ہو؟"

اُنھون نے ہچکیان لے لے کے جواب دیا "ہائے! ہماری آٹھ بیٹیان تھین۔ مگر یہان ہمارے جھونپڑے کے قریب ترائی مین ایک بڑا بھاری آٹھ سر والا اژدہا رہتا ہے۔ جو ہر سال ایک مرتبہ نکل کے آتا ہے۔ اور ہماری ایک بیٹی کو نگل جاتا ہے۔ اب فقط یہی ایک بیٹی رہگئی ہے۔ اور آج ہی وہ تاریخ ہے جس دن وہ موذی آکے اِسے بھی ہضم کر جائے گا۔ اور ہماری ایک بیٹی بھی نہ باقی رہے گی۔ جناب عالی! بھلا آپ کچھ ہماری مدد کر سکتے ہین؟"

سوسانو بولا "بیشک بہت آسانی سے! اب تم غم نکرو۔ مین تو ایک پرنزاد ہون تمھاری بیٹی کو بچا لونگا۔" یون اطمینان دلا کے اُس نے اُنھین تھوڑی بیر (ایک قسم کی شراب جسے ہندوستان مین بوزہ کہتے ہین) بنانے کا حکم دیا۔ پھر ایک ایسا کٹھرا بنانے کو کہا جس مین آٹھ دروازے ہون۔ اور کہا ہر دروازے مین ایک لکڑی کی تپائی ہو۔ اور ہر تپائی پر ایک ناند جس مین وہ بیر بھر دیجائے۔

اُسکے کہنے پر عمل کیا گیا۔ اور جیسے ہی سوسانو کا بنایا ہوا سب سامان فراہم ہو گیا اژدہا

آیا۔ یہ اتنا بڑا اژدہا تھا کہ اُس کا جسم آٹھ پہاڑیون اور آٹھ گھاٹیون پر پھیلا ہوا تھا۔ مگر چونکہ اُس کے آٹھ سر تھے لہذا آٹھ ناکین بھی تھین۔ جن مین سے ہر ایک سے وہ مقابلہ کسی اور مخلوق کے آٹھ حصہ زیادہ تیزی سے سونگھ سکتا تھا۔ دور سے بیر کی بو پاتے ہی اُس کی طرف دوڑا۔ کٹہرے کے اندر گیا۔ ہر دروازے سے اپنا ایک سر نکال کے بیر کے ناندے کے اندر ڈالا۔ اور یہان تک پی کہ بدمست ہوگیا۔ تب اُسکے سب سر غافل ہو کے گر پڑے سوسانو نے فوراً اُس غار سے نکل کے جس مین چھپا ہوا تھا تلوار کھینچ لی۔ اور سب سر کاٹ کاٹ کے جدا کر دیے۔ پھر اُسکے بعد اُس کا سارا دُھر بھی کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مگر حیرت کی تو یہ بات تھی کہ جب اُس کی دُم پر ہاتھ مارا تو تلوار اُچھل گئی۔ اسلیے کہ کسی سخت چیز پر پڑی تھی۔ چونکہ اب سانپ مر چکا تھا لہذا اُس کے قریب جانے اور اُس سخت چیز کی حقیقت دریافت کرنے مین کوئی خطرہ نہ تھا۔ جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ایک قیمتی تلوار تھی جس مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک جواہرات جڑے ہوے تھے۔ اور ایسی خوبصورت تلوار تھی کہ ویسی کبھی تمھاری نظر سے نہ گذری ہوگی۔

سوسانو نے فوراً وہ تلوار اپنے قبضہ مین کر لی۔ اور اُس بوڑھے کی بیٹی کو اپنے نکاح مین لے لیا۔ وہ اگرچہ اپنی بڑی بہن کے حق مین سخت گستاخ ثابت ہوا تھا مگر اُس حسین نازنین کے حال پر نہایت ہی مہربان تھا۔ ان دونون نے اپنی باقی ماندہ زندگی ایک خوشنما محل مین بسر کی جو خاص اسی غرض کے لیے تعمیر ہوا تھا۔ اور نازنین کے بوڑھے ماں باپ بھی ساتھ رہتے تھے۔

جب بوڑھا باپ بوڑھی ماں۔ سوسانو۔ اور اُسکی بیوی سب مر گئے تو وہ تلوار اُن کی نسل مین بیٹون اور پوتون کو ملی۔ اور اب شہنشاہ جاپان کے قبضہ مین ہے۔ جو اُسے اپنے خزانے کی سب سے زیادہ قیمتی چیزون مین شمار کرتا ہے۔

ہلال و ستارہ

اُس عنوان سے حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب کا ایک مضمون جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کے رسالۂ معارف مین شایع ہوا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہو کہ وہ ہندوستان کے مسلمانون کو اس علامت کے استعمال سے روکنا چاہتے ہین۔ کیونکہ یہ دولت عثمانیہ کا معرکہ ہے۔ اس ممانعت مین ہمارے محترم خان صاحب یہان تک احتیاط سے کام لینے کی ہدایت فرماتے ہین کہ خوشنمائی زیبائش یا کسی اور خیال سے بھی یہ نشانی اخبارون کتابون اور اسلامی سوسائٹیون کے دستور العملون وغیرہ پر نہ بنائی جاے۔ اسلیے کہ جناب ممدوح کے نزدیک اس سے اپنے فرمانروا کے ساتھ مسلمانون کی ایک گونہ مخالفت یا اس سے بھی خفیف کر کے کہا جاے بے تعلقی ثابت ہوتی ہے۔ اس بحث کے چھیڑنے سے پیشتر اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ہلال ہو کیا چیز؟ اور فرمانروایان آل عثمان کو اس کے ساتھ کیا خصوصیت ہے۔

فی الحال ہلال دولت عثمانیہ کا معرکہ ہے اور یورپ مین یہ لفظ اس سے بھی عام کر کے اسلام کا معرکہ اور صلیب یعنی اُس معرکہ کا مقابل خیال کیا جاتا ہے جو مسیحی سلطنتون بلکہ دین مسیحی کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ یورپین مصنفین لکھتے ہین فلان سرزمین پر ہلال آیا اور معنی یہ لیتے ہین کہ اسلام آیا۔ حدود فرانس مین عربون کی فوج کشی کو ہلال کے آنے سے تعبیر کرتے ہین۔ حالانکہ اس واقعہ کو دولت عثمانیہ کی تاریخ سے کوئی علاقہ نہین۔

اسکے خلاف ہم اپنی اسلامی تاریخ اور اپنے مذہبی کارنامون مین ڈھونڈھتے ہین تو معرکہ ہلال کا بہت کم پتہ لگتا ہو آنحضرت صلعم نے عربی مخالفون کے مقابلے مین جو فوجین روانہ کین اُنمین جھنڈے البتہ تھے مگر کہین نہین ثابت ہوتا کہ اُنپر ہلال بنا ہوا تھا۔ اسکے بعد خلافت راشدہ کے دور اولین مین جسے ہم اپنے اعتقاد کی اصطلاح مین خیر القرون کہتے ہین جب سادہ مزاج عربی سپاہی توحید کی آواز بلند کرتے ہوئے دنیا کے وسیع میدانون مین پھیلنا شروع ہوئے ہین

تو اُسوقت بھی ہمین کسی اسلامی علم اور عربی بیرق مین ہلالی نشان کے ہونے کا ثبوت نہین ملتا۔ بنی اُمیہ و بنی عباس کے علمون کے رنگ کا حال تو ضرور معلوم ہوتا ہو۔ مگر اس امر مین تمام مورخین ساکت ہین کہ اُن علمون پر کوئی علامت بھی تھی یا بالکل سادے تھے۔

یون تو ہلال کا نشان خوبصورتی یا زیبائش کی غرض سے یا کسی مذہبی خیال سے بہت قدیم قومون مین بھی پایا گیا ہے۔ ہندؤن اسیریا والون اور رومیون مین بھی کسی نہ کسی قسم کی قومی یا دینی علامت ضرور سمجھا جاتا تھا لیکن سلطنت کا معرکہ یا حکمرانی کی علامت ہونے کی عزت اسے بظاہر اسباب دولت عثمانیہ کی برکت سے حاصل ہوئی بعض مورخین کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ فتح قسطنطنیہ سے پیشتر روم کی مشرقی شہنشاہی مین ہلال معرکہ سلطنت منتخب کیا گیا تھا۔ جب ترکون نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تو اُنھون نے بھی اپنے آپ کو قسطنطین اعظم کا جانشین ثابت کرنے کے لیے یہی معرکہ اختیار کر لیا۔ اور چونکہ بعد کے زمانون مین یورپ کی نظر مین ترک ہی اسلام کے اصلی حامی تھے لہذا وہ معرکہ جو اُنکے جھنڈون پر نظر آتا تھا عام طور پر اسلام کا معرکہ سمجھ لیا گیا۔

تاہم یورپ چاہے کچھ سمجھے ہم نے کبھی ہلال کو اپنا دینی یا قومی معرکہ نہین خیال کیا تھا ہندوستان کے مسلمان فرمانرواؤن کے بعض جھنڈون کی نوکو نیز نقرۂ ہلال بناکے نصب کر دیے جاتے تھے مگر محض زیبائش کے لیے لیکن اب اس زمانے مین انگریزی تعلیم اور انگریزی تاریخون نے ہمین بتایا کہ ہلال اسلام کا معرکہ اور مسلمانون کا قومی نشان ہو۔ انگریزی تصانیف پر ہماری نظر جسقدر زیادہ وسیع ہوتی گئی اُسی قدر ہمین زیادہ جوش کے ساتھ یقین آتا گیا کہ جو نسبت تثلیث کے ساتھ توحید کو ہے وہی نسبت صلیب کے ساتھ ہلال کو ہے۔ انگریزی کتابون مین ہم برابر دیکھتے ہین عیسائیون اور مسلمانون کا اتفاق صلیب و ہلال کے ملانے سے ظاہر کیا گیا ہو۔ اور جہان ان دونون کی مخالفت بتائی گئی ہے وہان یہ دونون معرکے ایک دوسرے کے مقابل مین قائم کیے گئے ہین بہر تقدیر اصل مین چاہے ہو یا نہو اور ہماری مذہبی تاریخ سے چاہے پتہ لگے یا نہ لگے مگر اس سے

انکار نہین کیا جا سکتا کہ یہ معرکہ ہمین انگریزون نے دیا اور ہم نے اُسے خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ اب ہمارے قبول کر لینے اور ہلال کی اصطلاح ہر مسلمان کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد ہمارے محترم حاجی صاحب ہمارے اولوالعزم خان صاحب اگر اسے ہم سے چھیننا چاہین تو شاید آسانی سے نہ چھین سکینگے۔ ہم اب ہندوستان مین اسے کونٹ کا معرکہ سمجھکے نہین استعمال کرتے ہین بلکہ دین اسلام اور اپنی خاص قومیت کا معرکہ خیال کرکے پھر کیا یہ آسان ہے کہ خان صاحب کیا معنی گورنمنٹ بھی ہم سے اس قومی علامت کو دور کر سکے۔ اصل یہ ہے کہ گورنمنٹ ہرگز اتنی تنگ خیال اور اتنی کوتہ اندیش نہین ہے جتنے کہ خیرخواہی کے محض ریائی جوش یا خوشامد کے خیال سے بعض ہمارے ہم قوم ہو جایا کرتے ہین اگر بالفرض خاص سلطنت عثمانیہ ہی کا معرکہ تصور کر لیا جائے تو بھی کسی کو روکنے کا کوئی حق نہین ہے اسلیے کہ گورنمنٹ نے غیر سلطنتون کے معرکون کے بنانے سے کبھی کسی کو منع نہین کیا ہے کلکتہ کے بعض تاجرون کی کوٹھیون پر محض نمایش کے لیے روس کا تاجدار ریچھ اور جرمن کا دو سرا عقاب بنا ہوا ہے خوشی کے موقعون یعنی ان اوقات مین جب کسی شہر کی رعایا کسی ایسے شاہزادے یا گورنر کا استقبال کرتی ہے اور ہر طرف صدہا جھنڈیان لگائی جاتی ہین تو اُن مین سب ہی سلطنتون کے معرکے اور خاصتہً ہلال و ستارہ ضرور بنایا جاتا ہے اور ہم نہین سمجھتے کہ کوئی برٹش حاکم کبھی اتنا کوتہ اندیش ہوا ہو کہ اس نے اُن جھنڈیون کو اُس بدگمانی کی نظر سے دیکھا ہو جس نظر سے کہ ہمارے جناب خان صاحب دیکھتے ہین۔

اگر سچ پوچھیے تو اُس سلطنت کے لیے جو اپنے آپکو سب سے بڑی اسلامی سلطنت اور مسلمانون کی سب سے بڑی حامی کے حقوق کی محافظ ظاہر کرتی ہو اُسکے لیے اس سے بڑا کوئی فخر نہین ہو سکتا کہ شیر برطانیہ کے دہن مین اسلامی ہلال پوری دلق سے چمکتا اور اپنی آزادی و سربزی کو ظاہر کرتا نظر آئے۔ اطاعت کا سب سے زبردست اور سچا اصول یہ ہے کہ کسی بات پر بدگمانی نہو تم سلطنت کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھو وہ بھی کبھی تم سے بدگمان نہو گی لیکن ہان اگر تم خود ہی بدگمانی کرو گے تو قبل اسکے کہ حکومت کو خیال ہو تم خود اپنے آپکو مشتبہ ثابت کر دو گے۔ ہمارے حاجی صاحب نے یہ احتیاط کی ہدایت نہین کی ہے بلکہ خود اپنے دل کے چور کو ظاہر کیا ہے مگر مین کمال ادب سے انھین اطمینان دلاتا ہون کہ جتنے بدگمان آپ ہین اتنی بدگمانی ہماری منصف گورنمنٹ مین نہین ہے۔

قربت و مواصلت

اچھی صورت کے لدادہ اور رخ زیبا پر سو جان سے فدا ہونے والے شاکی ہین کہ جس پیاری صورت کی تمنا و آرزو دل مین لیے بیٹھے ہین نظر سے دور اور پہلو سے جدا ہے۔ ہجران نصیبی مین تڑپتے تڑپتے عمر پوری ہونے کو آگئی اور اس بے وفا جفا شعار کا وعدہ نہ پورا ہونا تھا نہ ہوا۔ خیر۔ ان کی بیتابی و بیقراری اور رونا دھونا ایک حد تک بجا ہے۔ اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ غیر وا جبی ہے۔ اس لیے کہ غریب دل کے ہاتھون عاجز ہین طبیعت کو ہزار روکتے ہین نفس پر لاکھ جبر کرتے ہین مگر یہ ظالم نہین مانتا۔ اور جس قدر زیادہ سنبھالنے کی کوشش کرتے ہین اُسی قدر زیادہ وحشت ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ نہین سمجھ مین آتا کہ ناز آفرین دلرباؤن اور گل رخسار حسینون کو کیا ایسی ضد پڑگئی ہے کہ ان کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھنا بھی گویا گناہ سمجھتے ہین؟ آخر زندگی کے ضروری تقاضون سے وہ بھی مستثنیٰ ہین۔ سیر و تفریح کے لیے وہ بھی گھر سے نکلتے ہین۔ دوست آشناؤن سے ملتے ہی ہین۔ زندہ دل جلیسون اور بذلہ سنج ہم صحبتون مین بیٹھ کے لُطف اُٹھاتے ہی ہین۔ بہتون پر مہربان بھی ہین اور ملنے کو بھی جاتے ہین۔ اکثرون سے راہ و رسم اور اصول معاشرت نباہنے کے لیے اُن کی بازدید کو بھی ضروری خیال کرتے ہین۔ پھر کیا بات ہے کہ سب کے حال پر تو مہربانی و شفقت ہے۔ اور نہین تو ایک اپنے چاہنے والے کے حال پر۔ ساری دنیا سے مانوس ہین۔ اور نہین ہین تو اپنی شمع جمال کے پروانون سے؟ جس گلی مین عشرت کدۂ جانان ہے وہان سب ہی آتے جاتے ہین۔ جس کا

جی چاہتا ہے اُدھر سے گذر جاتا ہے۔ ایک نازک لوک سے [illegible]
دست دادہ بدنصیبون کی جو اُسے جنت الفردوس سے زیادہ اعلیٰ امید و
آرزو کا قبلہ بتاتے ہین؟ بنی عامر کے قبیلے یا لیلے کے پری خانے کے نہیں
پاس جس کا جی چاہتا چلا جاتا۔ نہ جانے پاتا تھا تو قریب قیس عامری جو صرف محبت کا محرم تھا!
کوہ بے ستون پر جان شیرین کی بہار حسن نظر آسکتی تھی کسی کے جانے کی روک
تھام نہ تھی۔ ایک ممانعت تھی تو فرہاد کے لیے۔ جو بیچارہ دل ہاتھ سے کھو چکا تھا۔
واقعی یہ نہایت غور طلب مسئلہ ہے۔ اور بہت مشکل سے سمجھ مین آسکتا ہے چھوڑ
صرف شکایت کرتے رہ گئے۔ اور دل از دست دادہ عشاق نے سوا رونے پیٹنے
اور بیتابی و بیقراری ظاہر کرنے کے کوئی کام نہ کیا؟ - اسی وجہ سے یہ معمہ حل ہونے
کو رہ گیا۔ اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ وہ نہیں ہے تو ہمارے ہی مقابلہ مین کیون؟ پیاری صورت
پر فدا ہونے۔ بانکی ادا پر جان دینے کا یہی صلہ ہے کہ نہ ملنے کی قسم کھالی جائے؟
ہماری صحبت اتنی بُری ہے کہ اُس سے بچنے کے لیے اچھی صورت والے انتہا درجے
کی بداخلاقی اور جھوٹ بولنا یعنی وعدہ خلافی تک گوارا کرلین؟-

لیکن اِس معمہ کو حل کرنا ہے تو ہمین شاعرانہ دفتر شکایت کھولنے اور عاشقانہ
زاری و نالی دونون باتون سے قطع نظر کرکے آپ کو ذرا متین بنانا۔ اور ایک فلسفی
کی حیثیت سے غور کرنا چاہیے۔ ان رموز کو نہ شاعری حل کرسکتی ہے اور نہ عشق
بازی۔ بلکہ یہ فلسفہ کا کام ہے۔ افسوس کہ سلف سے آج تک تیر نظر کے زخمیون
اور زلف گرہ گیر کے اسیرون نے کبھی اس طرف توجہ نہ کی کہ گھڑی بھر کو ذرا متین
بن کے اور اپنے ولی جوش کو دل مین دبا کے اِس مصیبت اور اِس بے رُخی بیجا
کا حقیقی رمز دریافت کرلیتے۔ مگر اُن کا یہ عذر بھی بیجا اور بے پروائی سے ٹالنے
کے قابل نہیں کہ دل کے ہاتھون اور بیتابی و بیقراری کی بدولت نہ اُن مین اتنا
صبر تھا کہ متین بنتے اور نہ اتنا ہوش تھا کہ ذہن و عقل سے کام لے کے کوئی
رائے قائم کرتے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ پیاری صورت اور نشیلی آنکھون والے جن پر ہم جان
دیتے ہین اور جنھین سادگی کی وضع مین اور خود فراموشی کی ادائین ظاہر کرتے

دیکھو کے ہم اکثر بھولا کہ دیا کرتے ہین بڑے عقلمند اور ہم سے بدرجہا زیادہ ہوشیار ہین۔ وہ ہم سے زیادہ اس بات کو جانتے ہین کہ اُن کی نگاہ غلط انداز کا کون سا تیر کلیجے کے پار ہو کے کام تمام کر دے گا اور کون صرف کلیجے مین پیوست ہو کے رہ جائے گا اور فقط بسمل بنا کے چھوڑ دے گا۔ نگاہ کا تیر کتنی دور سے کیا کام کرتا ہے؟ اور حسن کا جلوہ فاصلہ پر زیادہ موثر ہوتا ہے یا نزدیک سے؟ کس ادا پر لوگ کلیجا ہاتھون سے تھام لین گے؟ اور کس ادا پر تڑپنے اور لوٹنے لگین گے۔ اُن کی اس واقفیت اور دنیائے حُسن و عشق کی اس صحیح معلومات ہی نے انھین یہ بھی سکھا دیا ہے کہ اپنے چاہنے والون سے یا صاف صاف کیون کہین کہ ہم سے ایسا برتاؤ کرین۔

اے فراق یار کا صدمہ اُٹھانے والو۔ اپنی یہ بیقراری چھوڑ کے ایک گھڑی بھر کے لیے ادھر متوجہ ہو۔ اور سُنو کہ تمھارے دلربا دل لینے کے بعد کیون رُکھائی و سرد مہری کرتے ہین۔ تم کو اکثر تجربہ ہوا ہوگا کہ ہر چیز اُسی وقت تک بھلی معلوم ہوتی ہے جب تک دور سے۔ مثل مشہور ہے کہ "دور کی ڈھول سُہانے" تم خود آنکھون سے دیکھ لو کہ ایک خوبصورت عمارت جتنی بھلی دور سے ہے۔ نزدیک سے نہین۔ ایک ذرا سا بھی پھول جب تک دور ہے۔ بھلا ہے۔ اور جہان اُس کے پاس گئے معمولی ہو گیا۔ کسی پیارے گلے کی دلخراش تانین دور سے جب ہوا مین گونجتی ہوئی آتی ہین تو کس طرح دل کو برماتی ہوئی نکل جاتی ہین۔ مگر وہی پیاری پاٹ دار آواز پاس سے سُنیے تو لاکھ دلچسپ و خوش آیندہ ہو مگر وہ بات کہان کہ ہر ہر تان کلیجے کو کھینچنے لگے۔ اور گلے کا ہر موڑ دل کے ٹکڑے اُڑا دے۔ فاصلہ اور بُعد وہ چیز ہے کہ اچھی تو اچھی بُری چیزون کو بھی پُر لطف اور دلفریب بنا دیتا ہے۔ ناہموار کوہستان۔ گھنے اور پیچیدہ جنگل۔ لق و دق صحرا اور اس کے گویا سانچے مین ڈھلے ہوئے بالو کے تودے دور سے کس درجہ بھلے معلوم ہوتے ہین۔ یہان گھر بیٹھے اُن کے منظر کا خیال کرو تو خیال کی آنکھون کے سامنے کیسے کیسے خوش نما اور پُر لطف سین پیش ہوتے ہین؟ مگر اُن کے اندر جاؤ۔ چٹانون کی ٹھوکرین کھاؤ۔ درختون سے ٹکراؤ۔ جھاڑیون

بیچ الجھو۔ اور وحشت بڑھنے کی تشنگی کا مزہ اُٹھاؤ تو معلوم ہو کہ اصل نعمتیں
کیا ہین اور یہ بھی یا بھلی کیسی چیزین ہین۔

آسمان کی بہار تم روز دیکھا کرتے ہو۔ آفتاب کی روشنی کن کن ضروری چیزون
پر تمھارے کام آتی ہے؟ چاند نے تمھاری کن کن صحبتون کے لیے اپنا چاندنی کا فرش
بچھایا ہے؟ اور یہ رات کے جگمگاتے ہوے تارے کیسی کیسی لطف و مسرت اور جوش و
خروش کی حالتون مین تمھارے کام آتے ہین؟ مگر یہ فقط دور کی نمائش ہے۔ ہیئات والون نے
تحقیق و تنقیح کے بعد صاف بتا دیا کہ آفتاب ایک جلتا ہوا انگارا۔ چاند ایک ایسا بجھا ہوا
کرہ جہان کوئی زندہ نہین رہ سکتا۔ اور یہ تارے زیادہ سے زیادہ اچھے ہین
تو ویسے ہی ہین جیسا کہ یہ تمھارا اونچا نیچا نشیمن خاکی یا کرۂ ارض ہے۔ دور سے
جس طرح زہرہ و مشتری اپنی روشن صورت دکھا کے تمھاری صحبت عیش مین
جان ڈال رہے ہین۔ اسی طرح اگر ان کرون مین کوئی یار مہ جبین کو پہلو مین لے
کے لیٹا ہوگا تو یقیناً تمھارے اس تیرہ خاکدان عنصری نے بھی اُسے کچھ ایسا
ہی لطف دیا ہوگا۔

انصاف سے پوچھو تو دنیا مین کچھ قدر و قیمت ہے تو کمی یا نہ ہونے کی۔ پانی کی قدر
اُنھی ملک والے خوب جانتے ہین جنھین ایک ایک قطرہ زحمت اور جان
سے ہاتھ دھو کے ملتا ہے۔ غلہ کی ضرورت اُنھی سرزمین والون کو معلوم ہوتی
ہے جو غریب قحط مین مبتلا ہین۔ دولت کی خوبیان دولت مند نہین جانتا بلکہ
وہ جانتا ہے جو مفلس ہے اور دولت مندی کے کرشمے الگ سے اور دور سے
بیٹھ کے دیکھتا اور حسد کرتا ہے۔ اسی طرح ایک دولت مند کو جو ہر وقت غرض مندون
اور دھوکا دے کے تباہ کرنے والون مین گھرا ہوا ہے اور صدہا افکار
و تردداتِ مین مبتلا ہے غربت کی آزادی و بے فکری اور غریب کی سادگی
و فارغ البالی پر رشک ہے۔ شہر والے دیہات کی کھلی فضا۔ کھیتون کے لہلہانے
اور موسمون کو یاد کر کے اپنی حالت پر افسوس کرتے ہین۔ اور دیہات والے شہر کی
عالی شان عمارتون۔ بازارون کی رونق۔ اور سڑکون کی چہل پہل کو ترستے ہین۔
بچے کو تمنا ہے کہ جوان ہو اور جوانی کے ولولون سے فائدہ اُٹھائے۔ اور جوان

چلا رہا ہے کہ ہائے بچپن کا بے فکری و بے غمی کا زمانہ پھر نہ نصیب ہوگا۔

الغرض سارا عالم زبانِ حال سے کہہ رہا ہے۔ اور دنیا اپنی وضع و حالت سے بتا رہی ہے کہ اچھی وہی چیز ہے جو ہم سے دور یا ہمارے پاس نہ ہو۔ یہی نہین ہم دیکھتے ہین کہ جو چیز جتنی زیادہ دور ہوتی جاتی ہے اُتنی ہی اُس کی خوبیان بھی بڑھتی جاتی ہین۔ دور کے بد قطع درخت پاس کے خوش رنگ پھولون سے بھی زیادہ دلکش ہوتے ہین۔ اِس کا تجربہ تم انسانون کے باہمی تعلقات مین بھی کر سکتے ہو۔ جس کسی کا نام کسی خاص فن یا خاص امر مین مشہور ہو جاتا ہے اور شہرت ساری دنیا کو اُس کا مشتاق بنا دیتی خود اپنے قریب والون اور اپنے شہر مین ہر دلعزیز نہین بن سکتا۔ بہت سے سچے جان باز و جان نثار یا بڑے بڑے باکمال اساتذۂ فن اور جادو نگار دنیا مین موجود ہین مگر اُن کی طرف خود اہل وطن کو ہرگز وہ توجہ نہین ہوتی جو کسی دور کے عالم ادیب یا اور کسی فن کے باکمال کی جانب ہوتی ہے۔ یہ کیون؟ اِس لیے کہ دور والے کی خوبیان ہی سُنی ہین اور اِتنی قربت نہین حاصل کہ اُس کے عیوب پر بھی نظر ہو۔ بخلاف اِس کے نزدیک والے کے ہنرون کے ساتھ اُس کے عیوب سے بھی آگاہ ہین یہ اِسی چیز کی برکت ہے کہ ہم قدما اور متقدمین کی زیادہ قدر کرتے ہین اور معاصر باکمالون کی کچھ ہستی نہین سمجھتے! اور اِسی کا نتیجہ ہے کہ کسی انسان کی قدر خود اپنے وطن مین نہین ہوتی۔

یہی حالت دیکھ کے کہ نزدیکی و مواصلت اِنسان کی قدر و قیمت کو کم کر دیتی ہے اِن ناز آفرین دلربا ؤن کو بھی یہی مناسب معلوم ہو کہ جس کسی پر اپنی نگاہ ناز کی بجلیان گراتا ہون۔ اور جسے اپنے خنجر مژگان سے شہید کرتا ہو اُس سے دور ہی ہین۔ وہ خوب جانتے ہین کہ چاہنے والون اور عشق و محبت کا دعوے کرنے والون کا سارا جوش و خروش اُسی وقت تک ہے جب تک دور ہین اور ایک جھلک دیکھ پانے کو بھی ترستے ہین۔ ذرا بے تکلفی سے پاس اُٹھنے بیٹھنے لگے صحبت بڑھی۔ ملنے جلنے مین آسانیان پیدا ہوئین اور یہ سارا ذوق و شوق اور تمام بیتابی و بیقراری تشریف لے گئی۔

سعید بن مسجح

شاعری اور موسیقی دونون فن فطری جذبات کے تابع ہین - اور ہر سرزمین اور ہر ملک مین خودبخود پیدا ہو جایا کیے ہین - یون تو ہر فن اور دنیا کی ہر ترقی فطرت کے تابع اور نیچر کی ضرورتین پوری کرنے کے لیے ہے - مگر ان فنون کو فطرت اور قدرتی جذبات انسانی سے بلاواسطہ اور بہت قریبی تعلق ہے لیکن باوجود اس کے ہم حیرت سے دیکھتے ہین کہ عرب کے ابتدائی دور اور جاہلیت کے سارے زمانے مین جس قدر ترقی شاعری کو ہوئی تھی موسیقی کو نہین نصیب ہوئی - اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ عربیہ عورتین اکثر خوشی کے موقعون پر دف بجا بجا کے گاتی تھین - یا غم کے محل پر اپنے صدمات دلی ظاہر کرنے کے لیے خود اپنے تصنیف کیے ہوے مرثیون کو نہایت سوز و گداز کے سرون مین گا گا کے سنایا کرتی تھین مگر نہین - جس چیز نے ذوق شاعری بڑھا کے نابغہ ذبیانی اور امرأالقیس کے ایسے باکمال شعرا پیدا کیے وہ چیز موسیقی کی دنیا مین نہ تھی - کہ جاہلیت مین ایک بھی ایسا موسیقی دان پیدا ہو جاتا کہ اس کا نام آج تک زندہ اور باقی رہتا - باضابطہ موسیقی جس کے کمالات نے اسلام کے ابتدائی دور اور خلافت کے باوقعت دربارون مین رونق کر دی - جس کی بدولت اسحق موصلی کے ایسے صاحب کمال نے بغداد مین اور زریاب کے ایسے مجتہد فن نے قرطبہ مین مقبولیت عامہ حاصل کی اس کا پتہ جاہلیت کے زمانے مین نہین لگتا - اور اس کا مجتہد یہی نامور شخص ہے جس کا نام ہمارے اس مضمون کی پیشانی پر اپنے زندۂ جاوید ہونے کا ثبوت دے رہا ہے -

سعید بن مسجح ایک تکی نژاد شخص تھا - ابو عثمان کنیت تھی - اور ان خوش نصیب غلامون مین تھا جو ابتداءً تو شرفاے عرب کی خدمتگزاری کو لائے گئے تھے مگر آخر مین ترقی کر کے اور شہرت حاصل کر کے خود اپنے آقاؤن کے لیے موجب فخر و ناز بن گئے - عربی تاریخ مین یہ خاص بات ہے کہ ابتداءً تو جب ترقی کر جوش مین وہ اٹھے تو دنیا کے بڑے بڑے معزز لوگون کو اپنا غلام بنا لیا مگر اس

جوش کے فرو ہونے کے بعد جب وہ میدان سے بچے تو تمام لیاقتین اور اکثر کمالات بعض غلاموں میں تھے۔ اور آخر ایک دن ایسا آیا کہ اپنی ذاتی مستعدی و محنت کی بدولت وہی غلام اُن کی قسمت کے بھی مالک تھے۔

سعید کو قسمت نے کس قبیلہ عرب کا غلام بنایا۔ اس میں اختلاف ہے بعض بنی جمح کو بتاتے ہیں بعض بنی نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو۔ اور بعض بنی مخزوم کو مگر جو قبیلہ یا اُن میں سے جو شخص ہو تھا بڑا خوش نصیب کہ ایسا غلام ملا جس کا نام قیامت تک نہ مٹے گا۔

عرب کے اس نامی گرامی اور یہانیہ مغنی کی نسبت کہتے ہین کہ بچپن میں ایک خوش شکل و خوش رو تھا چہرے کی رنگت زرد تھی جو رنگ کہ عربون کو بہت پسند یدہ تھا۔ مگر اُسے بعض لوگ سیاہ فام اور حبشی بتاتے ہیں۔ خیر رنگت جاہے جیسی ہو خدا نے ذہن بہت اچھا دیا تھا واقعی وہ نہایت ہی دانا۔ ذکی۔ اور طبیعت دار شخص تھا۔ انھیں اوصاف کے لحاظ سے آقا کو اُس سے بڑی محبت تھی۔ اور بچپن ہی میں اُس کی طبع خداداد کے جوہر دیکھ دیکھ کے اکثر کہا کرتا تھا "وہ اس لڑکے کی یقیناً کوئی خاص شان ہونے والی ہے۔ اور یہی وجہ ہے میں اُسے آزاد نہیں کرتا۔ اگر زندہ رہا تو اس کے ذریعے سے ناموری حاصل کرون گا۔ اور اگر مر گیا تو ابھی سے کہے دیتا ہون کہ میرے مرتے ہی یہ آزاد ہے"

چند روز بعد اتفاقاً اُس نے اپنے اس ہونہار غلام کو ابن رقاع عاملی کے یہ شعر گاتے ہوئے پایا۔

اَلَمْ عَلٰی طَلَلٍ عَفَا مُتَقَادِمِ	بَیْنَ الْکُلَیْبِ وَ بَیْنَ غَیْبِ النَّاعِمِ
لَوْلَا الحَیَاءُ وَ اَنَّ رَأسِیْ قَدْ عَفَا	فِیْهِ الْمَشِیْبُ لَزُرْتُ اُمَّ الْقَاسِمِ

فوراً پاس بلا کے کہا "ہان ذرا پھر تو گاؤ" سعید نے اب جو گایا تو پہلے سے بھی زیادہ سنبھال کے اور زیادہ لے داری کے ساتھ۔ پوچھا "اس فن کو تم نے کیونکر اور کہان سیکھا؟" جواب دیا "ان عجمیون کو مین نے فارسی شعر گاتے سُنا تھا۔ اُن کی دھن بھلی معلوم ہوئی۔ لہٰذا اُسے کوشش کر کے مین نے ان عربی اشعار مین قائم کیا"۔ یہ

عـه مین مقام کُلیب اور غیب الناعم کے درمیان منہدم آثار اور کھنڈرون پر کے فروکش ہو رہا ہون اور اگر شرم اور سر کے بہت بالون کا سفید ہو جانا مانع ہوتا تو اُم قاسم (معشوقہ) کا جلوہ دیکھنے کو جاتا۔

جواب سنتے ہی نیک دل آقا نے کہا "یہ وہی بات ہے جس کی وہ اکثر پیشین گوئی کیا کرتا تھا۔ خیر اب اِس وقت سے تو آزاد ہے۔ اور تجھے اختیار ہے کہ جو چاہے کرے یا جہان چاہے رہے۔"

ابن مسجح کو حبشیوں کا گانا سننے کا کب اور کیونکر موقع ملا اِس کے متعلق دو روایتین بیان کی جاتی ہین۔ ایک تو یہ کہ جناب معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے مکہ کے مکانات از سرِنو تعمیر کرانے چاہے۔ اِن مکانات کا پورا احاطہ رقط کے نام سے مشہور تھا جو راستہ خانہ کعبہ کی مسجد سے حضرت عمر کے مسکن کو گیا ہے اُسی کے کنارے بائین جانب یہ عمارتین واقع تھین۔ جن مین سب سے پہلا مکان دار البیضا کہلاتا تھا۔ اور دار الحمام پر جا کے یہ عمارت ختم ہو گئی تھی۔ جناب معاویہ کو مسند خلافت اور نیز ارض شام کی حکومت نے یہ موقع رکھا تھا کہ اِن خاندانی مکانون کی تعمیر کے لیے جیسا اہتمام چاہین کرین چنانچہ حدود عراق کے فارسی معمارون کو اِس کام پر مامور کیا تاکہ اِس جدید عمارت کی خوشنمائی مین کوئی دقیقہ نہ فروگذاشت ہو۔ ان کاریگرون کا معمول تھا کہ کام کرتے جاتے تھے اور گاتے جاتے تھے۔ اور اسی وجہ سے مکہ مین ان کے نغمون نے ابن مسجح کو بھی موسیقی کی طرف توجہ کرنے کا موقع دیا۔

مگر دوسری مشہور اور زیادہ مستند روایت یہ ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے جب خانۂ کعبہ کو از سرِنو تعمیر کیا ہے تو اس مقدس و متبرک کام کے چھڑتے وقت ابن مسجح کو موسیقی کا شوق کرنے اور عجمیون سے دلچسپ و دلکش دھنین حاصل کرنے کا موقع ملا۔

خانہ کعبہ کی اس تعمیر کا واقعہ یہ ہے کہ جن دنون شام والون کی فوجین خانۂ کعبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھین۔ اور عبد اللہ بن زبیر محصور تھے تو ایک رات کو کچھ شور و ہنگامہ ہوا۔ اور مشہور ہو گیا کہ اہل شام نے یورش کر دی رات اندھیری تھی۔ ہوا کا زور و شور تھا۔ ابر گھرا ہوا تھا۔ بادل گرجتا تھا۔ اور بجلی چمکتی تھی۔ ایسی حالت مین اس افواہ نے لوگون کو بدحواس کر دیا۔ آخر اس امر کے دیکھنے کے لیے کہ شامی سپاہی کدھر سے آرہے ہین ایک جلتی ہوئی مشعل نیزے کی نوک مین باندھ کے بلند کی گئی۔ اتفاقاً ہوا کا ایک بہت ہی تیز

جھونکا آیا۔ اور وہ مشعل تیزی سے کھل کے غلاف کعبہ پر جا گری۔ اس کا گرنا
تھا کہ غلاف نے اور پھر خود عمارت کعبہ نے آگ پکڑ لی۔ اور شعلے بلند ہوئے۔
ہر طرف سے لوگ دوڑے اچھی طرح سے آگ کو بجھائین۔ مگر بالکل بے سود ہوا۔
اور رات ہی بھر مین کعبے کی تمام عمارت جل کے مسمار ہو گئی۔ اس خوفناک واقعے کا جو
اثر مسلمانون کے دل پر پڑا ہوگا بیان سے باہر ہے۔ لوگ ڈرے اور سہمے ہوئے
تھے کہ دیکھیے کیا غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ خود ابن زبیر کی یہ حالت تھی کہ
سجدے مین پڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے "بار الٰہا! مین نے جو کچھ
کیا جان کے نہین کیا۔ اپنے بندون کو ہلاکت سے بچا"! خیر اس کے بعد جب ذرا
دہشت کم ہوئی تو ابن زبیر نے تعمیر کا اہتمام کیا۔ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ
عبداللہ بن زبیر کے سامنے فرمایا تھا کہ قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اصلی عمارت
مین بہت سے تغیرات کر دیے ہین۔ الغرض آپ نے اصلی عمارت کعبہ اور خاص
ابراہیمی خانۂ خدا کی جو نشانیان اور حدین بتائی تھین انکا پورا پورا لحاظ کر کے
خانۂ کعبہ کو از سر نو بنا کے کھڑا کر دیا۔ اس فعل مین زیادہ تر رومی و فارسی معمار
تھے جو غالباً شام سے بلائے گئے تھے۔ اور انھین کی دلچسپ تانین سن کے
ابن مسجح نے اپنے ذوق و اجتہاد سے عربی موسیقی مین اصلاح کی۔

مگر صاف ظاہر ہے کہ ابن مسجح نے اسوقت تک جو کچھ ترقی کی تھی خود رو
خود پیدا اور بے اصولی تھی۔ مگر اب آقا سے سند آزادی مل گئی تو شوق سے
گھر اسکے کو خیرباد کہی۔ اور ارض شام مین جا کے بڑے بڑے مسیحی مغنیون سے
فارسی و رومی زبان کی دھنین سیکھین۔ قدیم روما کے اصول موسیقی مین مہارت حاصل کی
بربط و چنگ بجانے مین دستگاہ پیدا کی۔ اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے
بعد عراق کی راہ لی۔ اور ایران مین آیا۔ یہان کے باکمال ماہرین موسیقی
کی شاگردی کی۔ اُن کا مذاق موسیقی معلوم کیا۔ اُن کی لَے اور اُن کی دھنین اپنے
گلے مین اُتارین۔ اور جب گانے بجانے مین پورا کمال حاصل کر لیا تو اپنے
بادیہ پیما اونٹ کی گردن وطن اور ارض حجاز کی طرف پھیری۔ اور پھر مکہ معظمہ
مین آ کے سکونت پذیر ہو گیا۔

اس وقت تک ابن مسیحج کی ترقیون کا تعلیمی زمانہ تھا یعنی ہر جا اور مختلف اقوام کی موسیقی اور اُنکی پسندیدہ دُھنون کو حاصل کر رہا تھا۔ اور معلومات کا ذخیرہ وسیع کرتا جاتا تھا۔ مگر اب مکے مین آکے اُسکے کمالات کا دوسرا عہد یعنی اجتہادی ترقی کا زمانہ شروع ہوا۔ اب وہ یہ کر رہا تھا کہ جن دُھنون کو عربون کے مذاق اور اُن کی طبیعت کے موافق پاتا عربی اشعار مین قائم کرتا۔ اور اس دلکشی سے ادا کرتا کہ لوگ حیرت مین رہ جاتے اور عش عش کرنے لگتے۔

اب اہل مکہ اور خصوصاً جوانان حجاز کو ابن مسیحج کے نغمات مین اس قدر انہماک ہو چلا تھا۔ کہ ہر جگہ اُس کی دھوم تھی۔ اور ہر صحبت اُس کی تانون کے بغیر بے مزہ ہوتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ چارون طرف مشہور ہو گیا کہ یہ میان صاحب کمال مغنی مکے کے خاندانون اور قریش کے نوجوانون کو تباہ کیے ڈالتا ہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر دار الخلافت دمشق اور وہان بھی خاص عبد الملک بن مروان کے کانون تک پہونچی جو بنی اُمیہ مین سب سے بڑا اُولو العزم اور بیدار مغز خلیفہ تھا۔ عبد الملک نے فوراً اپنے عامل مکہ رحمان اشقر کے نام فرمان بھیجا کہ ابن مسیحج کی تمام جائداد اپنے قبضہ مین کر لو۔ اور اُسے میرے پاس بھیجو۔ فوراً ابن مسیحج کی تمام جائداد پر سرکاری قبضہ ہو گیا۔ اور وہ مجرمون یا فریادیون کی حیثیت سے ملک شام کو روانہ ہوا۔ شہر دمشق مین پہونچ کے مسجد جامع مین اُترا۔ اور لوگون سے دریافت کیا کہ "امیر المومنین کے پاس کن لوگون کی زیادہ آمد و رفت ہے؟ اور کون کون لوگ اُن کے مزاج مین درخور رکھتے ہین؟" لوگون نے چند معزز و صاحب اثر اموی و قریشی رئیس زادون کے نام بتا دیے۔ اتنا پتہ پاتے ہی وہ سیدھا اُن کے دروازون پر جا پہونچا۔ اور صاحب سلامت کے بعد پوچھا "ایک اجنبی غریب الوطن کو اپنا مہمان بنانے مین آپ کو تامل تو نہ ہوگا؟"

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ صدہا بلکہ ہزارہا اہل حجاز اپنی غرضین لے لے کے دمشق پہونچا کرتے تھے۔ لہذا کسی اجنبی نووارد کو وہان ایک معزز و صاحب مرتبہ میزبان مل جانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بخصوص ابن مسیحج کے سے حقیر صورت شخص کو جو بچپن کے خلاف اب نہایت ہی کم رو واقع ہوا تھا۔ اور دیکھنے

والے کے دل میں اُس کی کچھ بھی وقعت نہیں قائم ہو سکتی تھی۔ اسی طرح یہ ہوا کہ جن تین قریشی رئیس زادون سے اس کی مغنی سے مہمانی کی آرزو کی وہ اس روز برق الافق نام دمشق کی ایک مشہور گانے والی کے وہان ایک پُر لطف صحبت عیش مین جو سے تھے۔ دو کو تو یہ درخواست ناگوار ہوئی۔ مگر تیسرے شخص نے مہمان کو پھیرنا بُرا جان کے حامی بھر لی۔ اور اپنے دونون دوستون سے کہا "اب برق الافق کے وہان آپ ہی جائیے مین تو اس مہمان کے ساتھ گھر ہی رہون گا۔" اُن دونون نے کہا "کوئی مضائقہ نہین تم بھی چلو۔ اور اپنے مہمان کو بھی لیتے چلو۔" اس طرح محض اتفاقی طریقے سے ابن مسجح جس روز دمشق مین پہونچا اُسی روز ایک صحبت رقص و سرود مین شریک ہوا۔

برق الافق کے گھر مین پہونچ کے ابن مسجح نے کہا "مین ایک حقیر اور کالا کلوٹا آدمی ہون۔ شاید لوگون کو میرے ساتھ بیٹھنا ناگوار ہو۔ لہذا مین الگ جوتون کے پاس بیٹھا جاتا ہون اور وہین مجھے کھانا بھی دے دیجئے۔" یہ عجیب درخواست نہ مانی جاتی مگر اُس کے اصرار سے مان لی گئی۔ اور وہ نہایت ذلیل حیثیت سے اور ذلیل مقام مین بیٹھ گیا جب کھانے پینے سے فراغت ہو گئی۔ اور دور شراب چلنے لگا۔ تو دو خوبصورت عورتین درمیان مین ایک چوکی پر آکے بیٹھین اور گانے لگین جب وہ گا بجا چکین تو ایک اور نہایت ہی حسین و نازنین عورت اُس چوکی پر آکے بیٹھی۔ پہلی وہ دونون گانے والیان نیچے اُتر کے اُس کے قریب ہی داہنے بائین زمین پر بیٹھ گئین۔ ابھی اُس نے گانا نہین شروع کیا تھا کہ ابن مسجح نے وہین جوتون کے پاس سے بیٹھے بیٹھے اُس کے حُسن کی تعریف مین ایک شعر پڑھا۔ اس پر وہ بہت بگڑی۔ اور بولی "اب مین ایسی گئی گذری ہو گئی کہ ایسا ذلیل و بیہودہ غلام میری تعریف مین شعر پڑھتا ہے۔" ابن مسجح کی اس حرکت کو اور لوگون نے بھی ناپسند کیا۔ اور سب نے اُس پر تیز اور ناگواری کی نظرین ڈالین۔

اب اُس نازنین نے ایک چیز شروع کی۔ اور گلے بازی کا لطف دکھا رہی تھی کہ آپ نے پھر زبان کھولی۔ اور اُسی جگہ اور اُسی وضع سے بولے "واہ!

کیا خوب گاتی ہو! یہ سنتے ہی خود بدر الافق جو اس نازنین کی مالک اور گھر کی میزبان تھی اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی جھنجھلا کے بولی اُٹھی "ایسے غلام اور ذلیل لوگ میری اس دلربا لڑکی کی تعریفیں کرینگے تو بھلا میری کیا اصل و حقیقت رہ جائے گی؟ یہ تو شریفون سے ملنے کے قابل نہ رہوں گی" آخر اُس شخص سے جو آپ کو ہمراہ لایا تھا مجبور ہو کے کہا "واہ حضرت! آپ نے تو سب لطف و مزہ کر دیا! بس اب مہربانی کر کے اُٹھیے اور میرے گھر پر تشریف لے جا کے ٹھہرئیے تھوڑی دیر میں میں بھی آتا ہون" حاصل اپنے میزبان کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جانے کو تھے کہ سب نے روکا۔ اور کہا "وہ میں ایسی بے تمیزی ہم لوگون سے نہیں ہو سکتی۔ نہیں حضرت آپ شوق سے بیٹھیے۔ مگر ہان ذرا آداب صحبت کا خیال رہے" سب کو اصرار کرتے دیکھ کے آپ پھر بیٹھ گئے۔ مگر اسی جگہ پر۔

اب اُس نازنین نے پھر گانا شروع کیا۔ وہی جا۔ تا نہیں لیتے پائی ہو گی کہ آپ نے چلا کے کہا "غلط! بالکل غلط۔ اجی حرامزادی جوانہ نہیں ہوتی" یہ کہنے کے آپ نے جو اُس چیز کو گایا تو وہ نازنین جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور بولی "یہ وہ اور کسی میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ خدا کی قسم یہ ابوعثمان سعید بن مسجح ہیں" لوگون نے حیرت سے ان کی صورت دیکھنا شروع کی۔ اور پوچھا "کیا حقیقت یہی ہے" آپ نے کہا "ہان ہون تو وہی شخص جس کا اُس نے نام لیا مگر اب یہان نہیں ٹھہر سکتا" یہ کہہ کے اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ اب کیا تھا۔ لوگ گرویدہ ہو گئے اور چارون طرف سے خوشامدین ہونے لگین۔ جتنے قریشی لوگ شریک صحبت تھے اُن میں سے ہر ایک نے تمنا کی کہ میرے ہان چل کے فروکش ہو جیے۔ مگر ابن مسجح نے انکار کیا۔ اور کہا "میں تو اُس کا مہمان ہو چکا ہو تم سب کا شکر ہے" سب نے کہا "اچھا یہ تو بتائیے کہ یہان آنے کا کیونکر اتفاق ہوا" اُنھون نے ساری سرگذشت بیان کی۔ اور اپنی مظلومی کی داستان کہہ سنائی۔

اس کے بعد اس قریشی شخص نے جس کے مہمان تھے کہا "میں آج ہی رات کو امیرالمومنین کی صحبت میں جاتا ہون۔ اور میرا مکان امیرالمومنین کے

محل کے محاذی واقع ہوا ہے۔ اگر انھین شگفتہ و خوش مذاق پاؤن گا تو آپ کو بلوا لونگا۔ انھون نے کہا بہتر۔ چنانچہ وہ گیا۔ اور عبدالملک کو خوش طبع اور بشاش پاکے ان کے پاس آدمی بھیج دیا۔ یہ گئے اور محل کے نیچے کھڑے ہوکے حُدی خوانون یا ساربانون کی دُھن مین چند اشعار گانے جو خلیفہ کی مدح مین تھے۔ عبدالملک نے چونک کے اپنے قریب شخص سے پوچھا "یہ کون شخص ہے؟" اُس نے کہا "ایک حجازی شخص ہے جو میرے یہان آکے ٹھہرا ہے" عبدالملک نے کہا "تو اسے یہان بلواؤ" فوراً حاجبون اور چوبدارون نے ابن مسجح کو لے جاکے بادشاہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ عبدالملک نے اپنی فرمایش سے کئی دُھنین سنین۔ اور ایک خود حجازی گا کے اور محظوظ ہو کے بولا "مین قسم کھاتا ہون کہ تو لوگون مین تو خاص مرتبہ رکھتا ہے۔ مگر یہ تو بتا کہ تو کون ہے؟" اب ابن مسجح کے لیے پورا موقع تھا۔ جواب دیا "وہ مظلوم جس کا مال ضبط ہوا۔ اور وہ خانمان برباد جو وطن سے محروم کر دیا گیا یعنی سعید بن مسجح" عبدالملک نام سنتے ہی ہنسا اور کہا "خیر یہ تو صاف معلوم ہوگیا کہ جوانان قریش جو اپنی دولت تیرے حوالے کیے دیتے ہین اُس مین کہان تک وہ کس قدر معذور ہین" یہ کہہ کے فوراً والی مکہ کو حکم بھیجا کہ اس کا مال و اسباب چھوڑ دے۔ اور خود اپنی طرف سے بہت کچھ دے دلا کے رخصت کیا۔

ابن سریج جو خلافت کے ابتدائی دور کا بہت بڑا موسیقی گذرا ہے ابن مسجح کا شاگرد رشید تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ بھی ابن مسجح کے آقا ہی کا غلام تھا۔

ابن مسجح کی نسبت یہ امر صاف طور پر نہین معلوم ہوتا کہ کب تک زندہ رہا اور کس سنہ مین مرا۔ مگر اس مین شک نہین کہ ولید بن عبدالملک کے دور تک زندہ تھا۔ جبکہ اُسکی آخر عمر مین سعید نے اُسکی شاگردی کی عزت حاصل کی۔

المعلومات

یون تو ہندوستان مین بہت سے رسالے شایع ہوئے اور چند روز بلکہ چند

ساعت میں شمع تربت کی طرح خاموش ہو گئے اُن کے فنا ہو جانے پر بہتوں کو اگر افسوس ہوا تو بہتوں نے پروا بھی نہ کی لیکن یہ رسالہ ایسا ہے کہ اگر خدانخواستہ اسے کسی قسم کا ضرر پہونچا تو قوم کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اور جس کام کو یہ پورا کر رہا ہے اُس کی تکمیل کی بڑی مشکل سے امید کی جا سکے گی۔ اس رسالے نے علاوہ چھپائی۔ کاغذ۔ عمدگی مضامین وغیرہ کے یہ خاص اہتمام کیا ہے کہ ایک جزو پر گبن کی مشہور و معروف تاریخ کا ترجمہ شایع کرتا ہے۔

گبن ایک ایسا مورخ ہے جس کی وقعت و عظمت ظاہر کرنے کے لیے شاید ہمیں زیادہ الفاظ صرف کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اُس کی وقعت اس سے ظاہر ہے کہ انگریزی قوم اُسے ساری دنیا کے مورخوں سے افضل و اعلے تصور کرتی ہے۔ اور اُس کی تاریخ نے دنیا پر کیا اثر کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گبن سے پیشتر یورپ کی تاریخ کا حاصل اظہار جوش مذہبی اور غیر مذہب والوں خصوصاً مسلمانوں کو برا کہنے۔ انھیں گالیاں دینے اور اُن کی جانب غلط واقعات منسوب کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ گبن نے آتے ہی مورخ کے منصف بے لوث بلکہ تصنیف کی حد تک لا مذہب ہونے کی ضرورت کو ثابت کیا۔

گبن کی اس کوشش سے سب سے بڑا فائدہ اہل اسلام اور دین اسلام نے یہ اُٹھایا کہ صدہا اتہامات جو یورپ اور عام مسیحیوں نے مسلمانوں کو لگا رکھے تھے بے اصل ثابت ہو گئے۔ اور ہزارہا کہانیاں جو ہمارے سرور کائنات صلعم کے خلاف عیسائیوں کے ذی علم لوگوں کے نزدیک بھی مسلم تھیں مسترد ہو گئیں۔ جس تصنیف نے دنیا پر اتنا بڑا اثر ڈالا ہو ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اور اس کی قدر کرنا ہمارا کہاں تک فرض ہے اور کتنا بڑا اہم فرض ہونا چاہیے۔

ہم ایڈیٹر صاحب "المعلومات" کے مشکور ہیں کہ ہمارے اس قومی فرض کفائی کے بجا لانے اور اپنی محنت سے ہم سب کو سبکدوش کر دینے کا بار اُنھوں نے اپنے ذمے لے لیا۔ اور نہایت لیاقت و سرگرمی سے یہ قومی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ مگر کس قدر افسوس کے قابل بات ہوگی اگر قوم اُن کی مساعدت نہ کرے

اور عام قومی سکوت دیکھ کے وہ اپنی قابل قدر محنت سے اُکتانے لگین -

بعض لوگون کو شکایت پیدا ہو چلی تھی کہ متبحر و وسیع النظر مترجم صاحب نوٹ دینے اور توضیح مضامین کرنے مین حد سے گذر گئے ہین - اس لیے کہ حواشی اصل متن پر غالب آنے لگے تھے - جس کی بدولت ترجمے کے ختم ہونے کی امید بہت دور تھی اور دیر مین کی جا سکتی تھی - لیکن خود ایڈیٹر صاحب اب اس شکایت کے (جسے درحقیقت قومی ناشکری کہنا چاہیے) رفع کرنے کی جانب متوجہ ہوئے ہین - اور وعدہ کرتے ہین کہ آیندہ نوٹ کم ہونگے اور اصل ترجمہ زیادہ - پھر اب اس شکایت کے رفع ہو جانے کے بعد بھی لوگ توجہ نہ کرین تو ہم اپنی پست ہمتی اور قومی غفلت کو لاعلاج سمجھین گے -

علاوہ گبن کے ترجمے کے ایک انگریزی مقبول عام ناول کا ترجمہ بھی نہایت خوبی سے شایع ہوتا ہے - تاکہ عام مذاق والون کی دلچسپی بھی ہوتی رہی -

المعلومات علاوہ ٹیٹل پیج کے ۲۰×۲۶ تقطیع کے نہایت عمدہ کاغذ پر مطبع مفید عام آگرہ مین چھپتا ہے جس سے چھپائی کی پوری خوبیون کا بخوبی اندازہ کر لیا جا سکتا ہے - قیمت سالانہ عام معاونین سے عہ ہے - درخواستین منشی محمد عاشق علی صاحب منیجر المعلومات کے نام گھاٹ دروازہ - شہر جے پور ملک راجپوتانہ کے پتہ پر جائین -

---

یوزاسف و بلوہر

جب اور جس طرح کتاب کلیلہ و دمنہ ہندوستان کے خزانۂ علوم سے نکل کے دنیا مین مشہور ہوئی اسی طرح اور غالباً اسی زمانہ مین یہ کتاب بھی شہرت کے تخت رواں پر بیٹھ کے مشرق سے مغرب کو گئی اور آخر مسلمانون کی قدر دانی سے تقویت پا کے سارے یورپ مین پھیلی - مگر افسوس ہمارے ملک مین جو شہرت کلیلہ و دمنہ کو ہوئی اس قابل قدر کتاب کو نہین حاصل ہو سکی - اور فارسی انشا پردازون کی بے پروائی سے ایک بہت بڑا خزانہ عام نگاہون سے چھپا رہ گیا -

فی الحال اس کتاب کو جو دراصل نہایت ہی دلچسپ نصیحت آمیز اور فلسفہ اخلاق و تمدن سکھانے والا قصہ ہے ہمارے مکرم و محترم دوست جناب مولوی سید محمد عبد الغنی صاحب عظیم آبادی نے عربی سے اُردو مین ترجمہ کرکے خود ہی محلہ گل باغ - [illegible] حیدرآباد دکن سے شایع کیا ہے اور اُس فرض کو پورا کر دیا ہے جسے قدیم سے بڑے بڑے فارسی جادو بیان ترک کرتے چلے آئے تھے۔

مترجم صاحب ہمارے بہت بڑے روشن خیال اور صاحب علم و فضل دوست ہین اور جو شان اس کتاب کی ہے کہ ایک خزانہ تھا اور نظرون سے مخفی - وہ حالت ہمارے دوست مولوی سید محمد عبد الغنی صاحب کی ہے جو اس عہد کے بہت اعلیٰ درجے کے شائستہ مسلمانون اور قابل فخر بزرگان قوم مین ہین لیکن قوم اُن کے کمالات سے ناواقف ہے ایسے گران پایہ لوگون کو جو عربی اور انگریزی کو یکسان عمدگی سے اور پوری طرح حق طالب علمی ادا کرکے حاصل کرین کمیاب و متبرک سمجھنا چاہیے اس لیے کہ آئندہ زمانہ شاید ایسے لوگون کو بہت کم پیدا کرسکے گا۔ ہمارے عظیم آبادی دوست بھی منجملہ انہین تبرکات کے ہین جن کی جہان تک قدر کی جائے کم ہے مین نے اس کتاب کو پوری دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور مولوی سید عبد الغنی صاحب کو اُن کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون۔ خاصکر اس کتاب کی ابتدا مین مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے ہوم سکریٹری ریاست حیدرآباد نے اس قصہ کی تاریخ پر جو ایک عالمانہ و محققانہ مضمون لکھا ہے نہایت ہی قابل قدر اور خاص توجہ کو چاہتا ہے۔

یہ رسالہ صفحون پر ختم ہوا ہے [illegible] قیمت ہو امید ہے کہ قدردان ہاتھون ہاتھ لین گے

سلیمہ

یہ ایک ۶۷ صفحہ کا چھوٹا ناول ہے جسے خود مصنف منشی سید سعادت علی صاحب فریدآبادی نے ریویو کے لیے ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے منشی صاحب موصوف کی عنایت کا شکریہ ادا کرکے اسے پڑھا اور بہت متاثر ہوئے سین قلعہ گولکنڈہ مین اور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ ہے یہ واقعات حسرت آلود و جگر خراش ہین جنھین مصنف نے نہایت پُر درد الفاظ مین ادا کیا ہے - یہ کتاب خود لائق مصنف سے فریدآباد ضلع دہلی کے پتہ پر مل سکتی ہے - اور دفتر دلگداز بھی مہیا کرنے کو حاضر ہے قیمت صرف ۸ ہے۔

یاران وطن

وطن کی محبت ہر ایک کی فطرت مین پائی جاتی ہے۔ طبائع انسانی کے تفاوت سے اگرچہ اُس مین بھی کمی و زیادتی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سمجھنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ یہ خواہش بھی انسان بلکہ حیوان کے نیچرل تقاضون کی فہرست مین داخل ہے۔

ہر انسان خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ دولتمند ہو یا مفلس، بادشاہ ہو یا فقیر اپنے مالوف وطن کو ہمیشہ محبت کی نگاہون سے دیکھتا رہا۔ لیکن حیرت کی یہ بات ہے کہ محبت وطن کا اثر خاص وطن مین اسقدر محسوس نہین ہوتا جتنا کہ غریب الوطنی اور تعلقات وطن کے منقطع ہو چکنے کی حالت مین محسوس ہوتا ہے۔

ایک وہ مسافر جو اپنے وطن مالوف سے مُنھ موڑ کر پیارے دوستون اور اعزا و اقربا کو روتا چھوڑ کر دشت غربت مین ٹھوکرین کھانے کے لیے گھر سے نکلا ہے دیکھیے چلتے وقت اُسکے چہرے پر کیسی حسرت برس رہی ہے اور آیندہ تنہائی کے خیال نے اُسے کس قدر مضطرب و بیتاب بنا رکھا ہے۔ وہ گلے مل ملکر اپنے دوستون سے جدا ہو رہا ہے آنکھین خون کے آنسو بہا رہی ہین۔ دل قابو سے باہر ہے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی ہے۔ کبھی اپنی جان سے زیادہ عزیز فرزند کو رو رو کر چھاتی سے لگا لیتا ہے۔ کبھی اپنے شفیق والدین سے جو اس سے بھی زیادہ اسکی جدائی سے بیقرار ہین چمٹ جاتا ہے۔ کبھی پیاری بی بی کے پُر حسرت چہرے پر اشک مفارقت بہتے دیکھ کر کلیجا تھام لیتا ہے۔ آخر مجبوراً صبر کی سل سینہ پر رکھکر اور ان سب کو خدا کے سپرد کر کے گھر سے نکلتا ہے مگر اس قطع سے کہ آنکھین ڈبڈبائی ہوئی ہین۔ دل سینے مین تڑپ رہا ہے۔ پاؤن کو بار بار لغزش ہوتی ہے۔ اور

گھر کو منھ پھیر پھیر کے عجب حسرتناک نگاہون سے دیکھتا جاتا ہے۔ آخر جب گھر بھی آنکھون سے اوجھل ہوا تو جب تک سواد وطن نظر کے سامنے ہے اُسے دیکھ دیکھ کے دل کو کسی قدر تسکین ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ تمام چیزین جو وطن اور اُسکے خصوصیات سے تعلق رکھتی تھین کوئی بھی آنکھون کے سامنے باقی نہ رہی تو چارون طرف آنکھین پھاڑ کر دیکھتا اور ڈھونڈھتا کہ وطن کی کوئی چیز بھی ملجاے تو اُسے دیکھ کر کچھ آنسو پونچھے۔ مگر افسوس ہر مرتبہ ناکامی ہوتی ہے۔

وہ غریب الوطن جو کسی اُمید و آرزو کے خیال سے صحراے مصیبت اور دشت ادبار کی خاک اُڑاتا ہوا اور قدم قدم پر نئی مصیبت جھیلتا ہوا اگرچہ وطن کو خیرباد کہ کے گھر سے نکلا ہے مگر وطن کا نقشہ اُسکے آنکھون کے سامنے کھچا ہوا ہے۔ بار بار وطن کی محبت جوش مارتی ہے۔ گھڑی گھڑی یاران وطن کی پرلطف صحبت یاد آ آ کے رُلاتی ہے۔ اور وہ ضرورتین جنھون نے اُسکا گھر اُسکے ماں باپ اور اہل و عیال کو چھڑایا ہے اُسے ترک وطن پر مجبور نہ رکھین تو اسی دم لوٹ کھڑا ہو۔ اور پیارے یاران وطن کی جدائی ایک لحظہ کو بھی گوارا نہ کرے۔

وہ دولتمند مسافر جس کے ہاتھون مین حکومت کی باگین ہین جس کے ایک اشارہ پر صدہا خدمتی حاضر ہوتے ہین۔ زمانہ اُسکی اطاعت مین ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ ثروت و حکومت۔ دولت و امارت سبھی موجود ہین۔ مہ جبین حور وش کنیزین ہر گھڑی دلداری و دلجوئی کو آمادہ رہتی ہین۔ نوکر چاکر اُسکی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہتے ہین مگر آہ اُسکے دل مین بھی وطن کی یاد کانٹا بنکر آٹھ پہر کھٹکتی رہتی ہے۔

یہ سارے سامان اُسے ہیچ معلوم ہوتے ہین اور وطن کی دلچسپیان یاد آ آ کر اُسکے عیش و عشرت کو غم و الم سے بدل دیتی ہے۔ اور جب اُسے اس عیش سے خاک لطف نہین آتا تو نہایت حسرت کے ساتھ منھ پھیر کر یہ شعر پڑھتا ہے۔

"حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بہ مصر پادشاہی میکرد می گفت گدا بودن کنعان خوشتر"

محبت وطن کی عام جلوہ گری کا خیال ہر دل مین پا کے ہم یہ بھی کہ سکتے ہین کہ جب اس عالم عناصر کے سفر کے لیے ہم نے اپنی اصلی وطن کے چھوڑنے کا قصد کیا ہوگا

تو غالبا اسوقت ہمین ان صدمات سے بھی کہین زیادہ بڑھے ہوے صدمون کا مقابلہ کرنا پڑا ہوگا۔ اور نازک بے موت طبیعت نے بہت کچھ مصیبت اُٹھائی ہوگی۔ اس عالم روحانیت کو چھوڑتے وقت سخت بیچینی ہوئی ہوگی۔ اور عالم قدس والون کی جدائی نے بے حد ستایا ہوگا۔ لیکن اگر قدرت کے انتظامی مصالح ہیولانی تاریکیون اور مادی ظلمتون مین مبتلا کرکے ہماری یاد پر فراموشی کا پردہ نہ ڈالدیتے۔ تو آج عالم کے دلفریب مناظر اور دنیا کی دلچسپیان بجاے اسکے کہ ہمارے عیش و سرور کے سامان ہون ہمارے لیے وحشت و نفرت کے اسباب بنجاتین۔ نہ کسی حسین کا حسن ہماری دلبستگی کا باعث ہوتا۔ نہ کسی کی زلف پریشان ہمین پریشان بناسکتی۔ نہ ہم کسی کے چشم فتان پر شیدا ہوتے اور نہ کسی کے تیر مژگان کے گھائل۔ نہ قدرتی سبزہ زارون کی سیر مین یہ فرحت و کیفیت ہوتی اور نہ باد بہاری کے جھونکے کسی کھلاے ہوے غنچۂ دل کے شگفتہ کرنے پر قادر ہوتے۔ دنیا کی ہر حالت سے یہی معلوم ہوتا کہ گویا ہمین پھاڑے کھاتی ہے۔ اور یہ جسمانی قید جسے لوگ زندگی کہتے ہین ہمین کال کوٹھری سے زیادہ غیر قابل برداشت نظر آتی۔ مگر خدا کی حکمت یا اور قدرت کاملہ نے ہمین جسمانیت کی تیرگی و کثافت سے اس قدر مانوس کردیا ہے کہ اصلی وطن کے کل دوست اور وہان کی عام دلچسپیان خواب فراموش ہوگئین نہ وہ لطف یاد ہے جو عالم وحدت و بساطت کے ہم صحبتون یا عالم روحانیت کے ہم وطنون سے ملنے جلنے مین آتا تھا۔ نہ وہ کیفیت خیال مین ہے جو وہان کی سادگی و بے پروائی مین حاصل تھی۔ لیکن انسانی فطرت اس بھول جانے پر بھی مختلف حالات مین صاف کہدیتی ہے کہ

کز نیستان تا مرا ببریده اند از نفیرم مرد و زن نالیده اند

دیکھیے وہ بچہ جو ہنوز مان کے پیٹ مین ہے اور ابھی ابھی روحانی وطن کی جدائی کا تازہ داغ کلیجے پہ سے کے عالم مادی مین آیا ہے اپنے اس پہلے زندانخانۂ شکم مین کیسا تڑپ تڑپ کے اور پھڑک پھڑک کے رہجاتا ہے۔ بیشک یہ وطن کی محبت ہی کا اثر ہے کہ اُس قید سخت کا کاٹنا اُسے وبال ہوگیا ہے۔ اور اس نئی مفارقت کا جھیلنا دشوار ہے۔

اسکے بعد جب وہ اس دنیا مین قدم رکھتا ہے تو سخت بھیانک و متحیر ہو ہو کے دیکھتا ہے کہ "مین کہان آگیا! یہان تو کچھ اور ہی سامان ہے۔ عجیب عجیب قسم کی چیزین ہین۔ نہ ویسے لوگ ہین جیسے کہ اس روحانی وطن مین تھے نہ انہین وہ نورانیت۔ لطافت

اور پاکیزگی ہو جو اگلے روحانی ہمنشینون مین تھی - نہ ان مین وہ حسن وجمال ہو جو یاران وطن مین تھا - نہ ان مین وہ تجرد وملکوتیت ہو جو اس پہلے عالم والون مین پائی جاتی تھی آخر وہ گھبرا کر آنکھین بند کر لیتا ہو - اور وطن مالوف کے چھوٹنے پر نہایت حسرت کے ساتھ اپنی اس غربت وبیکسی پر چیخ مار کے رو اُٹھتا ہو - لیکن آہ! وہ لاکھ چیخے چلائے روئے اور غل مچائے - کون سنتا ہو فغان درویش - افسوس کوئی یہ بھی تو نہین سمجھتا کہ آخر یہ کیون رو رہا ہو - لیکن چند روز بعد جب اس دنیا مین رہتے رہتے اُسے یہان کی چیزون سے اُنس ہونے لگتا ہو - بہیمی اور سبعی قوتین بڑھتی ہین ملکوتی آثار فنا ہونے ہین - کثافت مادہ اپنے رنگ مین رنگتی ہو - اور امتداد زمانہ اگلی صحبتون کو بھلا دیتا ہو - تو وہ دنیا کی چیزون مین لطف اُٹھانے لگتا ہو - یہان کی کیفیتین اپنی طرف محو کر لیتی ہین - تاہم پھر بھی وہ اکثر پُرانے دوستون کو تلاش ہی کرتا رہتا ہو - ازلی تعلقات کبھی کبھی یاد آ جاتے ہین اور پُرانی دوستی اور شناسائی کا خیال آتا ہو یہی باعث ہو کہ بعض طبائع کو بعض کے ساتھ ایک فطری لگاؤ اور سچی محبت ہوتی ہو - یہ وہی لوگ ہین جو ازل کے دوست ہین اور پُرانی وضعداری کو نباہ رہے ہین - ان مین آج کے نہین برسون کے راز و نیاز ہین - خدا نے پُرانے بچھڑے ملا دیے ہین اور ایسے مسرور ہین کہ مارے خوشی کے پھولے نہین سماتے -

دنیا کی ہوا کھانے والون مین سے اکثر اسی غلطی مین مبتلا ہو گئے کہ اس سرا کو گھر سمجھ لیا اور مسافر سے مقیم بن بیٹھے - مگر ہان وہ چند سمجھدار لوگ جن کی ملکوتی قوت اور روحانیت کو بہیمیت اور سبعیت تباہ وبرباد نہ کر سکی اُنکو یہ عالم مسافرت وسیاحی بنا رہا جیسا کہ عموماً غریب الوطن وبیکس مسافرون کی قسمت مین لکھ دیا گیا ہو - قدیم روحانی صحبتین اگرچہ انکے ذہن سے فراموش ہو گئی تھین مگر یہ نہ بھولا کہ ہم کسی دوسری بستی کے رہنے والے ہین اور یہان بطور سیر وسیاحت آئے ہین اور جہان سے آئے ہین پھر وہین جانا بھی ہو - اور اسی سبب سے اس طبقہ کے اشخاص نے اپنی خلقت کے اغراض پر غور کر کے دنیا سے لات ماری اور ہر دم اُس مبارک ساعت کے منتظر ہے جس مین انکی ترسی ہوئی آنکھین اپنے ہم وطن بھائیون کے دیکھنے سے محظوظ ہون گی -

انکے وہ لوگ جنھون نے اپنے پیارے وطن کو ایسا بھلا ماکہ کسی کے بتانے سے بھی

انھین نہین یاد تہا کہ ہم کسی اور جگہ سے آئے ہین وہ البتہ اس بے ثبات اور ناپائدار ہستی کے جلد
مٹنے والے منظرون کے دیکھنے مین ایسے منہمک ہوے کہ کبھی بھولے سے بھی قدیم وطنی
عزیزون کو یاد نہین کرتے - ان لوگون کو دوہری مصیبت کا سامنا کرنا پڑا - نادانی
اور غلطی سے جسے گھر سمجھ رکھا تھا جب اُسکے چھوٹنے کا وقت آیا تو وہ پاک ولطیف
روح جو جسمانی کثافتون اور چند روزہ لذتون مین مبتلا تھی ذائقہ مرگ کو تلخ سمجھ کے
گھبرا اُٹھی - اور جسم عنصری اور کالبد خاکی مین ادھر اُدھر پناہ ڈھونڈھتی پھرتی ہو
عالم سفلی کی عیش وعشرت کے چھوٹنے سے پریشان - اعزا واقارب کی جدائی سے
بیقرار - لڑکے بالون کی یتیمی سے مضطرب - اور بی بی کے رنڈاپے سے بیچین الغرض
عجب آفت مین مبتلا ہو - اور کسی حال مین قرار نہین پاتی -

اے اہل دل ناظرین جب مصنوعی وطن کی مفارقت سے یہ جانفرسا کلفتین پیش آتی
ہین تو تمھین سوچو اور انصاف کرو کہ اپنے اصلی وطن یعنی اُس پاک اور بے خلل وغش
عالم تجرد کے چھوٹتے وقت کیا کچھ مصیبتین نہ پیش آئی ہونگی - اور کون ناقابل برداشت
وجانکاہ صعوبات ہین جن سے مقابلہ نہ کرنا پڑا ہوگا -

وطن کی محبت کی آگ کچھ ہمارے ہی سینون مین مشتعل نہین - بلکہ بے زبان جانور - وحشی
طیور اور صحرائی درندون مین بھی اُسی تیزی کے ساتھ بھڑک رہی ہے -

اُن ہوا مین اُڑنے والے پرندون کو دیکھو جو کچھ دیر پہلے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے
آشیانون سے نکلے تھے - اور بڑی مسرت کے ساتھ فضاے عالم کی وسعت مین شوق
نمایان کرتے پھرتے تھے لیکن اتفاقاً ظالم وبیرحم صیاد کی دست درازی سے محبوس
قفس ہوگئے - اب کس یاس وحسرت سے اُس آسمانی فضا کو دیکھ رہے ہین جس مین روز
چلانا غرض سیر وتفریح کیا کرتے تھے - اور اپنے اُن سادے مگر آرام دہ آشیانون کا خیال کر
جو نہایت محنت وکاوش سے خود انھین کی ذاتی محنت سے تیار ہوئے تھے اور جن مین وہ
بلا خوف وخطر آنکھین بند کرکے آرام وآسایش سے اپنی زندگی بسر کیا کرتے تھے
تڑپ تڑپ کے رہجاتی ہین - اور اُس تنگ قیدخانے سے نجات نہین پاتے - جو
ظالم شکاری کی بے رحمی سے اُن غریبون کو نصیب ہوا ہو - آہ بیرحم صیاد انکی اجیر
ابتر حالت پر ذرا بھی ترس نہین کھاتا - اور نہ کوئی انکی دردناک شیون اور گریہ پر توجہ فرما

اس کے پتھر کے بنے ہوئے دل پر کوئی اثر کرتی ہو۔

اُن وحشی اور صحرائی بہائم کی حالت بھی قابل ملاحظہ ہو جو قبل اسکے سرسبز مرغزارون قدرتی ابشارون اور نیچر کی دلفریب بہارون کو جنگل مین دیکھ دیکھ کر کلیلین کرتے پھرتے تھے لیکن اب بدقسمتی نے ان بدنصیبون کو ایسے قسی القلب ظالم کے پھندے مین پھنسایا جس نے اُن بدبختون کی آزادی چھین لی۔ اور نہایت بیدردی کے ساتھ بغیر کسی خطا اور قصور کے صرف جلا وطن ہی کرنے پر اکتفا نہین کرتا بلکہ ان بیکسون اور بے بسون کی جھکی ہوئی گردن مین بھاری زنجیر بھی ڈالدی ہو تاکہ کبھی اپنے ہم جنسون سے مسکین اور نہ پھر کبھی انھین وہ اگلی آزادی حاصل ہو۔ افسوس رونے کا مقام ہو کہ پیارے وطن کی یاد مین ان آفت رسیدون کی جان پر کیا کچھ نہ بن گئی ہوگی اور کیسے کیسے جان سوز صدمات برداشت کرنے پڑتے ہونگے۔ مگر آہ کون ہو جو غریب الوطنی کی مصیبت کا خیال کرے۔ ان بیزبانون پر رحم کرے اور انھین جلاوطنی کے عذاب سے نجات دلوائے۔

راقم محمد نواب علی برق سندیلوی

آنریبل جسٹس امیر علی سی آئی ای

کلکتہ ہائیکورٹ کے لائق وہ فاضل جج مسٹر امیر علی سی۔ آئی۔ ای۔ کی ایک مختصر لائف ہمارے لائق دوست مشہور سید علی اوسط صاحب بیرسٹرایٹ لانے لکھنؤ کے مشہور رسالہ اردو ریویو مین شایع کرائی ہو۔ مولوی امیر علی صاحب مسلمانون کے اُن گران پایہ ارکان مین جن پر مسلمانون کو جسقدر فخر و ناز ہو کم ہو۔ اُن کی کتاب اسپرٹ آف اسلام کو جس شان سے دکھایا ہو اُسکے دکھانے کی لیاقت سوا اُن کے اور کسی مسلمان مین کم ہو۔ اگرچہ منبع علم کے اعتبار سے مسٹر امیر علی سرسید مرحوم سے بدرجہا زیادہ ہین مگر قومی خیرخواہی اور اہل اسلام کو اخلاقی و فائدہ پہونچانے کے لحاظ سے اُن کا درجہ سید مرحوم کے بعد ہو۔ لیکن سید صاحب کے علاوہ اور کوئی شخص نہین ہو جو مسٹر امیر علی کے مقابلہ کا دعوی کر سکے ایسے گران قدر محسن قوم کی لائف کا دلگداز کے صفحون پر شایع کرنا ضروری تھا لہذا ہم اس مضمون کو بڑی خوشی کے ساتھ شایع کرتے ہین۔

آنریبل جسٹس امیر علی سی آئی ای کا نام نامی بہ حیثیت ایک جج اور ایک آزاد خیال

ور عالم علوم کے ایک عرصہ دراز سے مشہور و معروف ہو اور اُنکے حالات زندگی سے صرف پیروان مذہب اسلام کو دلچسپی اور دلاویزی ہوگی بلکہ غیر قوم کے لوگ بھی جو ہندوستان کی علمی اور دماغی ترقی کی رفتار کو بنظر تعمق دیکھتے ہین اس سوانح عمری کے ملاحظہ سے حظ اور فائدہ حاصل کرینگے ہائی کورٹ کلکتہ کی ججی کے عہدۂ جلیلہ پر سرفراز ہونے کے قبل مسٹر جسٹس امیر علی نے مختلف سرکاری خدمات نمود کے ساتھ انجام دی تھین۔ آپ نے کونسل عالیہ ہند مین بھی نشست فرمائی تھی اور ان مباحث مین جو کونسل مین ہوتے تھے بسا اوقات قابل تعریف اسپیچین دی ہین۔

آپ کی تمام تقریرون سے وسیع اور صحیح معلومات پائی جاتی ہو جس کا اعتراف لارڈ ڈفرن گورنر جنرل کشور ہند نے آپ کی کنارہ کشی کونسل کے وقت ممتاز طریقہ سے فرمایا ہو۔

مسٹر جسٹس امیر علی سنٹرل نیشنل محمدن ایسوسی ایشن کلکتہ کے بانی مبانی ہین جو انکے تحت انتظام مین فیض رسانی اور فائدہ مندی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہو۔ اور اس سیزدہ سالہ مدت مین جب آپ اُسکے سکرٹری تھے آپ نے مسلمان جماعت کی رفاہ و فلاح مین ایک نمایان حد تک حصہ لیا تھا اُس زمانہ مین مسٹر امیر علی کا پولیٹکل اثر اپنے ہم مذہبون کی ہر جانب تسلیم کیا جاتا تھا چنانچہ اکتوبر ۱۸۸۵ء کا وہ رزولیوشن جو لارڈ ڈفرن بالقاب نے نافذ فرمایا تھا صرف مسٹر جسٹس امیر علی ہی کی کوشش بلیغ کا نتیجہ تھا۔ انیسوین صدی کے لوگون مین بہت کم ایسے ہونگے جنکو وہ عرضداشت یاد نہوگی جو اُنھون نے ہندوستان کے اہل اسلام کی جانب سے برٹش پبلک کے روبرو پیش کی تھی یا جنھون نے اس فصیح و بلیغ میموریل کو فراموش کر دیا ہوگا جو اُنھون نے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت مین پیش کیا تھا۔ اس میموریل مین مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنے ہم مذہبون کی نہایت مناسب اور واجبی شکایات و حاجات قلمبند کی تھین مسٹر جسٹس امیر علی نے اکثر ترمیمات جو کونسل عالیہ مین اپنے زمانہ اڈیشنل ممبری مین پیش فرمائین اُنکو اراکین کونسل نے قبول و منظور کیا اور فی الحال وہ ملک کے اسٹیٹیوٹ لا (ہندوستان کے موضوعہ قانون) مین موجود ہین۔

بحثیت ایک مصنف کے مسٹر جسٹس امیر علی کا پایہ نہایت بلند ہو اور آپ کی تصنیفات

پر علما و میرکی بہت بڑی توجہ مائل ہوئی ہو۔آپ زمانہ حال کے مسلمانون مین بہت بڑے تعلیم یافتہ اور بہترین فاضل اجل گنے جانے کے مستحق ہین۔ ہندوستان کے مصنفون مین اُنکا رتبہ بہت بڑھا ہوا ہو اور باعتبار بیرسٹر وجج کے انھون نے خاص شہرت حاصل کی ہو۔

مسٹر امیر علی کو ہائیکورٹ کلکتہ کی ججی پر فائز ہوئے دس برس سے زیادہ ہوئے اور انکی بے تعصبی اور منصف مزاجی اور روشن دماغی مسلم اور مشہور ہو۔

مسٹر جسٹس امیر علی کی زندگی اس امر کی ایک زندہ مثال ہو کہ ہندوستان مین بھی صبر و استقلال محنت اور اخلاق سے کیسے کیسے کام ہوسکتے ہین۔ ایک ایسے ملک مین جہان کوئی شخص بغیر سعی و سفارش تدبیر اور حکمت کے ترقی نہین کرسکتا انھون نے اپنی خداداد لیاقت اور خوش اخلاقی سے بغیر کسی مفتریانہ امداد کے وہ اعلیٰ ترین منصب حاصل کیا ہو جو برٹش حکومت مین رعایاے ہند کو مل سکتا ہو مسٹر جسٹس امیر علی اصلاً و نسلاً عرب ہین انکے خاندان کا سلسلہ خود آنحضرت محمد صلعم سے ملتا ہو۔ انکا خاندان توتون ایران مین توطن گزین رہا اور ۱۷۳۹ء مین نادرشاہ کے زمانہ مین ہندوستان کو منتقل ہوا۔ جب مرہٹون نے نادر کو دہلی سے نکالا تو انھون نے نواب وزیر اودھ کے مہمان نواز قلمرو مین سکونت اختیار کی اور موہان ضلع اُناؤ مین قیام ہوا۔

مسٹر امیر علی نے ہوگلی کالج مین تعلیم پائی تھی۔ انھون نے ۱۸۶۷ء مین کلکتہ یونیورسٹی سے نمود کے ساتھ بی اے کا درجہ حاصل کیا ۱۸۶۸ء مین تاریخ اور علم السیاست مین ایم اے کا درجہ پاس کیا۔ مسٹر امیر علی کی اعلیٰ درجہ کی زباندانی انگریزی زبان پر پورا عبور اور تاریخی واقعات کو عالمانہ نظر سے دیکھنے کا زمانہ جب ہی سے شروع ہوا مسٹر جسٹس امیر علی یونیورسٹی سے ایک اعلیٰ درجہ کے فاضل زباندان اور انشا پرداز ہوکر نکلے انھین نہ صرف محنت و مشقت کا خاص ملکہ تھا بلکہ اکتساب علوم کے لیے انکا مذاق نہایت عمدہ تھا ۱۸۶۸ء مین ان امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد ہی عہدہ داران یونیورسٹی نے انکو بطور شاہی طالب علم کے ولایت بھیجنے کے لیے تجویز کیا اور انکو کل مصارف مع خرچ آمد و رفت دیے گئے۔ جب وہ انگلستان مین پہونچے تو انھون نے قانونی پیشہ اختیار کیا اور بڑے بڑے لوگون کی صحبت مین ایک ...

اور دماغی قابلیت بڑھانے مین اپنا وقت صرف کیا۔

مسٹر جسٹس امیر علی بیرسٹری کی تیاریان کر رہے تھے کہ اُنھون نے اسی زمانہ مین اپنی پہلی تصنیف جسکا نام اُنھون نے "دو کریٹیکل اگزامیشن آف دی لایف اینڈ ٹیچنگس آف محمد" رکھا اس کتاب مین حضرت محمد صاحب کی سوانح زندگی اور تعلیمات و تلقینات پر بصیرانہ بحث کی ہو اس کتاب کی اشاعت سے انکی شہرت بطور ایک نہایت لائق انشا پرداز کے یکبارگی قائم ہوگئی اس کتاب کے بارے مین ایک مشہور نکتہ سنج جو خود بھی ایک مشہور مصنف ہو رسالہ کلکتہ ریویو مین اسطرح لکھتا ہو۔

"اگر یہ کتاب محض بطور ایک عالمانہ تصنیف کے پڑھی جائے تو بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ کوئی کتاب جو اس ملک کے تعلیم یافتہ گروہون مین کسی نے شایع کی ہو ایسی نہین جو اسکے مقابل ہوسکے اور مسلمانان ہند کی یہ خوش قسمتی ہو کہ اُنکی جماعت مین ایک ایسا لائق شخص موجود ہو اگر انکی بعد کی زندگی نے اس ابتدائی امید سے مطابقت کی تو یہ ناممکن ہو کہ وہ اپنا اثر نیک گہرے اور دیرپا حروف مین ملک پر نہ چھوڑ جائین"

یہ امر کہ انھون نے ایک پیشین گوئی کی کہان تک تکمیل کی آپ کی زندگی آپ کے کام اور آپ کے اس غیر معمولی اثر سے ظاہر و ہویدا ہو جو آپ کے ہم مذہبون کے تعلیم یافتہ گروہون خصوصاً نوجوان نسلون پر ہو۔

مسٹر جسٹس امیر علی ۱۸۷۳ء مین ہندوستان کو واپس آئے اور تقریباً چار برس تک بیرسٹری کرنے کے بعد کلکتہ کے مجسٹریٹ مقرر کیے گیے وہ بعد کو کلکتہ کے چیف مجسٹریٹ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے جسکی مشکل خدمات کو نہایت لیاقت اور قابلیت سے انجام دیا وہ کئی برس تک پریسیڈنسی کالج مین شرح محمدی پر لکچرار رہے اور دو مرتبہ بنگال لیجسلیٹو کونسل مین نشست فرما چکے ہین۔

۱۸۸۱ء مین انھون نے پھر بیرسٹری شروع کی اور اُسوقت تک بیرسٹری کرتے رہے جب تک ہائی کورٹ کی ججی پر ترقی یاب نہین ہوے۔

بیرسٹری کے زمانہ مین مسٹر امیر علی نے فقہ اسلام کی کئی کتابین لکھین جو نہایت مستند اور معتبر سمجھی جاتی ہین اور پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی اپنے فیصلون مین اسکا متواتر حوالہ دیتی ہو۔ یہ کتابین کلکتہ یونیورسٹی کے قانونی کورس مین بھی داخل ہین

سنہ ۱۸۸۰ء مین مسٹر امیر علی مسائل وصیت اور ہبہ و ترکہ کے لکچر دینے کے لیے ٹیگور لا کے پروفیسر منتخب ہوئے اور اُنکے لکچرون سے تحقیق و تفتیش کا وہی جوش اور ہر چیز کو اُسکی اصلی جگہ پر رکھنے کی وہی قابلیت پائی جاتی تھی جو انکی دیگر تصنیفات و تالیفات مین نمایان طور سے موجود ہو۔

چونکہ وہ فطرتی طور سے سادہ مزاج اور بے تصنع شخص تھے اسلیے اُنکو وہ چالین نہین معلوم تھین جس سے لوگ زبردستی آگے بڑھ آتے ہین یا جس سے حکام اور عوام کی توجہ اپنی جانب مائل کراتے ہین۔ جن خطابات کی وقتاً فوقتاً درباریون پر بوچھار ہوا کرتی ہو وہ انکی قسمت مین مقدر نہ تھے لیکن سنہ ۱۸۸۷ء مین لارڈ ڈفرن نے اسکے لیے خطاب سی آئی ای حاصل کیا۔ سنہ ۱۸۹۰ء مین گورنمنٹ ہند نے سر رومیش چندر مترکی کنارہ کشی پر یہ قرار دیا کہ چونکہ ہائی کورٹ مین دو ہندو جج پیشتر سے موجود ہین اسلیے اگر ممکن ہو تو نیا جج مسلمان جماعت سے انتخاب کیا جائے مسٹر امیر علی خالی عہدہ کو معمور کرنے کے لیے انتخاب کیے گئے۔ اسوقت بالعموم یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ انکا تقرر ایک پولیٹیکل تقرر ہو۔ اس انتخاب کی موزونیت کو اپنے اس سخت محنت اور صبر و متانت اور سنجیدگی سے ثابت کر دیا جو بالخصوص جوڈیشیل اوصاف ہین اور اپنی اصابت راے اور روشن دماغی کی ہر طریقہ سے شہادت بہم پہونچائی کلکتہ ہائی کورٹ کی بنچ مین مسٹر امیر علی کے تقرر سے ہائی کورٹ کو ایک صریح فائدہ ہوا آپ ایک مدت سے شریعت اور فقہ اسلام کے بارے مین مستند الراے تسلیم کیے جاتے ہین آپ بڑی لیاقت اور ہوشیاری سے قانون کی اس شاخ کے مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل فرماتے ہین۔ آپ کا وہ فیصلہ جو آپ نے مشہور مقدمہ وقف مین صادر فرمایا تھا آپ کی تحقیق انیق اور معاملہ فہمی پر دال ہو اس فیصلہ مین آپ نے مسئلہ وقف کی اسکی عین ابتدا سے نہایت مشرح طریقہ سے توضیح کی ہو۔

قانون کی دیگر شاخون مین بھی آپ کے فیصلون سے اس قسم کی غور و توجہ کی جھلک پائی جاتی ہو۔ واقعات صحیحہ کی چھان بنان مین آپ کو وہ کمال حاصل ہو کہ اس فن کے لوگ آپ کو اس فن مین لاثانی سمجھتے ہین۔ بار کے ساتھ آپ کا برتاؤ نہایت دل خوش کن ہو۔ مسٹر جسٹس امیر علی نہایت ہی لائق ادیب اور لائق انشا پرداز ہین آپ کے ایک ایک فقرہ

سے کمال درجہ کی فصاحت اور بلاغت ٹپکتی ہو۔ شاید مسٹر امیر علی ہی ایک ہندوستانی ہین جنھون نے ںائنٹینتھ سنچری ایسے رسالہ مین بکثرت مضامین لکھے ہین۔

مسلمانان بنگال گزشتہ پچاس برس سے اپنے بالائی ہند کے بھائیون کے بہ نسبت نہایت پست حالت مین ہین۔ اردو عدالتی زبان رہنے سے بنگالہ کے باہر شمالی ہند مین بہت سے مسلمانون کے لیے معاش کا ذریعہ نکل آیا لیکن صوبہ بنگال کے تجارتی کاروبار اور قانونی پیشہ اور پبلک دفاتر مین انگریزی زبان اسدرجہ مستعمل ہو گئی ہو کہ ہندوون نے جنھون نے ان تعلیمی آسانیون کا جو برٹش گورنمنٹ نے اپنی کل رعایا کی رفاہ مین رکھین مسلمانون کی بہ نسبت زیادہ فائدہ اُٹھایا اور کل بڑے عہدون سے خواہ وہ سرکاری یا پرایوٹ کمپنیون اور کارپوریشنون کی تحت مین تھے مسلمان خارج ہو گئے۔ مسٹر جسٹس امیر علی نے کئی برس تک اپنی پوری پوری توجہ اپنے ہم مذہبون مین انگریزی تعلیم پھیلانے مین مبذول کی اور اُنکی نظر اور اُنکی تعلیم کا اثر درحقیقت پھل دے رہا ہو۔

۱۸۸۶ء مین موجودہ ہندوستانی پولیٹشنون کے سرگروہون نے اُنسے نیشنل کانگرس مین شریک ہونے کی درخواست کی مگر انھون نے اس جماعت کے خلاف چند ناموافق خیالات عام طور سے ظاہر کر کے بنگال مین اپنی ہردلعزیزی کو سرد کر دیا موجودہ زمانہ کی رفتار کی تائید مین مسٹر امیر علی نے انگریزی اوضاع و عادات اختیار کر لیے ہین اور ہمیشہ انگریزی پوشاک زیب تن فرماتے ہین آپ نے ایک شریف خاندان اور اعلی تربیت یافتہ انگلش لیڈی سے شادی کی جو دارالخلافہ کی سوسائٹی مین ایک ممتاز خاتون ہین۔

مسٹر امیر علی اب بھی اپنے علمی مشاغل مین مصروف رہتے ہین اور اُنکی تصنیفات مین اسپرٹ آف اسلام۔ تاریخ ساساریان اور بہت سی ادر کتابین ہین۔

دس برس ہوئے جب اسپرٹ آف اسلام شایع ہوئی تھی تو علمی دنیا مین دھوم مچگئی تھی تاریخ ساساریان ایک بہت ہی نادر کتاب ہو جو حال مین شائع ہوئی ہو۔

ان کتابون کی اشاعت نے آپ کی اس شہرت کو جو اسینے بہ اعتبار ایک مورخ اور حکیم کے حاصل کی تھی اور زیادہ مضبوط کر دیا آپ نے ایک مشہور مختصر کتاب ایتھکس آف اسلام و مسائل اسلام لکھی ہو اس مین آپ نے سچے مسلمان کی نظر سے مذہب اسلام کے عقائد پر بحث کی ہو۔ آپنے شریعت اسلام پر ایک کتاب

ودہنٹوڈنس ہینڈ بک، لکھی ہو جو قانون کے نصاب درسی کے پڑھائے جانے کے لیے نہایت موزون ہو بلکہ یونیورسٹی کلکتہ کے کورس مین داخل ہو۔ دو سال ہوئے آپ نے قانون شہادت کی جو شرح مسٹر جے جی ڈوراوف بیرسٹر کلکتہ کی شرکت سے لکھی ہو ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہیچ دیار اس کتاب کو باعتبار ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب کے سمجھتے ہین اور اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ انکی لیاقت ایک طرفہ نہین ہو۔

مسٹر جسٹس امیر علی فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے ہین وہ اپنے نوجوان ہموطنون کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی سے پیش آتے ہین چنانچہ اُنھون نے رپن کالج مین اُنکے فائدہ کے لیے محض بطریق محبت قانون شہادت پر مسلسل لکچر دیے۔

گذشتہ ایجوکیشنل کانفرس مین جو کلکتہ مین منعقد ہوئی تھی مسٹر جسٹس امیر علی صدر نشین جلسہ تھے آپ نے افتتاحی ایڈریس مین مسلمانون کی اپنی صدیون کی سستی دور جھٹک کر دینا مین اپنا قدیم دماغی اور سوشل منصب حاصل کرنے اور ترقی کی دوڑ مین مغرب کی ترقی کنا جماعتون کی برابری کرنے کی کوشش کرنے کے لیے ایک زبردست ترغیب دلائی۔

انھون نے عورتون کی تعلیم کی ضرورت کے بارے مین اپنے خیالات کو موثرانہ الفاظ مین بیان کرنے مین تامل نہین کیا۔ انکا یہ خاص اصول ہو کہ ہندوستان کی ترقی عورتون کی دماغی تربیت پر منحصر ہو۔

مسٹر جسٹس امیر علی انگلستان کے اعلیٰ طبقات سوسائٹی مین مشہور نہایت ہردلعزیز مسلم لیاقت کے ہندوستانی شمار کیے جاتے ہین۔

(اودھ ریویو)

یونانی علوم طبیعہ کی قدیمی تاریخ

اس تمہید مین چند مضامین لکھتا ہون جنکا حوالا تاریخ علوم طبیعہ مین بار بار آئیگا طلب کو چاہیے اول یہ مضامین خاطر نشین کرین کہ تاریخ علوم طبیعہ کو اچھی طرح سمجھ سکین۔

نفس الامر یا واقعیت پر خیال کے معانی۔

ایک انگریزی لفظ فیکٹ ہو جس کا ترجمہ مین نے نفس الامر یا واقعیت کیا ہو جس کے

یعنی اس چیز کے ہین جس کے ادراک مین سب ادراک کرنے والون کا اتفاق ہو مثلاً ایک چیز جس کو سب ادراک کرنے والے ادراک کرکے بالاتفاق کہین کہ یہ درخت ہو تو اس کا درخت ہونا واقعیت یا نفس الامر ہو یعنے فیکٹ ہو اور ایک لفظ یونانی آئیڈیا کا ہو جس کا ترجمہ مین نے خیال کیا ہو اس کے دو معنی ہین۔ اول جو چیز عقل یا ذہن کے عمل کرنے سے یا بدلنے سے پیدا ہو وہ خیال ہو دوم کسی خارج چیز کی تصویر جو ذہن مین ہو وہ خیال ہو جیسے کہ درخت کا تصور جو ذہن مین ہو وہ خیال ہو۔ ان دونون لفظون کے معانی ہر جگہ یہی سمجھنے چاہئین یہ الفاظ پڑتے ہین مگر معانی اس کے نئے ہین۔ ہر سائنس اُن دو عنصرون واقعیت اور خیال سے بنتا ہو اگر انمین سے ایک بھی غائب ہو تو پھر سائنس نہین بن سکتا۔ یہ دونون عنصر اسکے مرکب کرنے کے لیے لازمی ہین۔ خارج مین چیزون کا مشاہدہ اور باطن مین سوچنے والی قوتون کا کام کرنا سائنس کو قریب کرتا ہو۔ یعنی جب ذہن اور حواس دونون اپنا اپنا کام کرین تو سائنس بنے اگر ذہن اپنا کام نہ کرے اور صرف چیزون کا مشاہدہ کیا جائے تو اس سے خاص جزئیات شناسائی ہوگی۔ کلیات کا علم نہوگا۔ اگر حواس اپنا کام نہ کرین اور محض خیال کام کرے تو محض مخیلات اور توہمات ہونگے سائنس نہ ہوگا سچ یہ ہو کہ سائنس یعنی سچا علم کا نیچر ترجمان ہو اور ذہن اسکی ترجمانی کرتا ہو۔ نوشتہ کے لیے پڑھنے والا ضرور چاہیے کہ اسکا مطلب معلوم کرلے نیچر ایک نوشتہ ہو ذہن اسکا پڑھنے والا علوم طبیعہ کی تاریخ مین اسکی بہت سی مثالین موجود ہین۔

کسی علم مین ذہن و حواس مین سے ایک نے کام چھوڑ دیا تو وہ یا بیچ اور مفلوج ہوگیا آگے نہ بڑھ سکا۔ جو قومین وحشی و نیم وحشی ہین انکے سامنے بھی واقعتین پیش ہوتی ہین جیسے کہ مہذب کے روبرو مگر اُن قومون کی ذہانت کام نہین کرتی کہ اُن واقعیتون سے اصول اور قوانین بنا کے فزیکل سائنس (یعنی علوم طبیعیہ) کو مرتب کرین۔ روے زمین پر یورپ اور امریکہ کے سوا کوئی قطعہ زمین نہین کہ جہان کے رہنے والے واقعیتون سے سائنس بنانا جانتے ہون۔

پتھر وہان موجود ہین مگر معمار کا ہاتھ نہین کہ انکی عمارت بنائے خالی خیالات سے سائنس نہین بنتا یونانی فلسفہ کو دیکھو کہ وہ ازمنہ متوسط مین یعنی چوتھی اور چودھوین

صدی کے درمیان فقط تخیلات کے ہاتھ مین گرفتار رہا جس سے علم ونامیدالطبیعت ومنطق وعلم ہندسہ وعلم جبر ومقابلہ پیدا ہوگئے مگر انسے علوم طبیعہ مین سے علم مکنک - علم کیمسٹری - وعلم فزیالوجی وغیرہ بعض پیدا ہوئے یہ ناممکن ہو کہ مشاہدات وتجربات بغیر فقط خیالات سے کوئی فزیکل سائنس (علوم طبیعہ) پیدا ہوجاے سائنس کے پیدا کرنے مین جب ہی آسانی ہوتی ہو کہ ادھر مشاہدات اور مجربات صحت ودرستی کے ساتھ کام کیے جائین ادھر ان مین عقل مستقیم اور ذہن سلیم نے کام کرکے اصول اور قوانین کلیہ مرتب کیے ہون تین سو برس سے اس بات کا امتحان خوب ہو رہا ہو۔

(۲) سائنس گھٹنون چلتا ہو۔

سائنس کسی ایک عمل سے یا کبھی کسی بڑے اصول کی ایجاد سے دفعتہً مرتب نہین ہوجاتا بلکہ وہ رفتہ رفتہ گھٹنون چلتا ہو اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہو۔ اور اس چلنے مین بہت سی رفتارین اور پھیرے بدلتا ہو۔ ایک اصول سے دوسرے اصول پر بہت کم ترقی کرتا ہو جو بظاہر پہلے اصول کا مخالف اور اکثر متضاد معلوم ہوتا ہو اس بات کو ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اصول جنسے سائنس کو پہلے قرنون مین دھوم دھام کے ساتھ کامیابی ہوئی ہو یہ معلوم ہوتے ہین کہ وہ جدید انکشافات واختراعات ایجادات سے اُلٹ پلٹ اور منقلب ہوگئے اور نکال کر پھینکدیے گیے لیکن درحقیقت یہ بات نہین ہو بلکہ حقیقت حال یہ ہو کہ ان مین جو کچھ سچ تھا وہ پچھلے مسائل علمیہ مین شامل و داخل کر لیا گیا ہو۔ وہ ابتک سائنس کا اصلی حصہ سمجھا جاتا ہو۔ قدیمی سچے اصول سائنس سے کبھی کیے گئے بلکہ سائنس مین وہ ملا دیے گئے ہین انکے نکالنے کے لیے کوئی ضد نہین کی گئی بلکہ انکی توسیع مین سعی کی گئی ہو۔ سائنس کی تاریخ جو بظاہر متواتر انقلابات مسلسلہ بتاتی ہو وہ عالم مادی (ظاہری) اور عقلی (باطنی) انکشافات ومکاشفات کا سلسلہ ہو۔ ان انقلاب وتغیرات مین کچھ کھویا نہین گیا بلکہ صورتین بدلی گئی ہین۔ جواب ہوا ہو وہ پہلے نتھا وہی اب ہو جواب ہو۔

کل تغیرات وانقلابات مین جو کام کیے گئے ہین ان مین ایک بھی بیکار اور بے اصل نہین ہو گو وہ بیان اور قدیمی نہ معلوم ہوتا ہو۔ غرض سائنس کی جواب آخری صورت ہو اس مین پہلے زمانے کی ساری علمی اصلاحین داخل وشامل ہین پہلے زمانے کے

جو سکاشفات منکشف ہوکر قائم ہوئے ہین وہ حال کے سائنس کی ہر فرع کی غایت
صدر و شہود مین بڑے منتظم خدمتگذار ہین یہ مسائل علمیہ پہلے تھے ان مین جو باتین
نامحض فضول و لایعنی تھین وہ چھانٹ دی گئی ہین باقی کو ایک نئی زبان مین لکھکر
بہت ترکیبون سے سائنس کے اندر داخل کر لیا ہو۔

قدیمی مسائل علمیہ کی روایتی موقوف نہین ہوئی وہ حال کے سائنس مین ایک حصہ
اپنا رکھتی ہو اس تمہید کے بعد قدیمی تاریخ شروع کرتا ہون۔

(۳) مادی اشیا کے باب مین یونانی قدیمی حکما کے حالات۔

علوم طبیعہ مین بالکل مادی اشیا سے بحث ہوتی ہو۔ سب سے پہلے اول اول حکما
یونان نے مادی اشیا کی تحقیقات مین بیش قدمی کی ان کے وہ خیالات جو بے
سرو پا تھے نیچے بیان کیے جاتے ہین۔

حکیم تھیلز نے بیان کیا یہ سارا عالم صرف پانی سے بنا ہو جسکی وجہ ارسطو نے یہ بیان کی
کہ اس حکیم کے دماغ مین یہ خیال اس سبب سے پیدا ہوا تھا کہ حیوانات و نباتات
کی مدار پانی پر تھا۔

پانی کا تکاثف و تخلخل ظاہر ہو۔ حکیم اینگزی میس نے یہ قیاس کیا کہ یہ سارا عالم ہوا
سے بنا ہو اس مین رطوبت ہو اور انفعالات کی مطاوعت ہو یعنی خارجی اثرون
کو قبول کرتی ہو ہوا کے لطافہ کی حرارت سے آتش پیدا ہوتی ہو اور ہوا کے تکثف سے
پانی اور برودت۔ حکیم ہرقلی طوس نے فرمایا کہ یہ ساری دنیا آگ سے بنی ہو اس مین
بساطت کی شدت ہو حرارت ہو مدبر کائنات ہو اور باقی اور عناصر اس کے تکاثف
سے حاصل ہوئے ہین۔

ایک حکیم کا یہ مقولہ تھا کہ یہ ساری دنیا خاک سے بنی ہو۔ اس کے تلطیف سے پانی و
ہوا و آتش پیدا ہو جاتے ہین۔ یہ خیالات محققانہ نہین ہین شاعرانہ ہین۔

ملک مصر مین اعتدال ربیعی یعنی ۲۲ مارچ سے سو روز تک دریاے نیل مین پانی کی
طغیانی رہتی ہو اس کا ہیرودوٹس جو مورخین کا جد امجد ہو یون بیان کرتا ہو کہ اس کا
سبب ایک حکیم نے یہ بیان کیا کہ دریاے نیل کے پانی کو سمندر مین اپنی مخالف سمت
کی وجہ سے جانے نہین دیتی دریاے نیل کی طغیانی اس ہوا سے ہوتی ہو جو شمال سے چلتی

ہو جس کی تکذیب اسی طرح کی گئی کہ اس دریا میں طغیانی ان دنون مین بھی ہوتی ہو کہ شمال مین ہوا نہیں چلتی اور اور دریاؤن مین جن کے روانی کی سمت شمال ہو سے مخالف ہوتی ہو یہ طغیانی نہیں ہوتی۔ دوسرے حکیم نے یہ بیان کیا کہ ساری دنیا مین سمندر رہتا ہو وہ بہتا بہتا نیل مین چلا آتا ہو۔ اس سے زیادہ کوئی دلیل اچھی نہین ہوسکتی۔ تیسرے حکیم نے ارشاد کیا کہ دریاے نیل مین طغیانی برف کے پگھلنے سے ہوتی ہو۔ گو یہ خیال عمدہ تھا مگر دریاے نیل کے گرد چارون طرف دور دور تک کہین برف کا نشان د پتہ نہین اس لیے یہ خیال بھی غلط تھا۔

(علیگڑھ کالج میگزین)

سائنس اور اسلام

اس زمانے مین ہمارے پاس اس نام کی ایک کتاب بغرض ریویو آئی ہو جو اپنی ظاہری حیثیت سے نہایت ہی قیمتی اور قابل قدر معلوم ہوتی ہو۔ علامہ حسین آفندی الجسر طرابلسی نے ایک نہایت ہی بے نظیر کتاب موجودہ سائنس اور اسلام کے تعلقات پر لکھی ہو جس کا نام بوجہ اس کے کہ سلطان المعظم فی الحال تمام مسلمانون کے سرتاج ہین "حمیدیہ" رکھا ہو۔ اسی کتاب حمیدیہ کا ترجمہ جامع العلوم کانپور کے مدرس مولانا سید محمد اسحاق علی صاحب نے عام فہم اُردو مین نہایت لیاقت سے کیا ہو۔ آج کل سائنس اور جدید فنون کی ترقی مذہبون پر بہت بُرا اثر ڈال رہی ہو۔ اسکولون کے طلبہ جو اپنی انتہائی تعلیم تک مذہب کی طرف سے بے پروا کیے جاتے ہین اُن کے لیے یہ زمانہ اور اس وقت کی تعلیم نہایت ہی نازک ہو۔ جو علم کلام گذشتہ ایام مین ایجاد کیا گیا تھا آج کل کے علوم طبعیہ کے مقابلہ مین بے کار ہو گیا ہو۔ کسی نے علم کلام کی ضرورت کو اکثر لائق لوگون نے دریافت کر لیا ہو۔ اور ایسی ضرورت کے رفع کرنے مین جو مختلف اور متعدد کوششین کی گئین انھین کا ایک نمونہ یہ کتاب بھی ہو اور مین امید کرتا ہون کہ اچھا نمونہ ہو۔ ضرورت ہو کہ ہر صاحب ذوق اور ہر مسلمان طالب علم ایسے غور و توجہ کے ساتھ پڑھ جائے۔ یہ کتاب مطبع روزانہ اخبار دہلی مین چھپی ہو۔ اور منشی امیر احمد صاحب مینیجر مطبع مذکور سے ویلیو پے ایبل طلب کی جاسکتی ہو جو کتابین عمدہ کاغذ پر چھپی ہین اُنکی قیمت فی جلد دو روپیہ اور جو رسمی کاغذ پر چھپی ہین اُن کی قیمت فی جلد عہ ہو۔

گوشۂ عافیت

کہتے ہین "ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را۔" اور واقعی اگر خدا نصیب کرے تو اس سے زیادہ لطف کسی جگہ نہین آسکتا۔ وہ پُرفضا چمن جس مین باغ قدرت کے نازآفرین یعنی شاہدان گل اپنی رعنائی و دلفریبی کی ادائین دکھارہے ہین۔ اور بہمان گل و بلبل کے نالہ و نیاز انسان کے دل مین عشق کی گدگدی پیدا کرتے رہتے ہین۔ لاکھ فرحت بخش و نزہت افزا بتائے جائین مگر اُس کنج تنہائی کا مقابلہ نہین کرسکتے جہان ہمارا مضطرب و منتشر دل دو گھڑی کے لیے رنج و راحت دونون کو بھلا سکے۔ اس مین شک نہین کہ صحن چمن کی دلچسپیان بہت کچھ سامان فرحت پیش کرنے کو تیار ہین۔ سبزے نے ایک مخملین فرش بچھا رکھا ہی جس پر دلِ راحت طلب چاہتا ہی کہ بے تکلف نوٹ جائے۔ سرو اپنی کشیدہ قامتی پر نازان ہی۔ اور اس معشوقانہ ادا سے ٹھٹکا کھڑا ہی گویا ایک معشوقۂ فتنہ قامت ہی کہ جی مین آتا ہی بے اختیار دوڑ کے گلے لگا لیجیے۔ غنچون کی شرم آمیز مسکراہٹ اور پھولون کی حد اعتدال سے گذری ہوئی ہنسی مین وہ قیامت کی دلیری و دلربائی ہی کہ لاکھون دفعہ منھ چومیے اور جی نہین بھرتا۔ نسیم سحر اس مستانہ روی کی شان سے نونہالان چمن کو چھیڑتی اور پھولون کو گدگداتی ہوئی آتی ہی کہ ہر ایک کا دل بے قابو کردینے کے لیے کافی ہی۔ الغرض صحن چمن مین یہ اور اس سے بھی زیادہ سامان دلچسپی موجود ہین مگر وہ چیز نہین جو اُس گوشۂ عزلت مین ہی جہان نہ کوئی فکر ہو نہ کوئی غم۔ نہ کسی کا خوف ہو۔ نہ کسی بات کا اندیشہ۔

کنج عزلت اگر مل جائے اور نصیب ہوسکے تو وہ دنیا وی جنت ہی جس کی محدود مملکت

مین ہمیشہ امن و امان قائم رہتا ہو۔ اور جس کی تنگ وسعت پر ہر زمانے مین سنے فکری و بے غمی حکومت کرتی ہی۔ آزادی و بے پروائی کی وسعت کا تم بخوبی اندازہ کرسکتے ہو مگر اصل یہ ہو کہ اسی تنگ دائرے مین اُس کا نشو و نما ہوا ہی۔ اور اسی کنج عزلت اور خلوت گاہ خیال سے نکل کے وہ ساری دنیا پر حکمران ہوئی ہو۔

شاہی محل کو تم سب سے بڑا عشرت کدہ اور راحت و آسایش کا سب سے بڑا مرکز و مامن خیال کیے ہوئے ہو۔ مگر یہ غلطی ہو۔ بے شک ہان بڑی بڑی کوششون اور نہایت ہی اہتمام سے ہر قسم کا سامان عیش فراہم کیا گیا ہو۔ ادنے ادنے خواہش کے پورا کرنے کو ہزارون خادم و غلام دوڑنے لگتے ہین۔ اور دلربائی و دلفریبی کو صدہا ماہ وش و پری چہرہ کا فرادائین موجود رہتی ہین۔ موسمی تغیرات پر بھی عشرت پرستی غالب آگئی ہو۔ نہ گرمیون مین گرمی محسوس ہوتی ہو اور نہ جاڑون مین سردی۔ برسون کی آرزوئین گھڑیون مین پوری ہوتی ہین۔ اور عمرون کے حوصلے دم بھر مین نکل آتے ہین۔ یہ سب ہو مگر وہ سچی راحت اور حقیقی خوشی جو گوشۂ عافیت مین حاصل ہو سکتی ہو یہان تم کو بھی نہین نصیب۔ وہ تاجدار سر جس کے آرام اور جس کی عشرت پرستی کے لیے یہ سب سامان فراہم کیا گیا ہو ایسی ایسی روح فرسا اور جان گزا فکرون سے بھرا ہوا ہو کہ کسی مسرت اور کسی سامان عشرت سے لطف نہین اُٹھا سکتا۔ ایک طرف سے اندرونی جھگڑون دغا پسند امرا کی بغاوتون اور رعایا کی بے انتہا اور مسلسل شکایتون کا ہجوم ہو۔ اور دوسری طرف بیرونی دشمنون اور سرحدی فتنہ پردازون کا اندیشہ۔ مگر اُن دل پریشان کرنے والی فکرون کو اُس سادے اور آزاد دربار مین بالکل جگہ نہین مل سکتی جسے ہم کنج تنہائی کہتے ہین۔

یہ سچ ہو کہ حکمرانی کے قصر مین آرزوئین اور تمنائین بہ ظاہر بہت آسانی سے پوری ہوتی ہین۔ مگر یہ آرزوئین اور تمنائین اگر غور و تامل کی نگاہ سے دیکھیے تو ہندو دیومالا کے وہ ہیجا زندگی والے راکشس ہین جن کو قتل کرتے تو اُن کے خون کے ہر قطرے سے ایک نیا راکشس پیدا ہو جاتا یہی حال ان شاہی قصر کی ہوسون کا ہو کہ ایک تمنا بر آئی ہو تو صدہا پیدا ہو جاتی ہین۔ ایک ارمان نکلتا ہو تو دل پر آرزوؤن کے ہزارہا نئے ارمانون کی یورشس ہو جاتی ہو جنھین تم اپنے خیال مین یہ سمجھتے ہو کہ تا بہ آرزو کوہ گئے سے لگائے ہوئے ہین اُن کی ہوسون کا سلسلہ دامان قیامت سے ملا ہوا ہو۔ یا د لین

اُس سلسلۂ دور و تسلسل سے وابستہ ہو جو ایک لا متناہی زمانے تک چلا گیا ہو۔ اور کبھی
پیدا ہونے کو نہ آئے گا۔

اب اس شاہی قصر اور اس کے ساتھ ہی امرا کے تمام عیش خانوں کو انھیں پریشانیوں
اور ترددات کے حوالے کر کے صوفیوں کی اُن خانقاہوں میں چلو جو علائق دنیوی کے
ترک کرانے اور افکار زمانہ سے نجات دلا دینے کا وعدہ کرتی ہیں۔ یہاں دعوے بہت
بڑے سننے میں آئیں گے۔ بلکہ ظاہری حالت اور پہلی نظر یقین دلا دے گی کہ اگر بے فکری
و بے غمی کہیں نصیب ہو سکتی ہے تو یہیں۔ اور دنیاوی افکار و آلام اور اس مادی زندگی
کی پریشانیوں اور تلخیوں کی دوا کہیں جگہ مل سکتی ہے تو یہی تنگ حجرے ہیں۔ مگر نہیں یہ محض
دھوکا ہی دھوکا ہے۔ معتقدین کی حکم برداری۔ مریدوں کی دلالی۔ اور خوش عقیدہ دولتمندوں
کی فیاضانہ خدمتگذاری نے نقش ایسے موٹے کر دیے ہیں کہ یہاں کی ریاکارانہ گلیم کے
کونوں میں وہ وہ بیہودہ ہوسیں۔ اور ایسی ایسی ذلیل آرزوئیں چھپی ہوئی ملیں گی جو
شاید تاجداروں کے خیال میں بھی نہ گذری ہونگی۔ اور جنھیں ہم سے نفس پرست بھی گوشہ
خاطر میں جگہ دیتے شرماتے ہیں۔

وہ ذلیل اور معمولی ہوا کے جھونکوں میں اُڑ جانے والا جھونپڑا جسے کسی کم حیثیت
فقیر اور بھیک مانگنے والے قناعت پسند گوشہ گیر نے جو نہ مقتدائی کا دعویدار ہے اور نہ
مریدوں سے اپنے زہد و عبادت کا ٹکس وصول کرتا ہے ایک غیر آباد مقام میں اور کسی سنسان
سڑک کے کنارے ڈال لیا ہے شاید گوشۂ عافیت کہا جا سکے۔ بظاہر ہمارے خیالی
عزلت کدے کی اس شخص نے پوری اور سچی تصویر اُتار لی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی
بالکل نقل ہے۔ بلکہ نقل بھی نہیں یہ کہنا چاہیے کہ منھ چڑھانا ہے۔ یہ شخص بے فکری و بے غمی
کا منھ چڑھا دیا ہے اور دل میں اتنی ہوسیں بھری ہیں کہ ایک ایک کے سامنے دست سوال
پھیلاتا ہے اور نہیں پھیلا سکتا۔ اور نئی اور تازہ آرزوؤں کا خواب دیکھتا ہے۔ اور ہر گھڑی
اپنی بے مائگی پر پچھتایا کرتا ہے۔ کبھی شہوت پرست امرا پر حسد کرتا ہے اور کبھی ہوس پرست مرید
کرنے والے زاہدوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں بھی وہ آزادی و
بے غمی کا گوشہ عافیت نہیں جو دراصل دنیا ہی جنت کہے جانے کے قابل ہے۔

ہم اپنی آرزومندیوں کے مقام سے بیٹھ کے دیکھتے ہیں تو ہمیں بہت سے لوگ نظر

آسکتے ہیں جو بظاہر کامیاب وشادکام ہیں - اور اس زندگی سے فائدہ اٹھاتے معلوم ہوتے ہین - جو بات کہ دراصل صرف گوشۂ عافیت مین نصیب ہوسکتی ہو کسی کو دولت سے حاصل نہین ہو سکتی۔ کامیاب ساد عشق جو ناز آفرین سے ہمکنار دیکھے گئے ہین اپنی ہجران نصیبی یاد آتی ہو اور دل کو ایسا صدمہ ہوتا ہو کہ زندگی سے بیزار ہو جاتے ہین - لیکن ذرا تامل کرین غور سے دیکھین - اور اُس بامراد عاشق کے دل و دماغ کو ٹٹولین تو صاف معلوم ہو جاتا ہو کہ جسے ہم کامیاب سمجھے ہین اپنے خیال مین بالکل محروم القسمت ہو - اور زبان حال سے پکار پکار کے کہہ رہا ہو "بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے" بے وفائی جانان کا کھٹکا رقیب روسیہ کی دراندازیون کا اندیشہ مفلسی و ناداری کی فکرین - اور امارت وعزت کی ہوسین اُسے اس قدر گھیرے ہوئے ہین کہ ایک گھڑی کو بھی چین لینے نہین دیتین -

وہ بہادر افسر فوج جو فتح ونصرت کے پھریرے اُڑا رہا ہو جس نے دشمن کے دار السلطنت کے برجون پر بھی اپنا جھنڈا قائم کر دیا اور سپہگری وشجاعت کا تمغہ حاصل کرنے کو ہو اگرچہ ظاہر مین نہایت خوش ہو مگر اُس کی فکرین اس تھوڑی دیر کی خوشی سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی ہین - ہر وقت خوف لگا ہو کہ کہین ساری ناموری و عزت خاک مین نہ مل جائے اور معاملہ بن کے نہ بگڑ جائے - اور اگر بالفرض یہ اندیشہ بھی نہ ہوا تو عمر کے زیادہ گذر جانے کا صدمہ ہو - اور دل ہی دل مین غم کھا رہا ہو کہ افسوس عمر ہو چکی ہو - اور اس شہرت وناموری اور اپنی قوت بازو کی حاصل کی ہوئی عزت وحرمت سے فائدہ اُٹھانے کا بہت ہی کم موقع ملے گا - الغرض تم نے یہان بھی دیکھ لیا کہ اصلی اور بے غل وغش آسائش - اور سچی بیفکری وبے غمی نہین نصیب -

وہ آوارہ وطن جو مدتون خانمان برباد رہا - جس نے برسون دشت غربت مین خاک اُڑائی - اور اب آوارہ گردی وبادیہ پیمائی مین عمر عزیز کا بہت حصہ صرف کرکے سواد وطن مین داخل ہوا ہو - اور یاران وطن سے بغلگیر ہو رہا ہو - اکثرون کے خیال مین نہایت ہی شادان وفرحان ہو - اور اے آوارگان دشت غربت! اور اے یاران وطن کی صورت کو ترسنے والو! تمھین اس کا اطمینان بہت ہی کھٹکتا ہو گا - مگر محض بیکار اور ناحق گنہگار ہوتے ہو - یہ جو تم سمجھتے ہو کہ فکرین اس کے دل سے دور رہین بالکل غلط ہو - جو مصیبتین وطن اور یاران وطن کی دیکھتے ہی اس کے سر آپڑی ہین تمھاری مصیبتون سے بدرجہا

زیادہ ہین - جن احباب سے ملنے کا شوق اُسے ہمت دلا دلا کے لایا ہی - اور جن کی مانوس اور محبت بھری صورتین ہر منزل اور ہر دشت مین اس کی نظر کے سامنے رہی تھین اُن مین سے بعض کو تو دنیا ہی نے رخصت کر دیا بعض پہلے اچھی حالت مین تھے اور اب محزون و مغموم ہین - بعض کو جوان اور تندرست دیکھنے کا آرزو مند تھا مگر آکے دیکھا تو بوڑھے اور ناتوان ملے - الغرض اسی طرح کی ہزارہا پریشانیان ہین جنھون نے وطن کی صورت دیکھتے ہی دل کو آکے گھیر لیا - اور اتنا بھی موقع نہین دیتین کہ اپنی کامیابی پر دو گھڑی خوش ہو لے - قطع نظر اس کے خانہ داری کی ہزارہا فکرون نے آکے ہجوم کیا ہی - اور ایسا پریشان کر دیا ہی کہ اُس بادیہ پیمائی و غربت کو وطن اور یاران وطن کی زیارت پر ترجیح دینے لگا ہی - بہر تقدیر معلوم ہو گیا کہ جو اطمینان و فارغ البالی اور جو حقیقی مسرت و خوشی گوشۂ غربت مین حاصل ہو سکتی ہی اس آوارہ وطن کو کبھی وطن پہونچ کے نہ نصیب ہوئی -

غور طلب یہ امر ہی کہ گوشۂ عافیت مین کیا خوبیان ہین کہ جو لطف اُس مین ہی وہ کسی بادشاہ کو اپنے دربار مین مل سکتا ہی - اور نہ مرشدون کو عالی مرتبہ خانقاہون مین نہ اُس کا مزہ دولت مندی و عشرت پرستی کے عالیشان قصرون مین ہی اور نہ فقیرون کے غریب جھوپڑون مین - جو تسلی و راحت اُس کے دامن مین پہونچ کے نصیب ہوتی ہی وہ نہ مشتاق دو دل از دست دادہ عاشق کو معشوقۂ دلربا کے گلے لگانے مین حاصل ہو سکتی ہی - اور نہ غربت زدہ آوارہ وطنون کو سواد وطن مین داخل ہو کے - اصل یہ ہی کہ دنیا کی تمام مسرتین اور خوشیان صرف دکھانے اور ہوا پرست انسانون کو دھوکا دینے کے لیے ہین - قرآن پاک کہتا ہی "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" (مصیبت کے ساتھ راحت ہی -) لہذا جس طرح ہر صدمہ جانکاہ اور ہر روح فرسا الم سے اُمیدون کی خوشیان وابستہ ہی اُسی طرح ہر مسرت کے نیچے ایک مصیبت چھپی ہوئی ہی - اور ہر خوشی کے دامن مین صدمات و آلام ہین - شادی و غم کا یہ لزوم معلوم ہونے کے بعد صاف ظاہر ہو جاتا ہی کہ جہان خوشی کے چہچہے ہوتے ہین وہین پُر سوز و گداز مرثیے اور جگر خراش نالے بھی ہون گے - چاہے ہمین سُنائی نہ دین - اور جس جگہ تمھین بظاہر عیش و عشرت اور شادی و خرمی کے سامان نظر آتے ہون یقین کر لو کہ اُن مین غم و الم کے سامان بھی ضرور ملے ہون گے -

لہٰذا اگر کسی جگہ کو غم والم اور صدمون اور مصیبتون سے خالی کرنا چاہتے ہو تو پہلے اُسے خوشی وعشرت پرستی کے سامانون سے خالی کرو۔ جب تک یہ تماشا فضول اور عقلا نہ مزاجی کا سامان عیش دور نہ ہوگا اس وقت تک یہ بھی ممکن نہین کہ معین دنیاوی افکار آلام سے نجات ملے - یا پریشانیون اور مصیبتون کی طرف سے اطمینان نصیب ہو۔ گوشۂ عافیت جو اصلی خوشی اور حقیقی مسرت کا مرکز اور اطمینان و فارغ البالی کا امن بنا پایا جاتا ہو محض اس لیے کہ اُس مین آزادی اور امن وامان قایم کرنے کے لیے اسی اصول پر عمل کیا گیا - کہ فکرون اور ترددون مصیبتون اور المون سے پہلے عیش وعشرت کے سامان دور کیے گئے - نہ راحت طلبی ہی باقی رکھی گئی اور نہ عیش پرستی - نہ برسون کا وہ خیالی نظر فریب باغ رہا - جو روز ایک نئی آرزو دل مین پیدا کرتا تھا - اور نہ تمناؤن کا وہ عالیشان عشرتکدہ ہوسپرستی اندر کا ہی بڑھاتا تھا -

ہمارے دوستون نے اکثر سنا ہوگا کہ جو لطف سادگی مین ہو وہ کسی اور چیز مین نہین مگر اس کی فلاسفی شاید بہت کم کسی کے خیال مین گذری ہوگی - اصلی سبب یہ ہو کہ سادگی مین عمدہ اور دلچسپ نقش و نگار یا تکلف کے سامان دلفریبی نہین ہوتے اور انھین کے ساتھ سادگی کا صفحہ اُن ضرورت سے زیادہ پُرتکلف گل بوٹون سے بھی خالی ہوتا ہو جو قدرتی خوبیون کو بھدا اور بے مزہ بنا دیتے ہین - لہٰذا سچ یہ ہو کہ سادگی مین قریب قریب وہی شان پائی جاتی ہو جو ہمارے گوشۂ عافیت مین ہو - اور یہی سبب اُس کے زیادہ دلفریب و دلکش ہونے کا ہو -

مگر افسوس دنیا مین سب چیزین مل سکتی ہین اور نہین مل سکتا تو وہ گوشۂ عافیت جس مین وہ گھڑی بیٹھ کے ہم اپنے پریشان و مضطرب دل کو رنج و راحت اور شادی و غم ہر قسم کے افکار سے پاک و صاف کر لیا کرین - دنیا افکار و ترددات ہی کا نام ہو خوشی اور الم اس عالم مادی کی فطرت مین داخل ہو - لہٰذا ہمین امید نہین کہ وہ مختصر محدود جگہ جسے ہم گوشۂ عافیت کہتے ہین اور جسے جنت ارضی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین اس فانی زندگی مین کبھی نصیب ہو - جس طرح ایک کیمیاگر ساری زندگی سونا بنا لینے کی ہوس مین صرف کر دیتا ہو اور کبھی کامیاب نہین ہو سکتا اُسی طرح یہ بھی غیر ممکن ہو کہ کبھی کسی کو اصلی گوشۂ عزلت اور حقیقی کنج عافیت کا پتہ لگ جائے -

بس اصلی گوشۂ عافیت قبر ہی - اور فقط یہی ایک ایسا امن نظر آتا ہی جس مین پہونچ کے ان دنیاوی افکار و آلام سے نجات پانے اور بے غمی و اطمینان کی زندگی حاصل کرنے کی امید کی جاسکے - اور ہزارہا تجربون اور بارہا ٹھوکرین کھانے کے بعد ہم صرف یہ بات معلوم کرسکے ہین کہ جسے ہم گوشۂ عافیت کہتے ہین وہ حقیقت مین کنج عدم ہی - یا آغوش لحد ہی - جہان اگر دنیاوی فکرون اور جھگڑون کو ساتھ نہ لے گئے تو واقعی بڑے مزے کی نیند آئیگی

ملک چین ساری دنیا کی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ ہی

دنیا جو ترقی کرتی جاتی ہی ہماری معلومات کا ذخیرہ بڑھتا جاتا ہی - اور نئی تحقیقین ہمارے خیالات کو نیا پہلو بدلواتی رہتی ہین - یہ تھوڑی حیرت کی بات نہین کہ ملک عرب جیسے غیر قومین درکنار خود مسلمان بھی زمانہ نبوت محمدی سے پیشتر بالکل غیر متمدن اور جہان کے لوگون کو صرف وحشی اور لوٹیرا سمجھے ہوئے تھے وہی بدنام ملک تحقیق و تنقیح کے بعد محققین یورپ اور مسیحیون کے نزدیک بھی ساری دنیا کی تہذیب کا سرچشمہ ثابت ہو جائے !

فی الحال دو ہی ملک ہین جو قدامت کا پہلا سنہ نشین حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہین - اور دعوی کرتے ہین کہ تہذیب و تمدن مین دہی دنیا کی تمام قومون کے استاد اول اور علم و فضل کے پہلے موجد ہین - ایک مصر اور دوسرا ہندوستان - لیکن بڑی غور و پرداخت تفتیش و جستجو اور تنقیح و تحقیق کے بعد یورپ والون کو جو امر ماننا پڑا وہ یہی ہی کہ مصر کا تمدن ہندوستان کی ترقی و تہذیب سے سابق ہی - مگر کتنی بڑی حیرت کی بات ہی کہ باوجود ایسا فیصلہ کر دینے کے یورپ والون کو یہ بھی تسلیم کر لینا پڑا ہی کہ چین کا تمدن مصر سے کسی طرح پیچھے نہین -

قدامت مین مصریون کا ہندوستان والون پر مقدم ہونا یون ثابت ہی کہ ہندوان کے محقق تو وید کی تصنیف کو حضرت مسیح سے ۳۰۰۰ برس قبل بتاتے ہین - مگر نکتہ چینان یورپ کو اس کا اعتبار نہین وہ وید کے مولف ویاس کو حضرت مسیح سے پہلے بارھوین اور چودھوین صدیون کے درمیان مین مانتے ہین - لیکن سر ولیم جونس نے اپنی تحقیق کی بنیاد پہ کہا ہی کہ یجر وید جو سب سے پہلا معلوم ہوتا ہی وہ تو مسیح سے ۱۵۰۰ سال قبل تالیف

ہوا۔ اور دیگر ویدون کی تالیف کا سلسلہ حضرت مسیح سے بارہ سو برس قبل آکے ختم ہوا
بس یہی چیز ہے جو ہندوؤن کی ترقی کے ابتدائی زمانے کو متعین کرسکتی ہے۔
اب اس کے مقابلے مین مصریون کے تمدن کو دیکھیے۔ وہان کے پہلے فرعون میناؤس کا زمانہ سب کے نزدیک مسیح سے ۵۰۰۴ سال قبل ہے۔ اور وہان کی تہذیب و تمدن کا زمانہ جس سے فرعون خیوپس کا عصر مراد ہے۔ ۴۲۰۰ سال قبل
لہذا صاف ظاہر ہے کہ مصر کی تہذیب ہندوستان کی تہذیب سے پہلی ہی نہین بہت مقدم ہے۔ کہان مسیح سے ۱۵۰۰ برس قبل اور کہان ۴۲۰۰ برس۔ اور پھر لطف یہ کہ مصریون کے متعلق برسون کا جو شمار بتایا گیا ہے وہ بالکل پایۂ ثبوت کو پہونچا ہوا ہے اور ہندوؤن کے متعلق جو شمار قائم کیا گیا ہے بالکل قیاسی ہے۔
لیکن اگر ان اعداد و سنین کے قیاسی فیصلون سے قطع نظر کیجیے تو بھی دنیا کی عام تاریخ مصریون کو مقدم بتاتی ہے۔ وجہ یہ کہ قدیم الایام مین اور اُن دنون جس وقت سے کہ تاریخ کا آغاز ہوا ہے دنیا مین دو بالکل جدا اور مختلف الاصل قومین نظر آتی ہین۔ بنی سام جنھین انگریزی مین سمٹک قوم کہتے ہین۔ اور آرین۔ انھین قومون کے بڑھنے پھیلنے اور امتزاج سے موجودہ دنیا آباد ہوئی ہے۔ اور یہ بھی مورخین کو بہ یقین معلوم ہوگیا ہے کہ سمٹک قوم مقدم تھی۔ آریہ قوم اُس کے بعد بڑھی پھیلی اور اکثر اُن ممالک پر قابض ہوگئی جو سمٹک قوم کے لوگون سے آباد تھے۔ مصری۔ عرب۔ عمالقہ نبطی۔ سریانی۔ عبرانی۔ بابل۔ واسیریا والے۔ اور ہندوستان کی وہ تمام قومین جو غیر آریہ ہین اور انگریزون کی اصطلاح مین ابارجینیز کہلاتی ہین۔ اور جنھین آرین نے اپنا غلام سمجھ کے شودر کا خطاب دیا ہے سب سمٹک ہین اور ایک ہی اصل کی شاخین ہین۔ غالباً مسلمان یہ سُن کے چونک پڑین گے کہ ہندوستان کے شودر لوگ اور جنوبی ہند کی تمام پُرانی غیر آریہ قومین جو آج ہندوؤن کی مردم شماری بڑھا رہی ہین مسلمانون کی بنی عم۔ ہم قوم۔ اور ہم ذات ہین۔ اور اس کی مستحق ہین کہ بجائے ہندوؤن کے مسلمانون کے ساتھ شمار کی جائین لیکن افسوس مسلمان اپنی حکومت کے زمانے مین اس قدیم رشتے سے ناواقف تھے اور جو پالسی تجربے نے بعد والون کو بتائی ہے اگلون کو معلوم نہ تھی۔ ان مذکورہ قومون کا ایک ہی خاندان کی شاخین ہونا اُن

عادات و اطوار - رسم و رواج - مذہب و عادت لہجون اور زبانون - آلات و ظروف اور خاصةً اُن کے خط و خال سے بخوبی ثابت کر دیا گیا ہو اور ضرورت نہین کہ ہم اس مختصر مضمون مین اُس کی طرف توجہ کرین -

الغرض دنیا مین سمٹک قوم پھیلی ہوئی تھی کہ یہ لوگ غول کے غول اور جھنڈ کے جھنڈ اپنے باختر کے چھتے سے نکل نکل کے مختلف اطراف کی طرف چلے - پھیلے اور سمٹک لوگون کو دبانا شروع کیا - انھین مین کا ایک غول ایران مین پہونچا - جس نے بابل و اسیریا کو مٹا کے وہ عظیم الشان سلطنت قائم کی جو عربون کے ہاتھ سے یزدگرد شہریار کی جان کے ساتھ ختم ہوئی - دوسرے گروہ بحر خزر (کیسپین سی) کے شمال کی طرف سے بڑھتے ہوئے یورپ مین پہونچے اور رومیون یونانیون اور موجودہ یورپ مین اقوام کے مورث ہوئے - اسی طرح آریہ قوم کا ایک زبردست گروہ جنوب و مشرق کی طرف چلا اور ہندوستان کی سمٹک قومون کو ذلیل کرتا - لڑتا بھڑتا - اور مارتا کاٹتا ہوا تمام شمالی ہند مین پھیل گیا اور جب شمال مین قدیم باشندون کا قلع و قمع ہو گیا تو جدید ہندوستانی آرین سلطنتون کی توجہین جنوب کی طرف بڑھین - اور وہان بھی سمٹک لوگون کو ذلیل کرنے لگین - جنوبی ہند کی زبانین تلنگی - تامل - اور کنڑی سنسکرت کی بیٹیان نہین ثابت ہوتین - اور غور سے دیکھیے تو معلوم ہو جاتا ہو کہ عربی کی بہنین ہین -

اس مختصر تاریخ سے جس پر آج کی مہذب دنیا بڑی چھان بین کے بعد اتفاق کر چکی ہو صاف ظاہر ہو جاتا ہو کہ سمٹک قوم کی تہذیب آریہ لوگون کے بڑھنے پھیلنے اور ترقی کرنے سے پہلے تھی - اور اسی بنا پر آج کل کے محققین نے تسلیم کر لیا ہو کہ تحریر اور خط و کتابت کے پہلے موجد سمٹک قوم کے لوگ ہین جنھون نے سب سے پہلے مصر کے در و دیوار پر اپنے کارنامے لکھدیے تھے -

مصر والون کی قدامت ثابت کرنے کے بعد اب ہم اس بات کا ثبوت دیتے ہین کہ عرب لوگ اور خاصةً یمن والے تمدن و تہذیب مین ساری دنیا سے سابق ہین - مصر والے اپنے قدیم کتابون مین بتا رہے ہین اور اپنی ہزارہا سال پیشتر کی تحریرون مین لکھ گئے ہین کہ ہم کو تہذیب و تمدن کا سبق اُن لوگون سے ملا جو مشرق مین رہتے تھے - یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جائے کہ وہ کہتے ہین ہم علم و فضل کو مشرق سے لائے ہین - ان تحریرون

مین مشرق سے کون ملک مراد ہو یہ ایک چیستان ہو جس کے معنی ہر مصنف و محقق نے اپنے خیال و مذاق کے موافق لگائے ہین - اور اکثر لوگون نے اتنی ہی بنیاد پر یہ رائے قائم کرنے کا موقع پایا ہو کہ مصری ہندوستانیون کے شاگرد تھے - اور اُن کی تہذیب ہندوستان سے گئی تھی -

لیکن یہ بالکل بعید از قیاس ہو - اُس عہد مین مصر والون کی آمد و رفت ہندوستان مین بہت ہی کم تھی - اور کہنے کو تو یہ بات بھی کہی جا سکتی ہو کہ مصر والے چینیون کے شاگرد تھے - جو صحیح طور پر مشرقی کہے جانے کے مجاز ہین - اور جن کی تہذیب بھی بہت قدیم زمانے کی معلوم ہوتی ہو - لیکن اتنے دور و دراز ملکون مین وہ اُس قدیم عہد مین تعلقات کا قائم کرنا کوئی آسان امر نہین ہو - اور خصوص جب ہم مصر کے قریب ہی اُن دنون ایک ایسے ملک کو پاتے ہین جو کسی بات مین مصریون سے کم نہ تھا - اور تمام قدیم مورخون کو اعتراف ہو کہ وہان کے باشندے ہر حصۂ زمین مین پھیلے ہوئے تھے - اور چین سے یورپ تک کے سواحل اندرونی ممالک کے تمام بازار - اور دنیا کی کل مشہور و معروف منڈیان اُن کی جولانگاہ بنی ہوئی تھین -

یہ عرب لوگ جو اپنے موجودہ مذاق و عادات کے موافق اُس زمانے مین بھی ایسے باا صول اور کامیاب تاجر تھے ویسے ہی بہادر اور زبردست سپاہی بھی تھے - فراعنہ کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت مسیح سے ۱۹۰۰ برس پیشتر جب کہ مصر مین فراعنہ کے پندرھوین سولھوین اور سترھوین شاہی خاندانون کا دور تھا ایک خانہ بدوش اور مویشی چرانے والی قوم نے اُن پر حملہ کیا - اُن کو ہر طرف شکست دی - قریب قریب سارے ملک پر قابض ہو گئے - اس قوم نے اُن کی عمارتین کھود ڈالین بت خانے منہدم کر دیے لوٹنا مارنا شروع کیا - اور مصریون کے بچون کو پکڑ پکڑ کے غلام بنانے لگے - یہ لوگ مشرق سے اور سمندر کی طرف سے آئے تھے - ایک مدت دراز تک مصر کی قسمت کے مالک رہے اور انھین کے زمانے مین بنی اسرائیل نے ارض مصر مین آ کے سکونت اختیار کی تھی - ان تمام پتون کو سن کے کون کہہ سکتا ہو کہ یہ قوم حجازی عربون کے سوا کوئی اور قوم ہو سکتی ہو؟ چنانچہ یورپین فاضلون کی طرح یہی سچا اور یقینی فیصلہ موجودہ مورخین مصر نے بھی کیا ہو - ؏۵

؏۵ دیکھو اذارۃ توفیق الجلیل مطبوعہ مصر صفحہ ۵۹ -

لیکن یہ حجازی عرب تھے جو ہمیشہ خانہ بدوشی کے دلدادہ رہے۔ اور تمدن سے بھاگتے تھے۔ بخلاف ان کے یمن والوں میں تمدن تھا۔ اور اتنا اعلیٰ درجے کا تمدن جس کا پتہ ان کی کسی معاصر قوم میں نہیں لگتا۔ اس کے ثبوت میں ہم سیدلی بان کی کتاب "تمدن عرب" مترجمہ شمس العلما مولوی سید علی صاحب بلگرامی کی عبارت بجنسہ نقل کیے دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ "توراۃ کے مختلف ابواب میں عربستان کی تجارت اور شہروں کو علی الخصوص سبا کے یمن کا ذکر موجود ہے۔ (یہ وہی شہر سبا ہے جہاں سے ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے پاس آئی تھی) ان بیانات سے ہمیں اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قدیم الایام میں بڑے بڑے شہر تھے لیکن اُن کے متعلق کسی قسم کے اخبار نہیں ملتے۔

"تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح ہرڈوٹس نے (یونان کا سب سے پرانا مورخ) یمن کے ملک کو تمام دنیا کے ملکوں سے زیادہ زرخیز لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مغرب میں جو زمانۂ قدیم میں سبا و توراۃ کا قائم مقام تھا بڑے بڑے عالیشان قصر تھے۔ جن کی محرابیں سنہری تھیں۔ اور ان کے اندر طلائی اور نقرئی ظروف اور بیش قیمت پلنگ سونے اور چاندی کے موجود رہتے تھے۔

"ہشابو بھی اسی قسم کے حالات لکھتا ہے۔ ارتمید درس (ایک صدی قبل مسیح کے ایک مستند جغرافیہ نویس) کے قول کو نقل کر کے کہتا ہے کہ مغرب ایک عجیب و غریب شہر تھا۔ شاہی قصروں کی چھتیں سونے اور ہاتھی دانت اور بیش بہا موتیوں سے مرصع تھیں۔ اور حجروں کا اسباب نہایت باریک ترشا ہوا اور پاکیزہ تھا۔ اراتسطین کے (جو حضرت مسیح سے دو سو چھتر برس قبل پیدا ہوا تھا) بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکانات مصریوں کے مکانات سے مشابہ تھے۔ اور ان میں لکڑی کا کام مصری مکانوں کا سا تھا۔"

عربی مورخین تو فرمان روایان یمن کے حالات بہت ہی زور دے کے بیان کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ کہتے ہیں بعض تاجداروں نے بابل و ایران اور ہندوستان تک کو فتح کر لیا۔ اور غور و پرداخت کے بعد بوضاحت ثابت ہوگیا ہے کہ جس ذوالقرنین کے واقعات قرآن میں بیان کیے گئے ہیں وہ یمن ہی کا ایک فاتح اعظم تھا۔ اور جن لوگوں نے اس سے یونان کے اسکندر کو مراد لیا ہے وہ غلطی ہی نہیں حماقت میں بھی مبتلا ہو گئے

ہین - قرآن پاک صاف کہہ رہا ہو کہ ذوالقرنین سچا موحد اور خدا پرست تھا - بر خلاف اس کے مقدونیہ کا سکندر ایک پکا بت پرست تھا - اور قدم قدم پر دیوتاؤن کی پرستش کرتا جاتا تھا -

لیکن شہر سبا و معرب کی ترقیون اور دولتمندیون کے جو حالات ہرودوٹوس وغیرہ نے مسیح سے چار ہزار برس پیشتر بتائے ہین وہ ضرور یہ ہو کہ ان مین کی اگلی اور اس عہد سے بہت سابق زمانے کی محنت و مشقت اور اُن کی قدیم اُولوالعزمی کا نتیجہ ہون حاصل یہ ہو کہ دنیا کے جس پہلے سے پہلے زمانے کے حالات مورخین کو معلوم ہو سکے اسی زمانے مین عرب لوگ ساری دنیا کی تجارت کے مالک نظر آتے ہین -

چنانچہ وہی لائق محقق جس کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے لکھتا ہو - "یمن کے بڑے شہرون کا پُرتکلف اور اسباب عیش و عشرت سے مملو ہونا اس ملک کی قدامت اور تجارت کی وسعت سے بھی ثابت ہوتا ہو تاریخ مین ایسی مثال مشکل سے ملے گی کہ کسی قوم نے بڑے بڑے تجارتی تعلقات پیدا کیے ہون اور اُس مین اعلیٰ درجے کی ترقی کی ہو - فی الواقع عربون کی تجارت اقصائے ربع مسکون تک پہونچ گئی تھی - اور یہ تجارت اُن کی اسقدر قدیم ہو کہ خود توراۃ مین اُس کا ذکر موجود ہو - دو ہزار سال تک عرب تمام عالم کے مرکز تجارت بنے رہے - زمانہ قدیم مین عربون ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقصائے ممالک ایشیا کے ساتھ قائم رہے - عربون کی تجارت محض عربستان کی پیداوار تک محدود نہ تھی - بلکہ وہ اُن اجناس کی تجارت کرتے تھے جو افریقیہ اور ہندوستان سے آتی تھین - اُن کی تجارت اکثر اُن اشیا کی تھی جو سامان عیش و عشرت مین شامل ہین - مثلاً ہاتی دانت - مصالحات - خوشبو - عطریات - جواہرات - سونے کی خاک - لونڈی غلام وغیرہ وغیرہ -" اور جبکہ عربون کے تجارتی تعلقات اس قدر وسیع تھے - اور اُس زمانہ دراز تک قائم رہے تھے تو ہم خیال کر سکتے ہین کہ عربستان اور علی الخصوص یمن کے بڑے بڑے شہر اُس زمانے مین کیسے ہونگے - اس وسیع تجارت کی بدولت وہ عیش و عشرت کی تمام ضرورتون سے بخوبی واقف ہو گئے تھے - اور مورخین یونانی و رومی و عرب کا اُن کے عظیم الشان شہرون کے عجائبات بیان کرنے مین یک زبان ہونا بخوبی سمجھ مین آتا ہو -"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ قدیمی تجارت نے عربون کو در اصل اس امر کا بھی ذریعہ قرار دیا تھا کہ انسانی تمدن کے اسباب و علوم کو مختلف مقامات سے اخذ کر کے دیگر ممالک و اقوام مین پھیلائین۔ قدیم الایام مین جو تمدن فراعنہ کے دربار اور قبطی قوم مین نظر آتا ہو وہ ممکن نہین کہ وہین کا ایجاد ہو۔ ضرور ہو کہ وہ باہر سے آیا جس کا کہ خود مصریون کو بھی اعتراف تھا۔ اور لانے والی سوا عربون کے اور کوئی قوم نہین ہو سکتی۔ مسیح سے چار ہزار سال پیشتر عربون مین سونے کی چھتون۔ طلائی برتنوں اور پلنگون اور نہایت نازک حالی کے کاموں کا ہونا لازم ہو کہ کم از کم ایک ہزار سال پیشتر کے مسلسل تمدن کا نتیجہ ہو۔ اور پھر جب ہم کو یہ بھی بتایا جاتا ہو کہ مارب و سبا کی عمارتین اُسی وضع کی تھین جس وضع کی عمارتین مصر مین تھین تو ہمین کوئی شک نہین باقی نہین رہتا کہ مصر تہذیب و تمدن مین خاصۃً اور بلا واسطہ یمن کا شاگرد تھا۔

یمن کے قریب و رقدیم شہر مارب کے پاس ایک عجیب و غریب بند اس وقت تک موجود ہو جسے مورخین عرب قیاس سے کام لے کے ملکۂ بلقیس کی طرف منسوب کرتے ہین۔ جو حضرت مسیح سے تقریباً ایک ہزار سال قبل تھی۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بند بلقیس سے بہت پیشتر کا بنا ہوا ہو۔ اس لیے کہ اس مہینہ شاہزادی اور حضرت سلیمان کی معشوقہ کا دار السلطنت شہر سبا تھا جس کی رونق کے زمانے مین پرانا شہر مارب ویران ہو چکا تھا۔ لہذا خاص مارب کے قریب کی کسی عمارت یا صنعت کو بلقیس کی طرف منسوب کرنا صحیح نہین معلوم ہوتا۔ اگر وہ عقلمند ملکہ بنواتی تو اپنے دار السلطنت شہر سبا کے قریب کوئی عمارت بنواتی۔ یہ بند ایک بہت لمبی گھاٹی کے منفذ پر بنایا گیا تھا۔ چارون طرف سے پہاڑون کا پانی آکر اُس گھاٹی مین سے ندی کی طرح بہتا تھا۔ اور بند نے اس ندی کو روک کے ایک بڑا سا تالاب بنا دیا تھا۔ جس سے تمام ملک مین آب پاشی ہوتی تھی۔

ان تمام گذشتہ واقعات سے پوری طرح یقین کیا جا سکتا ہو کہ یمن کا تمدن مصر اور تمام دنیا کے تمدن سے سابق ہو۔ اور تہذیب کی دنیا مین اولیت و ایجاد کا تاج پہننے کی اگر کوئی قوم مستحق ہو تو وہ عرب ہین۔ اور شاید کسی آیندہ زمانے مین دنیا کے تمام محققون اور مورخون کا یہی مسلم و مقبول مذہب ہوگا۔ ابھی تک تفصیلی حالات کسی کو ہمین معلوم ہو سکے۔ اور افسوس کہ یمن کی قدیم عمارات و ابنیہ اس وقت گرد روزگار کے نیچے

پڑی سو رہی ہین - اور جیسا کہ بابل و نینوی کے ویرانون نے برسون انتظار کیا یہ بھی کسی آثار قدیمہ کے محقق اور متجسس کا انتظار کر رہی ہین -

واقعی یہ نہایت افسوس کی بات ہو کہ موجودہ اہل یمن کی بے ذوقی اور وحشیانہ مزاجیون کی وجہ سے اور نیز دولت عثمانیہ کی گونہ بے پروائی سے یمن ایک ایسی حالت مین پڑا ہوا ہو کہ یہ زمین محققون اور متجسسون کو جان ومال کے خوف سے اُس سرزمین پر قدم رکھنے کی جراءت نہین ہوتی - ساری مہذب دنیا جانتی ہو کہ یمن کے کھنڈرون مین واقفیت کا ایک بہت بڑا خزانہ دبا پڑا ہو - جس طرح مصر اسیریا میدیا اور ایران وغیرہ کے منہدم آثار کے مطالعہ کے قدیم الایام کی بہت بڑی تاریخ مرتب کر لی گئی اُسی طرح سرزمین یمن مین اگر پُرانی اور زمانے کی مار کھائی ہوئی اینٹون کو اُلٹ پلٹ کے دیکھا اور پتہ لگایا گیا تو ایک نئی قوم کے حالات معلوم ہون گے جو سب سے پُرانی اور سب قومون کی اُستاد ثابت ہوگی - تاریخی دنیا کے موجودہ مسلمات بہت کچھ بدل جائینگے - اور آیندہ محققین کا کا کچھ اور ہی مذہب ہوگا -

اس امر کی تصدیق بھی مسیو لی بان کے اس بیان سے ہو رہی ہو - وہ لکھتے ہین "افسوس کی بات ہو کہ تحقیقات آثار قدیمہ ابھی یمن تک نہین پہونچی ہین - اور آج بھی یمن کے قدیم شہرون کی حالت سے ہم اسی قدر ناواقف ہین جیسا کہ ہم چند سال قبل اسیریا کے اُن شہرون کی حالت سے ناواقف تھے جو اُس وقت ریتی مین دبے ہوے تھے - جہان تک ظاہری علامات سے استنباط ہو سکتا ہو یقین ہو کہ یمن مین آثار قدیمہ کی تلاش ضرور سرسبز ہوگی - مسیو ہالیفی جو چند سال قبل یمن کے ملک سے گذرے لیکن کسی مقام کو کھود نہ سکے لکھتے ہین کہ اس وقت بھی اکثر عرب سونے اور چاندی کی اشیا ویرانون مین پاتے ہین - اور خود اس سیاح کو حرم سے قریب جو صنعا کے پاس ہو پتھر کے ستون ملے ہین جن پر قدیم کتبے کندہ تھے - اور نیز ایک سبائی عبادت گاہ کا دروازہ ملا جو سطح پتھر کا بنا ہوا ہو جس پر حیوانات اور نباتات کی صورتین کندہ مین "

جس طرح کسی سونے کی کان کو نامور و اُولوالعزم سلطنین شوق اور قبضہ کرنے کی غرض سے دیکھتی ہین اُسی طرح یمن کے اس علمی خزانے کو دنیا کے تمام سربرآوردہ محقق متجسس بے صبری کے ذوق وشوق سے دیکھ رہے ہین اور موقع نہین پاتے کہ وہان پہونچ کے

عجائب خانون شروع کردین ہین سب سے زیادہ افسوس مسلمانون کی بے حسی و لا پروائی کا ہو۔ یورپ والون کی جستجوؤن کو دیکھتے ہین۔ اُنکی کامیابیان بھی دیکھ رہے ہین کہ کیسے گہرے غوطے لگا کے کیسے کیسے دُر شاہوار نکال لاتے ہین۔ مگر خود کسی طرح نہین چونکتے۔ دولت عثمانیہ فیاضی سے ہر محنت و کوشش مین مدد کرنے کو تیار ہو۔ مین سبھی جستجو کرنے والون نے بابل و نینوا کے کھنڈر کھود کے تاریخ قدیم کے صفحات مرتب کیے انھین اس سلطنت عظمیٰ نے ہر طرح روپیا اور قوت سے مدد دی اور دے رہی ہو۔ کیا اگر کوئی فاضل مسلمان جس کو مین کے لوگ یقیناً بڑی خوشی سے اپنا مہمان بنائین گے اور بجاے مخالفت کے اُس کی مدد کرنے کو تیار ہونگے اس ضروری اور ناموری کے کام پر آمادہ ہو تو یہ مدعی خلافت دولت اُس کی سرپرستی و حمایت کرنے کی ہے شک کرے گی اور بڑی خوشی سے کرے گی لیکن اس کا کیا علاج کہ ایسے مسلمان ہی نہین موجود ہین جو اتنی ہمت رکھتے ہون۔ اور اس قسم کے اہم اور ہمیشہ یادو رہنے والے کامون کی طرف توجہ کرین۔

اگر یمن اور مصر و روم کے مسلمان نہین آمادہ ہوتے تو لے ہندوستانی مسلمانو اس کان طلا۔ اس علمی خزانے۔ اس ناموری کے شہ نشین۔ اور اس آب حیات کے چشمے کا دروازہ تمھارے لیے بھی کھلا ہو۔ نیکنامی و شہرت کے جن شائقون نے قطب شمالی کی برف مین دب دب کے جانین دین اُن کی مہم سے تمھاری یہ مہم نہایت آسان اور بہ اعتبار نفع اُس سے بدرجہا زیادہ ضروری ہو۔ ہمت کرو تو دولت برطانیہ دولت عثمانیہ اور خود یمن کے سیدھے سادے مسلمان تمھاری پشت پناہی و مددگاری کو موجود ہین۔ مگر افسوس کسی کو اس کا حوصلہ ہی کیون ہونے لگا تھا۔

دلگداز اور اسکی اشاعت

دلگداز کی اشاعت مین اب کی مرتبہ غیر معمولی اور بہت زیادہ تاخیر ہوگئی۔ قدردانون کے شوق کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اُس تاخیر کا سبب دریافت کرنے کے لیے متواترا ور بہت سے خطوط آئے۔ جن کا جواب بھی پوری طرح نہین روانہ ہوسکا۔ اصل یہ ہو کہ دلگداز کی اشاعت مین ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا گیا کہ وہی مضامین شایع ہون

جو قابل اطمینان اور پسندیدہ ہون ۔ اس امر کی پابندی مین پورا بار ہمیشہ ایڈیٹر ہی کے سر رہا کرتا ہو۔ اور ایڈیٹر کی ذراسی عدیم الفرصتی ۔ بیماری یا اُس کے دیگر خانگی تردد آ پرچے کی اشاعت مین فرق ڈال دیا کرتے ہین ۔

ادھر دو مہینہ سے میرے خانگی ترددات اور نیز میری مزاجی ناسازیون نے مجھے یہان تک بے کار کر دیا کہ دماغ سے بالکل کام نہین لے سکتا تھا ۔ مگر آخر تک میری یہی کوشش رہی کہ پرچہ چاہے دیر مین نکلے ۔ مگر اُسی شان سے نکلے جو شان کہ دلگداز کے ساتھ مخصوص سمجھی جاتی ہو۔ اور جس نے دلگداز کو مقبول عام اور ہر دل عزیز بنا رکھا ہو لیکن متواتر تقاضون سے گھبرا کے آخر اپنی وضع چھوڑنی پڑی اور گذشتہ نمبر کو لائق ہمعصرون کے چند عمدہ مضامین سے بھرکے بے صبر ناظرین کا شوق پورا کر دیا گیا ۔

دلگداز مین جس قدر حصہ ناول کا ہو اُسکے لکھنے مین چندان زحمت نہین ہوتی اس لیے کہ پلاٹ کا بہت زیادہ حصہ ذہن مین موجود ہوتا ہو اور شروع ہی سے مطالعۂ کتب سے اتنا فائدہ اُٹھا لیا جاتا ہو کہ وقتی دشواریان مزاحم نہین ہو سکتین ۔ لیکن جسقدر حصہ مضامین سے متعلق ہو اُس کے لیے ہمیشہ صحت دماغ اور خیالات کے مجتمع ہونے کی ضرورت ہو۔ ادنے پریشان خیالی معذور کر دیتی ہو۔ اور تھوڑے سے افکار اور ترددات دماغ کے بے کار کر دینے کے لیے کافی ہوتے ہین ۔ ہمارے دوست اور خصوص وہ لائق احباب جو دلگداز کے تمام پرچون کو غور و تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرماتے رہتے ہین سمجھ سکتے ہین کہ جس قسم کے مضامین دلگداز کے صفحون پر شایع ہوتے ہین ایسے نہین ہین کہ ایک معمولی توجہ سے لکھ لیے جائین ۔ اُن کے لیے غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہو۔ مطالعۂ کتب لازمی ہو۔ اور لکھنے والے کا فرض ہو کہ قلم ہاتھ مین لینے سے پیشتر وہ اپنے آپ کو پوری طرح تیار اور لکھنے کے قابل بنا لے ۔ پھر آپ ہی انصاف فرمائیے کہ جب فارغ البالی مفقود ہو۔ افکار و ترددات گھیرے ہوئے ہون ۔ خیالات پریشان ہون ۔ ایسے مضمون کیونکر تیار ہو سکتے ہین ؟

ہم غور کر رہے ہین کہ اس دشواری سے بچنے کے لیے کیا تدبیر کرین ۔ اگرچہ ابھی تک کوئی خاص رائے نہین قائم کی جا سکی لیکن آیندہ یہ ہوگا کہ یا تو ایسی مجبوری کی صورت مین دونون جزو ناول کے کر دیے جائین گے ۔ یا انگریزی مختصر ناولون مین سے کسی کا ترجمہ درج کر دیا جائے گا ۔

ابو الصلت اُمیّہ بن عبد العزیز

زمانے کے کہنہ اوراق اور تاریخ کے بوسیدہ اجزا مین بہت سے ایسے نام ہین جن کی ہم جس قدر عزت کرین اور جن کے کمالات پر جتنا فخر و ناز کرین کم ہو۔ مگر افسوس قدر و منزلت تو بعد کی چیزین ہین اُن مین سے بہت کم ہین جن کو ہم جانتے بھی ہون۔ ابو الصلت اُمیّہ بن عبد العزیز کا نام ہمارے دوستون مین سے بہت کم لوگون نے سُنا ہو گا۔ پہ اسلام کے عہد اوّلین مین سرزمین اسپین کے ایک بہت بڑے زبردست اور نامی گرامی طبیب۔ دقیقہ رس و حقیقت شناس فلسفی — جادو نگار اور فصیح البیان ادیب و شاعر۔ اور دلون کو موم کر دینے والے اور روح انسانی پر اپنی ساحرانہ حکومت قائم کرنے والے موسیقی دان گذرے ہین۔ ہمارے ہم وطن ایک عالی مرتبہ حکیم و فلسفی۔ ریاضی دان و ہندس۔ اور ادیب و شاعر کو گویا سُن کے چونک پڑین گے۔ مگر کوئی چونکنے کی بات نہین جب کسی قوم مین ترقی کے آثار نمایان ہوتے ہین تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔

ابو الصلت سنہ ۴۶۰ھ کے قریب شہر دانیہ مین جو اُندلس کے مشرقی اضلاع مین اور مشہور و معروف شہر اشبیلیہ کے قریب واقع تھا پیدا ہوئے۔ اور خوش نصیب تھے کہ سواد وطن ہی مین نشو و نما پایا۔ جب علم و حکمت کا شوق ہوا تو دانیہ کے قاضی ابو الولید وقشی کی شاگردی اختیار کی۔ اور علم و فضل مین نمایان ترقی کرنے لگے۔ علامہ ابو الولید کے بعد دیگر اساتذۂ وطن کی صحبت فیض سے بھی بہرہ یاب ہوئے۔ آخر چند روز مین ہر علم و فن مین یہ کمال حاصل کر لیا کہ اُن کے مورخ کہتے ہین

طب مین جو پایہ اُن کو حاصل ہوا اطبائے اندلس مین سے بہت کم کسی کو نصیب ہوا تھا۔ ریاضی و ہندسہ مین فرید عصر شمار کیے جاتے تھے۔ ادب و شاعری کے اعتبار سے وہ مقبولیت عامہ حاصل تھی کہ شعرائے اسپین مین سے بہت کم باکمال گذرے ہین جو اُن کے ہم پایہ بتائے جا سکین۔ بذلہ سنج اتنے بڑے تھے اور کلام ایسا فصیح و بلیغ اور معنی خیز ہوتا تھا کہ وہان کی اُن دنون کی نکھری صحبتون مین عموماً لوگ اِن کی جادو بیانی سننے کے مشتاق تھے۔ ان فنون کے علاوہ علم موسیقی مین ایسی واقفیت اور مہارت پیدا کی تھی کہ عرب کے تمام مغربی گویون کا نام مٹ گیا تھا۔ صرف علم ہی نہین عملی طور پر اس فن کے بہت بڑے اور مستند اُستاد تھے۔ سرود جیسا اُنھون نے بجایا کوئی نہین بجا سکا تھا۔ افریقہ کی تمام مروجہ دُھنین اُنھین کی قائم کی ہوئی تھین۔ یہان تک کہ علامۂ مقری جو اِس نامی گرامی فیلسوف و مغنیِ عرب کے پانچ چھ سو برس بعد ہوئے ہین اپنی کتاب نفح الطیب مین کہتے ہین کہ "بلاد افریقہ مین آج تک جتنی دُھنین مروج اور مقبول ہین سب ابوالصلت اُمیہ کی قائم کی ہوئی ہین۔"

آخر وہ زمانہ آ گیا کہ دانیہ اور بلاد اندلس اُن کے لیے اور اُن سے بڑھے ہوئے اُستادانہ پیش کر سکتے تھے تب اُنھون نے سفر کا ارادہ کیا۔ اور ارض مصر کو روانہ ہوئے۔ مان کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ ایسے لایق و یکتائے عصر بیٹے کو اتنے بڑے سفر پر تنہا جانے دین۔ چنانچہ وطن اور اعزائے وطن کو خیرباد کہہ کے وہ بھی لخت جگر کے ساتھ مشرق کی طرف روانہ ہوئین۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی۔ جو تین مساوی حصون پر تقسیم ہو گئی۔ ابتدائی بیس برس اپنے وطن شہر دانیہ مین بسر ہوئے۔ بیس برس افریقہ یعنی بلاد بجزیرہ مین جہان ملوک صنہاجین کے دربار مین اُنکی بڑی قدر و منزلت ہوتی تھی۔ اور بیس برس مصر مین۔ مگر جو تاریخین اُن کے سفرون وغیرہ کے متعلق بتائی گئی ہین اُن سے اس تقسیم کی تصدیق نہین ہوتی۔

الغرض اُنیسوان سال اور شباب کا زمانہ تھا کہ مادر مشفقہ کی محمل کے ساتھ ساتھ عید الضحی کے دن ۴۸۹ھ مین وارد اسکندریہ ہوئے۔ اور قاہرہ کی راہ لی

جو مصر کا دارالسلطنت تھا ان دنون حوادث زمانہ کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بنی
فاطمہ مصر کا دور تھا۔ اور تقدیر اُس معزز و باسطوت خاندان کو زوال وادبار کی طرف
لیے جاتی تھی۔ دو سال پیشتر خلیفہ المستنصر باللہ فاطمی جس کے ہاتھ پر حسن بن صباح
نے حاضر ہو کے بیعت کی تھی جام فنا پی چکا تھا۔ اور اگرچہ اپنے بیٹے نزار کو ولی عہد
کر گیا تھا مگر قسمت نے اُس سے دشمنی کی اور اہل قاہرہ نے دوسرے بیٹے
مستعلی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور سبب یہ ہوا کہ مستنصر کے آخر عہد مین ایک ارمنی
نومسلم بدر الجمالی بڑھتے بڑھتے وزیر جنگ اور ساری فوجی قوت کا مالک ہو گیا
تھا اور عام طور پر وزیرالجیوش کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ امیرالجیوش مستنصر کی زندگی
ہی مین مر گیا اور خلیفہ نے اسکی جگہ اُس کے بیٹے افضل کو وزیر جنگ کے عہدے
پر ممتاز کیا۔ افضل چند روز بعد سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اور یہ
نوبت پہونچی کہ افضل تو ملک الافضل کہلاتا اور خلیفہ مستنصر بیکار رہ کے محل مین پڑا
عشرت پرستیان کیا کرتا تھا۔ اسی زمانے مین اتفاقاً ایک دن نزار کی سواری نکلی
سامنے سے ملک الافضل آ رہا تھا۔۔۔ ہر گلی مین اس قدر اندھیرا تھا کہ افضل کو خبر
بھی نہ ہوئی۔ اور نزار نے پاس آکے ڈانٹا "ارے ارمنی کُتے گھوڑے سے اُتر!"
نزار کو معمولی شاہزادون کی طرح ولی عہدی کا غرور تھا۔ اور یہ نہ خیال کر سکا کہ اس
وقت ساری قوت افضل کے ہاتھ مین ہے۔ بس اسی گھڑی سے افضل نزار کا دشمن
تھا۔ اور جیسے ہی مستنصر باللہ آغوش لحد مین لیٹا افضل نے نزار کو نالائق بنا کے
الگ کر دیا۔ اور مستعلی کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کر لی اور سارے قاہرہ کو بھی اُسکا مطیع
اور فرمان بردار بنا دیا۔ نزار بھاگ کے اسکندریہ پہونچا۔ وہان کچھ لوگ اُس کا
ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے تھے اور حملہ کی تیاریان ہو رہی تھین کہ افضل فوج
لے کے آ پہونچا۔ کئی لڑائیان ہوئین۔ اسکندریہ کے بہت سے نامی گرامی لوگ
مارے گئے۔ اور مستعلی کے حکم سے نزار گرفتار کیے جانے کے بعد ایک دیوار
مین زندہ چنوا دیا گیا۔ آخر اسی مین گھٹ گھٹ کے اُس غریب نے جان دی۔ اور
تمام مملکت مصر مین افضل کا طوطی بولنے لگا۔

الغرض یہ فتنے اور ہنگامے اور یہ ہولناک تماشے تھے جنھین دیکھتے ہوئے

علامۂ ابو الصلت قاہرہ مین پہونچے۔ وہان کے امرا و علما سے ملے۔ قدر دانون نے ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور انھین موقع ملا کہ ایک زمانے تک اپنے کمالات کو بڑھاتے رہین۔ مگر یہ ایسا نازک زمانہ تھا کہ شاید انھین کبھی افکار و آلام سے نجات نہ ملی ہوگی۔ اسلیے کہ ان کے ورود کے چوتھے ہی برس ۴۹۲ھ مین پہلی کروسیڈ کا ہنگامہ بپا ہوا۔ بطرس راہب اور گاڈفرے وغیرہ بڑھتے بڑھتے ارض مقدس پر قابض ہوگئے۔ اور خاص مسجد اقصی کی زمین ستر اسی ہزار مسلمانون کے خون سے رنگی گئی۔

اس مصیبت کو دو تین برس گذرے تھے کہ مستعلی مرگیا۔ اور آمر باحکام اللہ خلیفۂ مصر ہوا جو ہنوز پانچ برس کا بچہ تھا۔ اب اس زمانے مین افضل گویا خود ہی بادشاہ مصر تھا۔ اس نابالغ خلیفہ کا عہد شروع ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ ایک واقعۂ عجیب پیش آیا۔ اور ہم حیران ہین کہ اُسے علامہ ابو الصلت کی بدنصیبی محمول کرین یا خوش قسمتی پر۔ ایک تاجرانہ جہاز تانبے کی کھیپ لادے ہوئے مصر آتا تھا کہ بندرگاہ اسکندریہ کے قریب پہونچ کے ڈوب گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جہاز کے غرق ہو جانے سے تجار اسکندریہ کے ساتھ دولت مصر کا بھی بہت کچھ نقصان ہوا تھا جس نے خود افضل کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ جب یہ حال علامۂ ابو الصلت نے سُنا جو اُس عہد کے یکتاے زمانہ مہندس و ریاضی دان تھے تو اُنھون نے غور کرنا شروع کیا۔ اور اپنے کمال علمی کے زور سے چند تدبیرون کا مسودہ ذہن مین قائم کر کے ملک افضل سے ملے اور کہا ”اگر آپ روپیہ صرف کرنے پر آمادہ ہون۔ اور جس سامان اور جن آلات کو مین کہون فراہم کرا دین تو وعدہ کرتا ہون کہ غرق شدہ جہاز کو قعر دریا سے نکال دون گا“۔

افضل کو یہ سُن کے حیرت ہوگئی۔ فوراً پورے مصارف کا متکفل ہوگیا بلکہ خزانہ خالی دیکھا تو کچھ رقم قرض لے لی۔ اور جو چیزین علامۂ ابو الصلت نے کہین اُنھین کی نگرانی اور انھین کے اہتمام سے بننا شروع ہوگئین۔ جب سب سامان فراہم ہوچکا تو اُنھون نے اپنے ایجاد کیے ہوئے آلات کو ایک اد-

بنے اور مضبوط جہاز پر انہو اصول انجنیری کے مطابق اور مناسب ترتیب سے قائم کیا۔ یا یون کہنا چاہیے کہ جر ثقیل کی ایک بڑی بھاری کل بنا کے کھڑی کی جس مین زبردست گراریان لگی ہوئی تھین۔ اور تھوڑی انسانی قوت سے زیادہ کام لینے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ جب ان سب چیزون کو چلا کے دیکھ لیا اور اطمینان ہو گیا کہ جزوی کامیابی ہو گی تو اس جہاز کو لے کے اُس مقام پر پہونچے جہان اُنبے کا جہاز غرق ہوا تھا۔ جہاز کو ٹھہرایا۔ اور غوطہ خوردن کو پانی مین اُتارا کہ ریشم کے مضبوط اور زبردست رسّے غرق شدہ جہاز کے اطراف مین باندھ دین اور نکل آئین۔ جب اس امر کی بھی تعمیل ہو گئی تو وہ رسّے گراریون پر چڑھائے گئے اور کل چلنا شروع ہوئی۔ ابھی تک تو لوگ اس نئے ہلامی انجنیر کو اپنے ذہن مین بے وقوف خیال کر رہے تھے لیکن اب گراریان آہستہ آہستہ پھرنا شروع ہوئین اور جہاز اُبھر اُبھر کے اوپر آنے لگا تو گھبرا گھبرا کے اُس کی صورت دیکھنے لگے کہ یہ حکیم ہو یا جادو گر مہندس ہو یا معجزہ دکھانے والا پیغمبر۔

تھوڑی دیر کے محنت و زور آزمائی مین جہاز سطح آب کے برابر آگیا۔ اُس کے کونے پانی سے نکلے۔ لیکن اب یکایک گراریان رُک گئین۔ اور لاکھ کوشش کرتے ہین جہاز اس سے زیادہ نہین اُبھرتا۔ ابوالصلت نے یہ خیال کیا تھا کہ پانی کے اندر ہر چیز کا وزن بہت کم محسوس ہوتا ہو اس لیے کہ اُس کے اُبھارنے مین خود پانی بھی اپنی قوت صرف کرتا ہو۔ لیکن اب جہاز اُس حد تک آگیا تھا جس سے آگے پانی کی قوت کچھ کام نہ دے سکتی تھی۔ بدنصیبی سے ہمارے عالی مرتبہ مہندس نے اپنے اس پہلے تجربے مین اس بات کا خیال ہی نہ کیا تھا کہ اوپر لانے کے بعد کیا کارروائی کی جائے گی۔ کاش اُسی وقت پانی اُچھالکے تانبے کے نکالنے کی تدبیر شروع کر دی جاتی تو شاید کچھ زور چل سکتا۔ مگر نہین ابوالصلت نے غلطی سے اور اُبھارنے اور زیادہ زور لگانے کا حکم دے دیا۔ جس کے ساتھ ہی رسّے ٹوٹ گئے۔ اور وہ جہاز پھر تہ سے جا لگا

اس ناکامی کے بعد اگر غور کرنے کا موقع ملتا اور سلطنت مدد دینے پر آمادہ ہوتی تو ہمارے علامہ ابوالصلت دوبارہ کوشش مین یقیناً کامیاب ہوتے۔ مگر معاملہ

دگرگون ہوگیا۔ افضل اس ناکامی کی خبر سنتے ہی برہم ہوا۔ اور جب اپنے نقصان اور قرض لیے ہوئے روپیہ کے ڈوب جانے کا خیال کیا تو اُس کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ابو الصلت مایوسی و پریشانی کے ساتھ گھر آئے تو بجاے اس کے کہ کوئی دلدہی کرکے حوصلہ بڑھائے حکومت کے عتاب سے گرفتار ہوئے۔ اور قاہرہ کے کتب خانے مین قید کر دیے گئے۔

افسوس یہی چیزین اور ایسے ہی اسباب تھے جن کی وجہ سے اُس قدیم زمانے مین علم انجینیری اور کلین بنانے کے فن کو کامیابی نہ ہو سکی۔ یہ یقینی بات ہو کہ ناکامیون ہی سے کامیابی ہوتی ہو۔ اور جن امور کو تجربہ سے تعلق ہو اُن مین جب تک انسان بہت سی اور متواتر زکین نہ اُٹھالے اپنی ہمت و محنت کا صلہ نہین پا سکتا۔ موجودہ گورنمنٹین ایسے مجتہد فن اور دقیقہ رس عقل کا حوصلہ بڑھاتیں اور آخر تک اُس کی مدد کرتی ہین۔ مگر افسوس جو برکت گورنمنٹ وکٹوریہ کے دور مین ہو اُس عہد مین نہ تھی۔ اور واقعی اس حیثیت سے اُس زمانے کو جس قدر تاریک زمانہ کہیے زیبا ہو۔

اب علامہ ابو الصلت قیدی اور اسیر بلا تھے۔ نہ کہین جا سکتے نہ کہین آ سکتے نہ کوئی اُن سے مل سکتا۔ رات دن کتب خانے کے ایک کمرے مین بند پڑے رہتے۔ اور جب جی گھبراتا مطالعۂ کتب کرنے لگتے۔ اور اسی کتب بینی کی وجہ سے یہ قید اُن کے حق مین ایک رحمت ہوگئی۔ اس لیے کہ چند ہی روز مین وسعت نظر اس درجے کو پہونچ گئی کہ اُن کے کمال علمی اور اُن کی معلومات کو کوئی معاصر شخص نہ پا سکتا تھا۔ بلکہ اکثر علما کا خیال ہو کہ یہی اسیری و گرفتاری نے ابو الصلت اُمیہ کو علامہ ابو الصلت بنایا۔

تاہم گرفتاری بُری چیز ہو۔ ایک جگہ اور ایک حال مین پڑے پڑے زندگی سے عاجز آ گئے۔ اور یہان تک تنگ ہوے کہ افضل کے چند معتمد علیہ امرا کی شان مین قصیدے لکھ کے بھیجے۔ اُن سے مدد مانگی۔ اور آخر اُنھین کی سفارش سے آزادی حاصل کی۔ ابن صیرفی جو اُس زمانے مین موجود تھے لکھتے ہین کہ شیخ ابو الصلت نے قید خانے سے مجھے ایک رقعہ لکھ

اور اُس کے ساتھ دو قصیدے بھیجے۔ اور رقعہ و قصیدہ دونون مین ایسا کمال انشا پردازی دکھایا تھا کہ نہ اُس نثر سے بہتر نثر ہو سکتی ہو اور نہ اُس نظم سے بہتر نظم۔ مین بار بار پڑھتا تھا اور ہر بار پڑھنے مین نیا مزہ آتا تھا۔ یہی قصیدے دربارِ افضل کی شان مین تھے۔ اور یہی اُن کی نجات کا سبب ہوئے۔

مگر افضل ان سفارشون پر بھی اُن سے صاف نہین ہوا۔ اگرچہ قید سے آزاد بھی دے دی مگر قاہرہ مین رہنے کی اجازت نہ دی۔ اس طرح سنہ ۵۰۵ھ مین اپنے علمی قید خانے کو چھوڑ کے اسکندریہ کی طرف گئے۔ اور گو کہ ممانعت تھی مگر ایک سال تک یہ حالت رہی کہ کبھی کبھی اسکندریہ مین آتے اور چلے جاتے۔ دوسرے برس سنہ ۵۰۶ھ مین اُنھون نے قلمروِ مصر کے چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ اسکندریہ سے نکل کے مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ اور چند روز کے سفر نے شہر مہدیہ مین پہونچایا۔ جو اُن دنون الجیریا کا مرکز حکومت۔ اور فرمان روایان بنی صنہاج کا دار السلطنت تھا۔ موجودہ حکمران علی بن یحیےٰ ابن تمیم نے بڑی قدر و منزلت کی۔ اپنا مہمان بنایا۔ اور نہایت خاطر و مدارات سے پیش آیا۔

علی بن یحیےٰ کی قدردانی سے مہدیہ مین کچھ ایسی دلچسپی ہوئی کہ یہین ٹھہر گئے اور اسی شہر کو اپنا وطن بنا لیا۔ یہ بالکل پتہ نہین چلتا کہ والدہ جنھین اندلس سے ہمراہ لائے تھے اُن کا کیا حال ہوا۔ غالباً سرزمین مصر کے کسی قبرستان مین آرام کر رہی ہون گی۔ مگر اُنھون نے خود اپنا خوابگاہ شہر مہدیہ ہی کو بنایا۔ جہان دوشنبہ کے روز غرۂ محرم سنہ ۵۲۹ھ مین دنیائے فانی کو رخصت کیا۔ اور کنج لحد مین لیٹ کے خواب مرگ کی بے فکریون کا مزہ لوٹنے لگے۔

اُن کا کلام کتب ادبیہ مین کثرت سے موجود ہے۔ بڑے بڑے پُرزور قصیدے کہے ہین۔ اور کوئی شعر نہین جس مین کوئی خاص لطف نہ ہو۔ جب مرض موت مین مبتلا ہوئے۔ اور یقین ہو گیا کہ سفر آخرت کا وقت آ گیا تو یہ چند شعر کہے اور وصیت کر دی کہ قبر پر کندہ کر دیے جائین۔

…نتک یا دارَ الفناءِ مُصدِّقاً — بأنّیَ اِلےٰ دارِ البقاءِ اَصیرُ

اور دار فنا مین مجھ مین مقیم رہا مگر یقین تھا کہ دار بقا کی طرف کوچ کرون گا۔

وَاَعْظَمُ مَا فِی الْاَمْرِ اَنِّی صَائِرٌ اِلٰی عَادِلٍ فِی الْحُکْمِ لَیْسَ یَجُوْرُ

اور اس معاملے مین سب سے بڑی بات یہ ہو کہ اُس عادل حکمران کے پاس جاؤنگا جو کبھی ظلم نہین کرتا۔

فَیَا لَیْتَ شِعْرِیْ کَیْفَ اَلْقَاهُ عِنْدَهَا وَزَادِیْ قَلِیْلٌ وَالذُّنُوْبُ کَثِیْرٌ

مگر افسوس وہان جا کے کیونکر ملون گا (کیا مُنھ دکھاؤن گا) اس لیے کہ زاد راہ کم ہو اور گناہ بہت ہین۔

فَاِنْ اَکُ مَجْزِیًّا بِذَنْبِیْ فَاِنَّنِیْ بِشَرِّ عِقَابِ الْمُذْنِبِیْنَ جَدِیْرٌ

اگر اپنے گناہون کی سزا پاؤن تو گنہگارون کے لیے جو سخت سے سخت سزا ہو اُس کا سزاوار ہون۔

وَاِنْ یَکُ عَفْوٌ مِنْهُ عَنِّیْ وَرَحْمَۃٌ فَثَمَّ نَعِیْمٌ دَائِمٌ وَسُرُوْرٌ

لیکن اگر وہ رحم کرے اور مجھے معاف کر دے تو (پھر کیا ہے) سرمدی نعمتین اور مسرتین ہون گی۔

علامۂ ابو الصلت بہت سی تصنیفین چھوڑ کے مرے تھے جو شاید ممالک افریقیہ وغیرہ مین کثرت سے موجود ہون گی۔ ایک کتاب مصر و قاہرہ کے حالات مین ہو۔ ایک وہان کے شعرا و اطبا اور منجمون کا تذکرہ ہو۔ ایک کتاب ادویۂ مفردہ پر ہو۔ جن مین دواؤن کو اعضاے انسانی کی ترتیب سے بیان کیا ہو۔ اور لکھتے ہین کہ اس کتاب کی ترتیب نہایت مناسب عمدہ اور بے مثل ہو حنین بن اسحاق کی تردید مین بعض علما نے کچھ لکھا تھا اُن کی تردید اور حنین کی تائید مین ایک کتاب ہو۔ ایک شعراء اندلس کا تذکرہ ہو۔ ایک رسالہ علم موسیقی پر ہو۔ ایک علم ہندسہ پر۔ ایک مین اصطرلاب سے کام لینے کی ترکیب بتائی ہو۔ ان تصانیف کے علاوہ ایک نایاب رسالہ منطق پر بھی ہو۔

بلینک ورس یا نظم غیر مقفّیٰ

یہ تو ہم گذشتہ نمبر مین بتا چکے ہین کہ آیندہ سے دلگداز کی توجہ نظم کی طرف

دھی رہے گی۔ مگر وہی نظم جو معنی خیزی کی شان رکھتی ہو جس کی غرض محض تناسب الفاظ اور قافیہ پیمائی نہ ہو۔ دلگداز کا یہ نمبر گذشتہ نمبر کے بعد اتنی جلدی مرتب کیا گیا کہ جادو بیان شعرائے ملک کو طبع آزمائی کا موقع نہیں مل سکا۔ اور اسی وجہ سے ہم آیندہ کے لیے بھی وہی پہلا سبجکٹ "امید" قائم رکھتے ہیں۔

سردست ہم نظم کی ایک نئی قسم کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو انگریزی میں تو بہ کثرت موجود ہے۔ مگر اردو میں بالکل نئی اور عجیب چیز نظر آئے گی۔ مشرقی شاعری میں ردیف و قافیہ بہت ضروری اور لازمی خیال کیے گئے ہیں مگر انگریزی میں ایک جداگانہ وضع کی نظم ایجاد کی گئی ہے جسے "بلینک ورس" کہتے ہیں اردو میں اُس کا نام اگر "نظم غیر مقفی" رکھا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ قافیہ وغیرہ کی قیدیں کلام کو محدود اور طبع آزمائی کے میدان کو نہایت ہی تنگ کر دیتی ہیں۔ اگر کوئی ڈراما یا مختلف لوگوں کی گفتگو نظم میں ادا کرنی ہو تو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ ہر فقرہ اور ہر خیال جس طرح بنے ہر مصرع یا ہر شعر میں ختم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس قید کے ساتھ کلام کا تسلسل نہیں قائم رہ سکتا۔ اس لیے کہ قافیہ سلسلۂ کلام کو ہمیشہ قطع کر دیا کرتا ہے۔ اسی مجبوری سے انگریزی میں خاصۃً ڈراما کے لیے یہ نظم غیر مقفی ایجاد کی گئی جو یہ شان دکھاتی ہے کہ ایک طرف تو کلام برابر موزون ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف سلسلۂ کلام یون جاری رہتا ہے کہ اگر مصرع مصرع جدا کر کے نہ لکھیں تو معلوم ہو کہ گویا بے تکلفی سے نثر میں گفتگو ہو رہی ہے۔ صرف یہی چیز ہے اور یہی نظم ہے جس نے شیکسپیر اور دیگر شعرائے یورپ کو شہرت کے دربار میں سب سے معزز جگہ دی ہے۔

بعض انگریزی دان نوجوانون نے کئی مرتبہ اُردو میں نظم غیر مقفی کے کہنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ناکامی کی وجہ یہ ہوئی کہ سوا قافیہ کی قید چھوڑ دینے کے اُنھون نے اس نظم کی دوسری خوبیان اور اصلی ضرورت دکھانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ شاید اگر وہ کسی ڈراما یا گفتگو کو نظم کرتے اور کلام کی بے تکلفی و روانی کے قائم رکھنے کی کوشش کرتے تو ممکن نہ تھا کہ اہل سخن پسند نہ کرتے۔

لہذا ہم اب اس جانب توجہ کرتے ہیں۔ اور بالکل اُسی انگریزی شان پر ایک موزون ڈراما لکھنے کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اگر ملک نے توجہ کی اور اہل ذوق نے پسند کیا تو پورے سین موزون کریے جائین گے۔ ورنہ دو ہی تین سین موزون کرنے کے بعد یہ سلسلہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس وقت ہمارا مقصود صرف اس قدر ہے کہ بلینک ورس یا نظم غیر مقفی کو اُس کی اصلی شان مین دکھا دین۔ تاکہ جن اہل سخن کو پسند آئے وہ بھی ایسی ہی نظمین لکھین۔ اور ہم سے زیادہ بے تکلفی۔ سادگی۔ اور کمالات شاعری دکھائین۔

ہم اپنے قدر دانون اور لائق جادو نگارون سے بھی درخواست کرتے ہین کہ اپنی معزز رائون سے ہمین ضرور مطلع فرمائین تاکہ اُردو شاعری کی دنیا مین اس نظم کے مناسب ہونے یا نہ ہونے اور مقبولیّت عام حاصل کرسکنے یا نہ کرسکنے کا اندازہ کیا جاسکے۔ اب ہم بکمال ادب پبلک کے دربار مین یہ نئی نظم اور یہ عجیب قسم کا ڈراما پیش کرتے ہین۔

پہلا سین

آبنائے جبرالٹر کے جنوبی ساحل پر ملک مراکو کے قدیم شہر سبطہ کا شاہی قصر جو لب ساحل واقع ہے۔

اشخاص

شاہ جولین فرمان روائے سبطہ۔ اُس کے درباری۔ مصر کا ایک نو وارد مسیحی شخص۔ فلورنڈا جولین کی بیٹی۔ چوبدار۔

سین

جولین اپنے قصر سے ایک جہاز کو آکے ٹھہرتے اور اُس سے مصر کے ایک نووارد مسیحی شخص کو اُترتے دیکھ کے اہل دربار سے باتین کرتا ہے۔

جولین کون ہے؟ کیون آیا ہے؟ اور کیا ہے آنے کی غرض؟
کس لیے آیا ہے؟ اور کس کا ہے یہ سادہ جہاز؟
گو سمجھ مین کچھ نہین آتا۔ مگر حیرت سی ہے

ایک درباری — مین تو کہتا ہون کہ حضرت کوئی عیسائی فقیر
مانگنے آیا ہو -

جولین — لیکن وضع سائل کی نہین

دوسرا درباری — مصر یا قرطاجنہ کا کوئی سوداگر نہ ہو؟

جولین — شاید ایسا ہی ہو - لیکن جو ہو آنے دو یہان
خود ہی حال اپنا بتا دے گا یہ میرے سامنے

(چوبدار آتا ہو)

چوبدار — اجنبی سیاح اک اُترا ہو ساحل پر حضور
آرزو ہو باریابی کی اُسے -

جولین — لاؤ ابھی -

(چوبدار جاتا ہو)

پہلا درباری — خوف ہو یہ کا فرون کا کوئی گوئندہ نہ ہو

جولین — اب تو جو ہو مین نے آنے کی اجازت دی اُسے

(ایک شخص سوداگرون کے لباس مین آتا ہو)

شخص — (زمین چوم کے) آسمان پھرتا ہو جب تک - اور جب تک آفتاب
نور برساتا ہو اِس تاریک سطحِ خاک پر -
دین اُس مصلوب بیٹے کا خدا کے جس گھڑی
تک ہو غالب سارے اُن دینون پہ جو
ظلم کی تعلیم دین - اے بادشاہِ بحر و بر
اُس گھڑی تک تو رہو حامی مسیحی دین کا

جولین — خیر - یہ تمہید چھوڑو - اور بتاؤ تم کہان
سے یہان آئے ہو؟

شخص — اے حامیِ تثلیث و صلیب!
یہ غلام آتا ہو ارضِ مصر سے سیدھا اِدھر

جولین — اور غرض آنے کی؟

شخص — پُر وحشت خبر

جولین — کیسی خبر؟

شخص — جس سے سب مصری مسیحی ہین پریشان و حزین

جولین — کیا خبر ہی وہ؟

شخص — کرون گا عرض خلوت مین اُسے

جولین — (ذرا سوچ کے) خیر بہتر۔
(اہل دربار سے) اومرے سردارو! ہٹ جاؤ ذرا
(سب چلے جاتے ہین)
(شخص سے) لو کہو وہ کیا خبر ہی؟

شخص — عرض یون ہی ای حضور
اک نئی فوجِ عرب آتی ہی ملکِ شام سے
تا کہ سبطہ پر کرے حملہ۔

جولین — (لاپروائی سے) مجھے پروا نہین
دو شکستین دے چکا ہون جس طرح موسیٰ عہ کو مین
اور جس ذلت سے بھاگے اُس کے بودے جنگجو۔
ویسے ہی بھاگین گے یہ شامی سپاہی بھی جو ہین
میرے جانبازون کا دھاوا ہو گا زور و شور سے

شخص — اس مین کیا شک۔ لیکن اس فوجِ عرب کے آخری
حملے مین ہی بیحیائی کی غرض۔ یعنی کہ وہ
چاہتے ہین (زبان رُک جاتی ہی)

جولین — کیا؟

شخص — نہین جُرأت ہی اُسکے عرض کی۔
اُن کی بے شرمی کی نیت کو کوئی کیونکر کہے

عہ موسے بن نصیر ولید بن عبدالملک خلیفۂ اموی کا سپہ سالار۔ پہلا عربی فاتح افریقہ۔ اور پہلا گورنر افریقہ۔

ظاہر ایسے شاہ کے آگے!

جولین — کہو بے خوف تم

شخص — جان کی گر ہو امان۔

جولین — تم کو امان ہو۔

شخص — (ہاتھ جوڑ کے) تو حضور
یہ غلام با وفا یون عرض کرتا ہے بعجز
تاجدارِ شام کے بھائی کا ایک نامی غلام
سُن کے شہرہ شاہزادی فلورنڈا کے حُسن
کا ہوا بیتاب اس حد تک کہ لے کر فوج کو
اور اجازت لے کے آقا سے چلا ہے اسطرف
تا کہ گھیرے شہر سبطہ ــــ

جولین — (غصہ سے) کیا مجال اُس کی کہ پاس
بھی ہمارے آ سکے۔

شخص — لیکن ادھر سے بھی حضور
فوج لے کر آئے گا موسیٰ کمک پر اُس کی جب
ہوگی دشواری۔

جولین — نہین پروا مجھے اِس کی بھی کچھ

شخص — لیکن اس مین کیا تامل ہو کہ اُن کے آنے سے
پیشتر شہزادیِ زہرہ جبین جائین چلی
اُندلس مین یا کسی ایسی جگہ جس جا عرب
جا نہ سکتے ہون

جولین — تو اچھا بھیج دون گا مین اُسے
قصر مین رزریق کے جس جا رہا کرتی ہین سب
بیٹیان اچھے امیرون کی

شخص — تو جلدی بھیجیے۔

شاید آپہونچین عرب۔

جولین — مین بھیجتا ہون آج ہی
اور کچھ کہنا تو اب تم کو نہین ؟

شخص — (ہاتھ جوڑ کے) بس کچھ نہین۔

جولین — جاؤ۔ اور جب تک ہو سبطہ مین مرے مہمان ہو
(شخص آداب کرکے جاتا ہی)

(پکارتا ہی) کوئی ہو ؟

چوبدار — حاضر۔

جولین — فلورنڈا کو لاؤ یان ابھی
(خدمتگار جاتا ہی)

(خود بخود) گرچہ مجکو خوف ان وحشی لٹیرون کا نہین
اور ہی امید خاتون معظم عہ سے کہ مین
پہلے ہی میدان مین دون گا شکست ان لوگون
مصلحت لیکن یہی معلوم ہوتی ہی کہ اب
مین فلورنڈا کو بھیجون ٹالڈو عہ کے قصر مین
(فلورنڈا آکے ایک سادگی سے کھڑی ہوجاتی ہی)

فلورنڈا — (زمین چوم کے) کیون کیا ہی مجکو یاد اے باداجان ؟

جولین — اے بیٹی سن
جانتی ہو تو مجھے کیسی محبت ہی تری
اور بے تیرے نہین ہی لطف جینے کا مرے
سب نے اپنی بیٹیون کو قصر مین اسپین کے
بے تکلف بھیجا ہی لیکن مجھے ہرگز نہین
یہ گوارا تھا کہ تجھ سی لاڈلی اور پاک دل

عہ خاتون معظم سے مراد حضرت مریم ہین۔ عہ ٹالڈو جسے عربی مین طلیطلہ کہتے ہین یہ شہر عربون سے پہلے اسپین کی مسیحی سلطنت کا پایۂ تخت تھا۔

بیٹی کو بھیجوں وہان۔

فلورنڈا — کیون؟

جولین — اس لیے اس ملک مین
ایک غاصب شخص کا قبضہ ہو تاج و تخت پر
اور تو ہو خاص شاہی نسل قوم گاتھ سے
جس کے گھر کا راڈرق ع بھی تھا کبھی ادنی غلام
لیکن اب مجبور ہون اس پر کہ تجھ کو بھیج دون
جتنی جلدی ہو سکے اُس کے محل مین

فلورنڈا — کیا نہ مجھے
وہ بُلاتا ہو؟

جولین — نہین۔ لیکن مسلمانون کی فوج
آتی ہو مشرق سے۔

فلورنڈا — آئے تھے کبھی پہلے بھی وہ

جولین — ہان مگر پہلے وہ خواہان فتح کے تھے اور اب
چاہتے ہین مجکو لے جائین مرے آغوش سے۔

فلورنڈا — دو شکستین دے چکے ہین آپ تو آب خوف کیا
ہے کہ یہ لونڈی جدا ہو آپ سے؟

جولین — صرف احتیاط
ورنہ مجکو یہ یقین ہے بھاگے گی فوج عرب
جیسے ہی حملہ کرین گے میرے نامی پہلوان

فلورنڈا — تو مجھے کیون بھیجتے ہین آپ وان؟

جولین — یہ خوف ہو
اک طرف بڑھتا ہون مین اور دوسری جانب سے وہ

ع اسپین کا پچھلا مسیحی گاتھک قوم کا بادشاہ جس کے قدیم شاہی خاندان کو تاج و تخت سے محروم کر کے زادرق نے سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔

کرکے پرورش تجکو سے مائین ؎

فلورنڈا — زندہ ہوکیا مجال !

لاش میری جاسے گی !

جولین — یہ بھی تو مجکو خوف ہو۔

اور اسی سے بھیجتا ہون وان تجھے

فلورنڈا — لیکن وہان

راورق کا خوف ہو جو سے بے حمیت۔ بے حیا۔

دشمن عصمت۔ نہایت ظالم و مغرور ہو۔

آبرو دے گا مری۔۔

جولین — اتنی نہین اُسکی مجال۔

گر کیا ایسا تو کھوے گا وہ اپنا تاج وتخت

اب نہین ہو وقت کچھ انکار کا بس آج ہی

تو روانہ ہو یہان سے اور اُس کے قصر مین

جاکے رہ آرام سے لیتا رہون گا مین خبر۔

گر ذرا بھی بے رُخی اُس سے ہوئی ظاہر تو مین

تجکو بلوالون گا۔ اور دون گا اُسے ایسی سزا

جو رہے گی یاد

فلورنڈا — مجکو عذر کیا جاتی ہون مین

چھوڑ دون گی آج ہی گھر بار کو

(بغلگیر ہوکے) اور آپ کو

(فلورنڈا روتی ہوئی جاتی ہو۔ اور پردہ گرتا ہی)

زبانِ بے زبانی

کون نہین جانتا کہ زبان ہونے کو تو ایک نرم و نازک چیز ہی مگر اثر بلا کا رکھتی ہی

جراحاتُ السّنانِ لہا الْتیامٌ وَلاَ یلتامُ مَاجرحَ اللِسَانُ

"نیزے کے زخم بھر آتے ہین مگر وہ زخم نہین بھرتے جو زبان سے پڑتے ہین"

بُرا کیسا زبان کھیجے ہین وہ ناسور ڈال دیتی ہی جو قیامت تک مٹائے نہین مٹتا

جادو بیان شعرا معجز نما خطیب۔ اور فصیح و بلیغ واعظ سچ تو یہ ہی کہ انسان کے دل کے مالک ہوتے ہین۔ اور بڑی بڑی قومون اور زبردست گروہون سے جو کام چاہتے ہین آسانی سے لے لیتے ہین۔ یہ زبان ہی کا اثر تھا جس نے دنیا مین بڑے بڑے مذہب پھیلائے۔ اور یہ اُسی کی کرشمہ سازیان تھین کہ زبردست سے زبردست اور ہوشیار سے ہوشیار قومین لڑنے مرنے پر تیار ہو گئین۔ اور لاکھون بندگان خدا کا خون ہو گیا۔

مگر ہم کہتے ہین کہ زبان نے بھی کبھی وہ اثر نہ کیا ہوگا جو اثر کسی بیکس کا معنے خیز سکوت کسی دل ازدست دادہ کی خاموش نگاہین۔ اور کسی ستم زدہ کی زبان بے زبانی کر جاتی ہی۔ ایک بے زبان جانور اور ایک بے زبان بچے پر ظلم ہوتے کسی سے نہین دیکھا جاتا۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنی مظلومی و ستم زدگی کو صرف خموشی و سکوت کے لہجے مین ادا کرتا ہی اور زبان سے نہین ادا کر سکتا۔ اِن دونون نے تو زبان ہی نہین پائی کہ ادا کرین۔ مگر آہ جو ادا کر سکتا ہی اور کسی انتہا درجے کے خوف کی وجہ سے نہین ادا کرتا اُس

کی مظلومی اُس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔

وہ بیکس بیوہ جو اپنی بیکسی و مصیبت پر سر و سینہ پیٹ پیٹ کے زمین پر اُٹھائے لیتی ہو اُس کی آہین بے شک جگر خراش ہین اور اُس کی سوگواری پر سب ہی آنسو بہانے کو موجود ہین۔ مگر وہ بھولی نوعمر مصیبت زدہ جسے رونا بھی نہین آتا۔ جس کا غم اتنا بڑا ہو کہ اُس کے ظاہر کرنے کا کوئی کافی ذریعہ بھی نہین باقی۔ اُس کا صرف خاموش ہو جانا اور حسرت بھری آنکھون سے ایک ایک کا مُنھ تکنا ہر دیکھنے والے کے دل مین ناسور ڈالے دیتا ہو۔ جوان مرگ شوہر کی لاش کے گرد رونے اور آنسو بہانے والون کا ہجوم ہو۔ کوئی سر پیٹیا ہو۔ اور کوئی ماتم کر رہا ہو۔ کوئی دیوار سے سر ٹکراتا ہو۔ اور کوئی پچھاڑین کھاتا ہو۔ کوئی آسمان کی طرف آہ پُر تاثیر کے تیر پھینک رہا ہو اور کوئی اپنے پُر درد الفاظ اور دل کو خون کرنے والی بین سے قیامت کا سماں دکھا دکھا کے خُفتگان مرگ کے چونکانے کی کوشش کر رہا ہو۔ بے شک ان سب کی حالت و کیفیت دیکھ کے دل پر طرح طرح کی چوٹین پڑتی ہین۔ کلیجے مین چرکے لگتے ہین۔ مگر اے صاحب دل دردمند دا اور راے درد آشنا دوستو سچ کہو اِن مین سے کسی مین بھی وہ اثر اور وہ دل کو پاش پاش کر دینے والی کیفیت پاتے ہو جو اُس نوعمری مین بے والی و وارث ہو جانے والی ساکت و متین ننی بیوہ کی بے بسی و بے کسی کی ادا یا یون کہیے کہ اُسکی خموشی و بے زبانی کی زبان مین ہو؟ وہ رونا بھول گئی ہو۔ زیور اُتار کے پھینک دیا ہو۔ چوڑیان توڑ رہی ہو۔ اور کچھ ایسی گھبرائی ہوئی ہو کہ نہ سر پٹینے بنتی ہو اور نہ آہ و زاری کرتے۔ مگر دیکھنے والون کے دلون پر بزبانی سکوت ہی کی ادا سے خدا جانے کس زہر کے بجھے ہوئے تیر برسا دیتی ہو کہ جو ٹیس اور سوزش اِن تیرون کے زخم سے پیدا ہوتی ہو کبھی اور کسی طرح مٹنے کا نام نہین لیتی۔

مگر یہ بدنصیب بھی ایک حد تک اپنے درد و الم اور اپنی حسرت ناک حالت کو محسوس کرتی ہو قیامت سے زیادہ جگر گدازی اور دلخراشی تو اُس یتیم

بچے کی سراپا حسرت لگا ہوتا ہون مین ہو جو یہ بھی نہین جانتا کہ اُس پر کیا گذر گئی اور یتیمی کس چیز کا نام ہو ستمگار زمانہ اُسے کیا اور کیسی دھمکیان دے رہا ہو اور آئندہ قسمت کے دامن مین اُس کے لیے کون کون اور کیسی کیسی مصیبتین مخفی ہین۔ وہ اپنی معصومی کی بھولی صورت بے خبری کی سادی وضع یا بے زبانی کی زبان سے بے زبان ہلائے اور بغیر چشم وابرو کو حرکت دیے ایک چشم زدن مین ایسی پُر غم داستان سُنا دیتا ہو کہ ہمین سُنا کیسا اُس کی طرف دیکھنے کی بھی تاب نہین رہتی۔

بیوہ اور یتیم بھی ایک حد تک حس رکھتے ہین اکثر اوقات وہ چیزین بھی جن مین کسی قسم کی حس نہین ایسی طولانی پُر اثر اور جان گداز داستانین سناتی ہین کہ انسان کو زندگی بے مزہ معلوم ہونے لگتی ہو ذرا چل کے شہر خموشان کی سیر کرو۔ اُس خاموش آبادی کو دیکھو جو گور غریبان مین بستی ہو۔ نہ اُن مین کسی قسم کی حس و حرکت نظر آتی ہو اور نہ اُن کے ٹوٹے پھوٹے اور اُجڑے ہوئے گھرون مین کسی طرف سے کوئی آواز نہین آتی اور آئے تو کیونکر یہان جتنے لوگ ہین سب نے بات کرنے اور لب ہلانے کی قسم کھا لی ہو۔ مگر نہین بولتے تو کیا ہوا ہے زبانی کی زبان سے اپنی داستانین اور اپنی سرگذشت اس فصاحت کے ساتھ اور ایسے موثر لہجے مین سُنا دیتے ہین کہ ایک دفعہ سُن لیجیے تو زندگی بھر نہین بھولتی۔

موجودہ عہد مین اس زبان خامشی کے سمجھنے کی بہت کوشش کی گئی اور یورپ کے مجتسون نے انھین سکوت کی اداؤن اور خاموشی کی لوحون کو پڑھ پڑھ کے قدیم الایام کی بہت سی تاریخ کا پتہ لگا لیا۔ اہرام مصری ہزارہا سال سے خاموش کھڑے تھے۔ ایوان کسرے مدت ہای دراز سے زمانے کی مار کھا رہا تھا اور دم نہ مارتا تھا۔ فراعنہ کی لاشین ایک بیخودی کے عالم مین غافل پڑی تھین۔ اور بابل و نینوا کی اینٹین قدامت کے بہت سے رموز سینے مین چھپائے اِدھر اُدھر منتشر تھین۔ ان سب مین شہر خاموشان والون کے دفتر مخفی تھے۔ اور سب زبان بے زبانی سے اگلی کہانیان سنا رہے تھے۔۔

سننے والون نے سُنا۔ اور زمانے کو بتادیا کہ اُن کی سرگذشت کیسی جگرگداز اور اُنکی کہانیان کس درجہ دلخراش ہین۔ وہ کبھی کیا تھے اور آج کیا ہین۔ کیسے تھے اور کیسے ہو گئے۔

گورغریبان والون کی زبان بے زبانی کو موجودہ محقق و مجسس جس عنوان سے سمجھے ہین یہ نیا جداگانہ عنوان ہے۔ اُنھون نے اُن کی تحریرین پڑھین اُن کی عمارتون کو دیکھ کے قیاس دوڑایا اور اُن کے حالات زندگی دریافت کرلیے۔ لیکن ہم صرف اُن کے دلون کو دیکھتے ہین۔ اور جس وقت کان لگاتے ہین کچھ اور ہی بیان سنتے ہین۔ اُن کے بیکسانہ سکوت مین جو حسرت و اندوہ چھپا ہوا ہے۔ اور اُن کے سنسان مسکن کے سناٹے مین جو آواز سُنی جاتی ہو اُس کا مطلب اپنی طبیعت اپنے مذاق اور اپنی حس کے موافق جدا سمجھتا رہا ہے۔ دنیا والے کیسی ہی عشرت پرستیون مین مبتلا ہون جب اِن خواب مرگ کی غافل نیند سونے والون کے خاکستری خوابگاہ پر پہونچے ہین ممکن نہین کہ دو گھڑی کو اپنی خوشیان نہ بھول جائین۔ اور ان ساکت و صامت فصیح البیانون اور عالم بے زبانی کے جادو بیانون کی داستان غم سُن کے اس درجہ متاثر ہوتے ہین کہ زندگی کے تمام لطف اور کامیابی و دولتمندی کے سب مزے اِنھین خواب مرگ والون کی طرح خاک مین مل جاتے ہین۔

اِک دن گیا مین گورغریبان مین جو تو
دیکھا کہ ایک قبر پہ نرگس ہے سرنگون
گردن جھکا کے بولی یہ وہ زار و ناتوان
کہنے لگی عزیز تو نرگس نہ مجکو جان

یعنی جہان بزرگون کا اکثر مزار ہے
پوچھا مین اُس سے یون کہ تو کیون شرمسار ہے
ہان یہ بھی گردش فلک روزگار ہے
آنکھین مین اُس کی ہون کہ حسین کا مزار ہے

قدامت مصر کے جدید ثبوت

مصر کی قدامت اور وہان کی تہذیب کے نہایت ہی سابق و مقدم ہونے کو

قریب قریب تمام محققین یورپ تسلیم کرتے جاتے ہین۔ اور جو جو زمانہ گذرتا ہی روز بروز اُس کی تصدیق ہوتی جاتی ہی۔ ان دنون جو نئی چیزین تازہ جستجو کے نتیجہ مین حاصل ہوئین اُن کی ایک نمائش گاہ لندن کے گوور اسٹریٹ مین یونیورسٹی کالج کے متعلق کھولی گئی ہی۔ چند روز پیشتر انگلستان مین خاص مصر کے آثار قدیم فراہم کرنے کے لیے ایک فنڈ کھول کے مستقل سرمایہ جمع کیا گیا تھا۔ اسی فنڈ کی طرف سے مختلف لوگون کی خواہش کے مطابق مصر کے قدیم شہر ابی دوس کے کھنڈر کھودے گئے۔ یہ شہر دولت ہای فراعنہ کے قدیم اور متبرک بلاد مین شمار کیا جاتا تھا۔ اور مصر والون کی سب سے بڑی دیوی اسارس کا مقبرہ بھی اسی مین بتایا جاتا تھا۔ غالباً اسی وجہ سے تمام مصر کے دیندار اور مذہبی لوگ خواہ چند روز کے لیے یا مستقل طور پر یہان قیام کرنے کو موجب ثواب و برکت تصور کرتے تھے۔ اسی شہر مین مسیو امیلینو نے شہر عزہ کے عجائب خانے کی طرف سے پہلے آثار قدیمہ کے برآمد کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر جو لوگ قدیم یادگارون کے قدردان ہین اُن کی نظر مین مسیو امیلینو کی محنت کا نتیجہ چندان ذی وقعت نہ تھا۔

اب انگلستان کے فنڈ کی طرف سے پروفیسر پیٹری نے اس شہر کا معائنہ کرتے ہی رائے قائم کی کہ اگر ہوشیار اور قابل اعتماد آدمی مقرر کیے جائین تو بہت زیادہ کامیابی ہوگی۔ اور سرزمین مصر کی تاریخ قدیم کے ابتدائی دور اور اُس کی بنیاد کا پتہ لگ جائے گا۔ چنانچہ انھین کی کوشش و جستجو کا نتیجہ اس نمائش گاہ کے دیکھنے سے نظر آسکتا ہی۔

مصر مین حکمرانون یعنی فراعنہ کے بہت سے خاندان گذر گئے ہین اور ابتدائی خاندانون مین سے بعض اس قدر تاریکی مین ہین کہ اُن مین سے صرف ایک ہی بادشاہ کے حالات معلوم ہو سکے ہین۔ سب سے پہلے خاندان مین آٹھ فرعونون کے نام قدیم مورخین کے بیان سے معلوم ہوئے تھے۔ جن مین سب سے پہلا مینا وس ہی جو اُسے اگر بانی سلطنت مصر کہیے تو زیبا ہی۔ میناوس کے مقبرہ کا پتہ اس سے پیشتر ہی مسیو موگان شہر نغادہ سے شمالی طرف کسی قدر فاصلہ

پتہ لگا چکے تھے - اب اس آخری جستجو مین پروفیسر پٹری کی کوشش سے پہلے خاندان کے باقی ماندہ سات تاجدار فرعونون کے مقبرے بھی مل گئے - اِن مقبرون مین اندر کی جانب ایک عجیب وضع کا لکڑی کا تابوت بنایا گیا ہو جو تاریخ سے پیشیتر کے زمانے کے تابوتون کا نمونہ اب تقریباً سات ہزار سال بعد ہماری آنکھون کے سامنے پیش کرتا ہو - اس کے علاوہ اِن تابوتون مین جو دوراولین کے فراعنہ کی قبرون مین رکھے گئے ہین اور نئے ہزارہا ایسی چیزین اُس وقت کی ودیعت رکھی ہوئی موجود ہین - جن مین طرح طرح کا سامان آرائش - کھانے کی چیزین رکھنے کی مٹھورین - اور تذروینا کی چیزین ہین - ان تمام چیزون کو دیکھ کے مصر والون کی قدیم تہذیب کا ایک عجیب خاکہ پیش نظر ہو جاتا ہو - اور ہم آنکھون سے دیکھتے ہین کہ حضرت مسیح کی ولادت سے چار ہزار نو سو برس پیشتر وہ لوگ کہان تک ترقی کر چکے تھے -

اُن کا قدیم شاہی قبرستان اُسائرس دیوی کے مندر سے شمال و مغرب جانب ہٹ کے تھا - اِس مندر کی جگہ پر اُس پُرانی مصر والون کی دیوی کی قبر تھی اور اتنی پُرانی تھی کہ ولادت مسیح سے اٹھارہ سو برس پیشتر ہی اُس کا پتہ نشان مٹ چکا تھا - اور ایک بعد کا مقبرہ دیوی کی زیارت گاہ سمجھ لیا گیا جس کی نسبت آخری تحقیقات سے ثابت ہوا کہ زیر نام ایک بادشاہ کی قبر تھی - اس قبرستان مین چھ مقبرے ملے - ان مین سے ایک مین چارون طرف دیوار سے ملی ہوئی تیس بڑی بڑی مٹھورین چُنی تھین - اور سولہ پتھر کی ترشی ہوئی مٹھورین خاص لاش کے پاس رکھی تھین - اس مقبرے مین ایک اور ایسی چیز ملی جس کو دیکھ کے خیال آتا ہو کہ مصریون کی تہذیب اِس عہد سے بھی کتنے پیشتر زمانے کی تھی - یہ ایک چھوٹا ہاتھی دانت کا صندوقچہ ہو جو دو آدھی آدھی بطخون کی وضع پر بنا ہو - اور اُس پر نہایت خوشنمائی سے کھود کے کام بنایا گیا ہو - بطخون کی دُمین اس شان سے رکھی گئی ہین کہ انھین کے ذریعہ سے کھُلتا اور بند ہوتا ہو - اور اس کا کام ہندوستان یا جاپان

کی کاریگری کی مثل ہو - قدیم معریون کا کمال صناعی مصورون سے بھی ظاہر ہو۔ اس لیے کہ نہایت ہی سخت پتھر کاٹ کے عجب خوشنمائی کے ساتھ تراشی گئی ہین - ان مین سے بعض پر فرعون میناؤس کا نام کندہ ہو اور بعض پر ازیب مرپیا فرعون کا - کرسیون اور تپائیون کے پائے جو بیل کے پاؤن کی وضع مین تراشے گئے ہین اور ہاتی دانت کے ہین وہ بھی اعلی درجے کے چابکدستی کی خبر دیتے ہین - ہاتی دانت کی بنی ہوئی کچھ تیرون کی گانسیان ہین - جن کی نوکین نہایت ہی تیز ہین اور اُن پر سرخ رنگ کی دھاریان بنائی گئی ہین - معدنی چیزون یا فلزات کے بہت ابتدائی اور قدیم استعمال کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ سپٹے ہوئے تانبے کا ایک قدیم گہرا ظرف ہو جس کے گرد مضبوطی کے لیے موڑ کے اُلٹ دیے گئے ہین - کچھ تانبے کے نیزے چاکو اور سوئیان بھی ہین - پیتل کی کوئی چیز نہین ہو - یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ اُن دنون سونے کا بھی استعمال تھا - اس لیے کہ نیز آراستگی و زیبائش کی غرض سے اور نیز بہ حیثیت صناعی کے سونے کو وہ کام مین لاتے تھے - چنانچہ اُن مقبرون مین سونے کے سپٹے ہوئے پتر اور بٹے ہوئے تار بھی موجود ہین -

واقعی اُس قدیم عہد کے کمہارون کا کام حیرت ناک ہو - ہاتھ کے بنے ہوئے خوبصورت ظروف جن پر سرخ روغن اور سیاہ چوڑی تحریرین صرف زیادہ پکا کے بنائی گئی ہین ایسے ہین کہ انھین دیکھ کے ہر شخص تعجب کرے گا - بڑی مشہوزین جو کھانے کی چیزین رکھنے کے لیے ہین اور بعض مین انجیر کے ہار ہین بالکل آج کل کے قبائل الجیریا کے کاریگرون کے ہاتھ کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہین -

انھین چیزون سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہو کہ ان لوگون کے عہد مین ایسا خط مروج تھا کہ نہایت بے تکلفی سے لکھا جاتا تھا - اور غالباً یہی سب سے پہلا خط دنیا مین ایجاد ہوا ہوگا - اس لیے کہ اس سے بیشتر کیا معنے اُس زمانے کے قریب بھی کسی اور قوم کی تحریر باوجود بڑی جستجوؤن کے آج تک نہین مل سکی - ایک چھوٹے ظرف پر ایک کاریگر کے حالات ہین جو ولادت مسیح سے

۶۰۰۴ سال پیشتر تھا۔ ہاتی دانت اور آبنوس کی بہت سی چیزین اس امر کا ثبوت دیتی ہین کہ ملک حبشہ اور بلندی نیل سے تعلقات تجارت قائم تھے جس کی تصدیق اُن پتھر کے مکانون سے ہوئی ہو جو اسی مقبرے مین ہین۔ ان مکانون مین سے ایک دو بونون کے لیے بنایا گیا ہو جو دلگی کے لیے "نفرت" یعنے حسین کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ اور بے شک یہ حبشی بونے وسط افریقہ سے لائے گئے تھے۔ اس لیے کہ ایسے حبشی بونون کا اکثر فراعنۂ قدیم کے دربار مین ہونا پایا جاتا ہی۔ شہر اسوان کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہی کہ اسی قسم کا ایک بونا فرعون اسا کے دربار مین بھی لایا گیا تھا۔ فرعون اسا پانچوین شاہی خاندان مصر مین اور ولادت مسیح سے ۳۳۰۰ سال پیشتر تھا۔ لیکن یہ تحریر جس سے مذکورہ بالا حبشی بونون کا حال معلوم ہوا ہی فرعون اسا سے ایک ہزار سال پیشتر کی ہی۔

مذکورہ تمام چیزون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ مصریون کی درباری اور خانگی دونون سوسائیٹیان نہایت ہی مکمل اور باضابطہ تھین۔ اور ان مین برابر قومی اور مذہبی تقریبین ہوتی رہتی تھین۔ جب حضرت مسیح سے پانچ ہزار سال اور آج سے سات ہزار سال پیشتر ہم اُن کو اس اعلے درجۂ تہذیب پر پاتے ہین تو اُن کے تمدن کا ابتدائی عہد ڈھونڈھنے کے لیے خدا جانے ہمین اس سے کتنے پیشتر کے زمانے مین جانا ہوگا۔

ہم ایک گذشتہ تحریر مین ثابت کر چکے ہین کہ تہذیب و تمدن مین سرزمین مین اور قوم عرب سب پر متقدم ہی۔ جس کا دار و مدار اس پر تھا کہ مصر والے آپ کو اُس دور اولین مین کسی مشرقی قوم کا شاگرد بتاتے ہین۔ اور ان مین والون کے سوا کوئی قوم اتنی قدیم نہین ثابت ہوئی کہ اہل مصر اور فراعنہ کی معاصر کہی جا سکے۔ لہذا سوا اس کے کہ مصر والون کے اُستاد وہ لوگ ہون اور کوئی قوم نہین ہو سکتی۔ کاش مین مین بھی جستجو کی جائے اور پرانے کھنڈر کھود کر اور اینٹین اور پتھر اُلٹ اُلٹ کے دیکھا جائے تو صاف نظر آ جائے کہ سرزمین عرب سے دنیا کا پچھلا اور باضابطہ مذہبی

نہین جاری ہوا بلکہ قدیم الایام مین اور دنیا کے سب سے پہلے اُستاد بھی یہی
لوگ تھے۔

شفق

کھل اُٹھی مُنھ پہ کسکے شفق شام صلال
چھا گیا آج مرا رنگ تمنا کس پر

روز روشن آخر ہو گیا ہے چیلی ہوئی دھوپ مین ٹھنڈی ہو ہو کر غائب
ہو گئی ہین طیور رلیپنے آشیانون کی طرف غول باندھے چلے جا رہے ہین۔
چرنے والے جانورون کو انکے محافظ آبادی کی طرف ہنکائے لاتے ہین
لیلی شب کا جوڑا کُھل گیا ہے کوئی سیاہ سیاہ چیز لہراتی ہوئی دن کے صاف
اور خوش نما چہرے پر پڑنے لگی ہے آہ ؎

گیسوئے مشکین رخ محبوب تک آنے لگے
چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

مگر اندھیرا ہوتے ہوتے شام کی تاریکی پیدا ہوتے ہوتے ایک قسم کی
روشنی کیسی چمک اُٹھی! کچھ سمجھ مین آیا؟ سوچو غور کرو۔ یہ کھیل کود کی باتین
نہین ہین۔

شفق ۔ شفق ہان شفق ہی ہے جسکو ہمارے ملک کے نازک خیال شعرا
نہ معلوم کیا سمجھتے ہین۔ مگر اُس کی اصلیت ایک بھی نہین بتاتا۔ آؤ ہم بتائین۔
جب کبھی کسی تیرہ و تار کمرے مین کوئی شعاع کسی لمپ سے کسی چمکتے ہوئے مجلّی
آئینے پر پڑتی ہے۔ اور وہ وہان سے معکوس ہوتی ہے تو ضرور کسی نہ
کسی مکان کے حصے پر پڑتی ہے۔

اگر دیکھنے والے کی آنکھ ایسے مقام پر ہے جس مین ہو کر اُس شعاع کا راستہ
گیا ہے تو اُس کو ایک بہت بڑا روشن نشان نظر آئے گا۔ بس اُسی چمکتے ہوئے
داغ کی طرح جو ہمیشہ حرمان نصیب اور بدنصیب عشاق کے دلون مین رہا کرتا
ہے۔ ورنہ اُس کو کچھ نظر نہین آئے گا۔

سائنس مین یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی ہو کہ ایسی چیزین جن کی جلا جن کی صفائی اور شفافی اعلے درجے کی ہو اور اُن پر روشنی کی تیز کرنین گرین نظر جسی کو معلوم نہین ہو تین آئینہ تو یون نظر سے پوشیدہ رہے گا۔ اور کمرے مین تاریکی ہو۔ اور دیکھنے والے کو وہ داغ بھی نہین دکھائی دیگا لیکن اگر اُس آئینے کے ساتھ ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا بھی رکھدیا جائے تو ایسی حالت مین وہ شعاع ایک حالت مین نہین رہے گی بلکہ پھیل کر کمرے کی چیزون پر اثر ڈالے گی اور کچھ خفیف سی روشنی پیدا ہو گی عسہ
بادی النظر مین یہان سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ کھُردُہری اور بھدی چیزون سے جب کبھی روشنی کی شعاعین اب وہ چاہے کسی لیمپ سے آتی ہون یا صبح کی اُٹھنے والی سونے کی چڑیا سے مگر وہ قواعد کے موافق عکس کے شیشے مین نہ اُترین گی مگر یہ خیال اُسی طرح غلط ہو جس طرح دن کو رات کہنا معکوس ہونے کا قاعدہ جس کو انگریزی مین ریفلکشن کہتے ہین اور جس مین یہ ضروری ہو کہ دو زادیے برابر ہون یعنی ریفلکشن کا زادیہ اور انسیڈنس کا زادیہ برابر ہو تمام عالم کے لیے نیچر نے ایک ہی مقرر کیا ہو عسہ
غیر مجلی اجسام اور کھُردُہری چیزون سے بوجہ نشیب و فراز ہونے کے روشنی کی کرنین اِدھر اُدھر ہو جاتی ہین۔
آپ ایک نلی لیجیے۔ اُس کے ایک مُنھ کی طرف بہت ہی تیز روشنی رکھدیجیے اور اِس نلی کے دوسرے کنارے کی طرف کی تمام روشنیون کو گل کر دیجیے بس صرف اُسی روشنی کو رہنے دیجیے جو نلی مین سے آتی ہو۔
اس روشنی کا عکس کسی مجلی آئینے کے ذریعے سے کسی پردے پر ڈالیے جو بہت ہی قریب لٹکا یا گیا ہو۔ ایک روشن نشان آپ کی نظرون کو خیرہ کرتا ہوا نظر آنے لگے گا۔
بجائے آئینے کے آپ کاغذ کا سفید تختہ رکھدیجیے۔ اس وقت اس کی کل کرنین

عسہ دیکھو بکس جنرل سائنس حصہ دوم مضمون لائٹ (روشنی) ۱۲
عسہ مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو گیسوز فزکس۔ گینو کی کتاب علم الموجودات ۱۲

پھیل جائیں گی۔
اور چونکہ کاغذ کی سطح بالکل جلادار نہین ہو اس وجہ سے روشنی کی شعاعین
اُس پر سے پھسل کر پردے پر گرین گی اور سارا پردہ روشن نظر آئے گا
تو قدر دانو! اب ان بے مزہ باتون مین جن کا لکھنا ضروری تھا اب لطف
آیا جاتا ہو وہ باتین جن کی اصل مضمون مین ضرورت ہو پیش کر دی گئی
ہین۔ اب آپ خود بلا توضیح کے سمجھ جائین گے۔
بادل اور خاک دھول جو فضاے جوی مین اڑتے ہوئے نظر آتے
ہین اور جو اُسوقت آفتاب جہان تاب کی کرنون سے منور ہوتے ہین جب
وہ شام کے وقت کسی خاص مقام پر ہوتا ہو۔
یہ چیزین روشنی کو خود حاصل کرتی ہین اور پھر کاغذ کے سفید ٹکڑے کی
موافق چارون طرف پھیلاتی ہین۔
اُس روشنی کا تھوڑا حصہ جو یہ چیزین چارون طرف پھیلاتی ہین دنیا
مین بھی آتا ہو۔
اور یہی شفق ہو۔
اگر فضاے جوی بالکل صاف ہوا ور اُس مین خاک دھول نہ ہو تو فورًا
آفتاب غروب ہوتے ہی رات ہو جاے گی۔ ہماری اس بات کی تصدیق
برسات کے موسم مین اچھی طرح ہو سکتی ہو جب کہ شام کے وقت بادلون کی
موجود ہونے کے سبب سے شفق زیادہ رہتی ہو۔
شفق کا مختصر بلکہ مختصر کا مختصر حال ہم نے سائنس کی کتابون سے لیکر پیش
کر دیا ہو مگر ہم کو اس اور ایسے مضامین کے پسند کیے جانے کی بہت کم امید
ہو جناب اڈیٹر صاحب مرقع عالم کا جو ہمارے ایک عزیز دوست ہین یہ قول
بہت صحیح ہو کہ " وہ زمانہ ابھی کسی قدر دور ہو کہ ملک مین علمی مذاق پھیلے
اور ہماری قوم کے افراد اس قسم کے مضامین شوق کی نظر سے دیکھین"[عہ]

عہ دیکھو مرقع عالم نمبر ۲ و ۳ جلد ۱۱ بابت ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۰۹ع ہمارے تحریک
موسومہ "قدر دانان مرقع عالم سے التماس" پر نوٹ ۔ ۱۲

اور جس کا ہم کو افسوس ہو ملک اور قوم کو ایسے مضامین کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اور ہم امید کرتے ہین کہ اڈیٹر دلگداز بھی ایسے مضامین اکثر شایع کرینگے۔

خاکسار محمد عمر راونی از جے پور

توسع میدان نظم

"امید" کے سبجکٹ پر ہمارے لائق و فاضل دوست مولف مولوی محمد عبدالغفور صاحب شہباز پروفیسر اورنگ آباد کالج دکن نے یہ بیش بہا نظم لکھی ہو۔ جسے ہم بڑی خوشی کے ساتھ درج کرتے ہین۔ مگر افسوس کہ یہ نظم ناتمام ہو۔ یقین ہو کہ ہمارے دوست بہت جلد پورا کرینگے۔

جلوۂ اُمّید

عشق و عاشقی

لقا ہو وصل ہو سب چیز ہو خدا کی قسم
اُمید تو تو عجب چیز ہو خدا کی قسم

سُنا سُنا کے کسی خوش جمال کا پیغام
جدائیون مین بھی تو ہو وصال کا پیغام

تجھی سے مُشک اُڑاتی ہین ہجر کی راتین
تجھی سے شہد لٹاتی ہین وصل کی باتین

نہ ہجر مین ہو مزا ور نہ لطف وصل مین ہو
بہار جتنی ہو سب تیری فرع واصل مین ہو

مزہ وہ تو ہی قلاقند کا ہو بوسون مین
وہ قیمہ تو ہی تو ہو وصل کے سنبوسون مین

نہ دید پر ہو کسی کی نظر ہو بازدید پر قائم
ہو ساری عشق کی دنیا امید پر قائم

پری نہ حور نہ یکسب پاس گر خدا ہو تو ہی
اُمید یارون کی دُنیا کا تو خدا ہو تو ہی

تیر تیوہار

ہزار چاند ہون پر دل مین گر اُمید نہ ہو
تو ایسی دُودھ سویون سے پھر بہ عید نہ ہو

ہلال عید فلک پر گھڑی گھڑی ہو یہی
شب برات مین ہر بھول پھلجھڑی ہو یہی

اُمید صوم مین ہو دن کو چھانو تارونکی
اُمید صبح کو ہو شام روزہ دارون کی

اُمید سا نہ ہو گر سہرِ طرۂ رمضان
ہو زُلف عید جبین شام غرۂ رمضان

(۳) ترتیب تعلیم

بجائے شکر نہ کیجیے گلہ امیدوں کا | عجیب چیز ہے یہ سلسلہ امیدوں کا

عدم کے گھر سے باہر پڑا جو پہلا گام | ہر اک زبان پہ جاری ہوا امید کا نام

ملا فریب نہ شیطان کے دم سے آدم کو | امید کھینچ کے لائی عدم سے آدم کو

پلی ہے ساتھ یہ گڑیاں بھی ساتھ کھیلی ہے | نہیں امید یہ بچپن کی اک سہیلی ہے

یہی تھی عیش کا جھولا یہی جھلاتی تھی | تھپک تھپک کے یہی تو ہمیں سلاتی تھی

اسی سے نور جھلکتا تھا سچ کا جھوٹھوں میں | اسی سے دودھ جھلکتا تھا پیچ انگوٹھوں میں

یہی تھی کھیل سے آتی وہ چسنیاں بن کر | پلاتی دودھ یہی چسنیوں سے ماں بن کر

اسی نے ہم کو سکھایا وہ گھٹنیوں چلنا | کہ جس سے اب ہے یہ آسان منزلوں چلنا

اسی کی ٹٹی تھی جس کو پکڑ کے چلتے تھے | سنبھالتی تھی یہی گر کے جب سنبھلتے تھے

پکڑ کے انگلی چلاتی تھی تو یہی چل کے | اسی کے منہ سے تو تھے پانو اپنے صندل کے

اسی کے ہاتھ سے رک رک سنبھل سنبھل کے چلے | اسی کی بانہہ پہ جھک جھک اچھل اچھل کے چلے

نہ یہ سنبھالے تو کب تھا سنبھلنے والا ہوش | اسی کی گود میں ہم نے غرض سنبھالا ہوش

سنبھالا ہوش تو کچھ اور ہی پڑھانے لگی | پڑھے لکھوں کی یہ صحبت میں آنے جانے لگی

کسی بزرگ کو اک سبز باغ دکھلا کر | رہی ادب سے یہ مکتب میں ہم کو بٹھلا کر

اگرچہ جان مصیبت تھی یہ لگی رہتی | مگر یہ ساتھ وہاں بھی تھی کھیلتی رہتی

کمی شوق طبیعت اچاٹ دیتی تھی | تو ایسے وقت یہ کھیلوں کی چاٹ دیتی تھی

کبھی یہ کرتی تھی ہمت کا لا کے جسم کھڑا | کبھی یہ کرتی تھی انعام کا طلسم کھڑا

کبھی یہ بیٹھ کے لکچر ہمیں سناتی تھی | کبھی یہ دور سے پکچر ہمیں دکھاتی تھی

عجب طلسم کا ہر وقت کام کرتی تھی | گھڑی میں صبح مصیبت کو شام کرتی تھی

اسی سے سال مہینوں کی چال چلتے تھے | اسی سے ہفتے مہینوں سے چل نکلتے تھے

گھڑی تھی اس کی نئی دن منٹ تھا رات منٹ | گزرتے ہفتے تھے یوں جیسے پانچ سات منٹ

جماعتوں میں چڑھے پاس امتحان ہوئے | پڑھی وہ اب کہ بی اے خدا کی شان ہوئے

دکھاتی دور کا عالم ہے دوربین بن کر | امید اب آتی ہے یورپ کی نازنین بن کر

طلسم میں یہ تمدن کے ڈالتی ہے ہمیں | بہشت سے یہ وطن کی نکالتی ہے ہمیں

اُتار شرعی مہذب لباس دیتی ہے
بجائے عطر لونڈر سے باس دیتی ہے

گلے کو ٹائی سے کالر سے ہے جکڑ دیتی
طلائی پِن سے ہے پکھراج لے کے جڑ دیتی

ہے رکھتی ناک پہ عینک کہ تا ہون پُر از تمیز
وہ جن کے ڈر سے جھپک جائین دس پُر از تمیز

وہ جن سے کرتی ہے سرگوشیان سی خود بینی
وہ جن سے اونچی ہو عزت کی خود بخود بینی

وہ جن سے رعب کا تیور کرشمہ باز رہے
وہ جن سے دامن نظارہ زرنگار رہے

ہے دیتی ہاتھ مین فیشن کی دلربا اسٹک
جو تاج سے ہے مرصع پری ہے یا اسنیک

وہ شوخیان کہین دم بھر نہین ٹھہرتی ہے
ہوا ہے برق ہے ہر وقت رقص کرتی ہے

لگا کے بُوٹ سے ٹھوکر پرانی باتون کو
چڑھاتی ریل پہ ہے یہ پکڑ کے ہاتون کو

پلاتی ناز سے سمکن کا ہے یہ فرسٹ گلاس
پلا کے آپ ہی کہتی ہے پھر تو فرسٹ کلاس

خِرد کی لے کے یہ پھر شمع ہے جلا دیتی
جو منھ پہ صاف ہے تہذیب کی ضیا دیتی

اگرچہ پیش مصائب ہمین کئی آئے
خدا کی شان کہ سیٹنے سے بھی آئے

بڑا ہے شہر بڑی ہے اگرچہ آبادی
اُمید نے ہے مگر شئی کچھ ایسی دکھلا دی

زبان سے ہونٹون پہ ہے واہ واہ ہمین جچتی
نظر مین آتی ہے جو شئی ذرا نہین جچتی

گلی گلی ہے حرم حاجیون کی آنکھون مین
مگر نظر وہ کہان حاجیون کی آنکھون مین

وہ لوگ اور ہین جو ہین رُخ حرم کرتے
حرم سے یان تو ہین آہو کی طرح رم کرتے

طواف اور ہے احرام اور ہے حج بھی اور
ہم اور ہین یہ سچ بھی ہے اور سچ بھی اور

بتاتے ہین کہ ہے اسلام کو بڑی رونق
مگر وہ ہوگی صفون پر کہین بڑی رونق

گھٹی ہے کھوپری کیون کس لیے مُنڈی مونچھین
کہان ہین ایسے امام زمان یہ کیون پوچھین

صفون پہ ہونگے کہین لوگ سر جھکائی ہوئی
ترقی کے واسطے موزون گھٹے گھٹائی ہوئی

پڑھین نمازین وہ ہے جن کو روز و شب فرصت
یہان ہے یارون کو کامون سے اپنے کب فرصت

غرض ہمین کوئی مسجد سے ہے نہ منبر سے
کہ لو لگائے ہین ہوٹل مین ہم سٹیمر سے

سفر کا سارا ہین سامان کیے ہوئے بیٹھے
ٹکٹ بھی ہاتھ ہی مین ہین لیے ہوئے بیٹھے

اُمید کہتی ہے کھل جائے گا سٹیمر کل
اگر یہ سچ ہے تو ہے آج سے بہتر کل

ہمارے درد کا درمان ہوئی علاج ہوئی
ہزار شکر کہ جو کل تھی کل وہ آج ہوئی

سکون نہین وہ سٹیمر کو آج کل کی طرح
چلا ہی ہے سٹیمر کو آج کل کی طرح

زمین اگرچہ متانت بہت دکھاتی ہو / زمین پانو تلے سے وہ نکلی جاتی ہو
زمین درخت سبھی آہِ سرد بھر کے چلو / گھرون کو گھر بھی اُداس ایک ایک کرکے چلو
دکھا رہا ہو سماں اپنے دل کی حسرت کا / بلا رہا ہو وہ ۔ وہاں شہر رخصت کا
وہ سونپتا ہو حفاظت مین تیری یا حافظ / ادھر سے ہم بھی اُسے کہتے ہین خدا حافظ

قدیم مسیحیون کی ضعیف الاعتقادی

اِن دِنون مسلمانون مین طرح طرح کے ضعیف الاعتقادی کے خیالات پھیلے ہوئے ہین جن کو واعظ اور ذاکر جھوٹی بے سروپا اور لغو کہانیان بیان کرکرکے اور چمکاتے رہتے ہین۔ اس قسم کی کہانیان جب زیادہ مشہور ہوتی ہین تو اصلی اور صحیح روایتون پر غالب آجاتی ہین۔ اور سچے محتاط اور ٹھیک ٹھیک حالات وعقائد بیان کرنے والے علما کی باتون مین کسی کو مزہ نہین آتا۔ اس لیے کہ لوگ مذہبی صحبتون مین ایسی داستانین سننے کے عادی ہو جاتے ہین جن مین الف لیلہ یا امیر حمزہ کی داستان کی شان پائی جاتی ہو۔ یورپ کی تعلیم نے مسیحی دنیا سے اس قسم کے خیالات اور ایسی لغو روایتون کا رواج اُٹھا دیا ہو۔ مگر ایسا نہ سمجھنا چاہیے کہ عیسائی ہمیشہ سے ایسے تھے۔ اُن کی قدیم روایتون کا پتہ لگایا جاے تو معلوم ہوتا ہو کہ دو ہی تین صدی پیشتر وہ ہمارے عوام سے بھی زیادہ ضعیف الاعتقاد اور ہماری مذہبی کہانیون سے بھی زیادہ مزخرف روایتون کے دلدادہ تھے۔

اُن کی قرون وسطی کی یہ روایت سننے کے قابل ہو۔ فرانس کے شہر کولونیا کے قریب مقدس بطرس کی خانقاہ رہبان مین ایک نہایت ہی بدکار اور ناخدا ترس راہب رہتا تھا۔ لیکن چاہے خدا کی طرف سے کیسا ہی بے پروا ہو بطرس حواری سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اتفاقاً قبل اس کے کہ کسی مقتدا کے سامنے اقرار گناہ کا موقع پاے ناگہان مرگیا اور حسب معمول عذاب کے فرشتے اُس کی روح کے لے جانے کو آئے۔ ایسے خالص عقیدت کیش کے ہاتھ سے جانے پر بطرس حواری کو بڑا صدمہ ہوا۔ اُنھون نے خدا کی درگاہ مین جاکے

درخواست کی کہ "اُسے جنت مین جگہ ملے" مگر یہ دعا نہ قبول ہوئی۔ اور دوبارہ جو
اُس پاک حواری کے ساتھ تمام ولیون۔ حواریون۔ فرشتون۔ اور شہیدون
سنے بھی دعا کی تھی مگر ایک نہ سنی گئی۔ تب پطرس نے خدا کی دوشیزہ مان
کی طرف توجہ کی۔ اور حاضر ہو کے عرض کیا "خوبصورت خاتون۔ اگر
آپ نے شفاعت نہ کی تو میرا راہب گیا گذرا ہو گا جو امر ہمارے لیے
غیر ممکن ہو آپ کا ایک معمولی کھیل ہی۔ مہربانی کر کے ہماری مدد کیجیے۔
اگر آپ ایک لفظ بھی کہہ دین گی تو آپ کا بیٹا ضرور مانے گا۔ اس لیے کہ
اُس پر آپ ہی حکومت کر سکتی ہین" ملکہ مریم (والدۂ خدا) نے اس درخواست
کو قبول کیا۔ اور تمام کنواریون کو ساتھ لے کے اپنے بیٹے کی طرف چلین
وہ خدا جس نے خود بھی یہ حکم دیا ہی کہ اپنے مان باپ کی تعظیم کرو جیسے ہی
اپنی والدہ کو آتے دیکھا استقبال کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُن کا ہاتھ اپنے
ہاتھ مین لے کے پوچھا "آپ کیا فرماتی ہین؟" خلاصہ یہ کہ حضرت مریم سنے
شفاعت کی خدا نے منظور کی۔ اور اُس راہب کو نجات ملی"

اسی طرح اس روایت کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا "ایک ڈاکو
تھا جس کا معمول تھا کہ جب ڈاکہ زنی کے لیے گھر سے نکلتا پاک کنواری کی
طرف حضور قلب سے توجہ کر کے دعا ضرور مانگ لیا کرتا۔ آخر ایک دفعہ
پکڑا گیا۔ اور اُس کے لیے حکم ہوا کہ پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ عین اُس وقت
جبکہ اُس کے گلے مین رسی ڈالی جا چکی تھی اُس نے پاک کنواری مریم کی طرف
توجہ کر کے دعا مانگی۔ جو بے اثر کیسے نہ رہی۔ فوراً اُس دوشیزۂ پاک سنے
اپنے گورے ہاتھ پر اُس کے پانون ٹکا لیے۔ اور دو روز تک اسی طرح
اُسے اپنے ہاتھ پر لیے رہی۔ جلاد نے جب دیکھا کہ یون دم نہین نکلتا تو
ارادہ کیا کہ تلوار سے اُس کا سر اُڑا کے فیصلہ کر دے۔ مگر وہی از غیبی ہاتھ
جو پہلے پاؤن کو ٹکائے ہوئے تھا تلوار کے روکنے کو بڑھا۔ اور
آخر جلاد مجبور ہوئے کہ اس معجزے کو تسلیم کرین۔ اور اُسے یونہین
چھوڑ دین"

اُمید و آرزو

شام کے قریب جب آفتاب پہاڑیون سے اپنا سُنہرا نور کھینچنے کو ہوتا ہو اور اُن کی خوشنما چوٹیون پر قوس قزح اپنی ایک روشن اور رنگ برنگ محراب قائم کر دیتی ہو اُس وقت اے خوبصورت خوبصورت پہاڑو تمھاری یہ خوشنما اور سورج کے طلائی رنگ مین رنگی ہوئی چوٹیان جو آسمان سے ملی ہین اہل شوق کی مشتاق و پُرجوش نگاہون۔ اور اہل بصیرت کی خاموش و غائر نظرون کو کیون بھلی معلوم ہوتی ہین؟ اور کیون ایسی دلکش و دل فریب ہوتی ہین کہ ہر ایک کی نظر خواہ مخواہ تمھاری طرف متوجہ ہو جاتی ہو؟

اے اندھیری رات مین تاریک سطح فلک کے چمکدار بیل بوٹو جو کسی برہم مزاج معشوقہ کے زیور کی طرح ہر طرف بکھرے پڑے ہو۔ جن کی آب و تاب کو قُرب و بعد۔ یا دنیا والون کے دود آہ۔ یا چشم فلک کے آنسوؤن یعنی شبنم نے کہین دُھندلا اور ماند کیا ہو اور کہین زیادہ بہت روشن اور شفاف رہنے دیا ہو۔ باوجود اپنی ان بے ترتیبیون اور ان مختلف حالتون کے کیون ایسے بھلے اور دلچسپ معلوم ہوتے ہو کہ ہمین اور ہمارے پیارے ہم صحبتون کو بے تمھارے کسی بات مین لطف نہین آسکتا۔

اے شب ہای وصال کے خاموش و متین رازدار چاند! باوجودیکہ تیرا یہ گول اور داغدار منہ کسی چیچک رو کا پُر داغ چہرہ بنا ہوا ہو۔ ایک مہینے مین تو عروج و زوال اور ادبار و اقبال کی تصویرین دکھا دیتا ہو مگر تجھ مین

کیا خوبی ہو کہ بے تیرے ہمارے کا ہے ہارے اختران تاریک ہین اور جب تک تو اپنی نازک کرنون سے دلربا چہرون کی مشاطگری نہ کر رہا ہو ہماری عیش و عشرت کی صحبتین اور وصل و کامیابی کی راتین بے مزہ اور پھیکی ہین؟

وہ مرغزار جو قریب ہی اپنی فضا کی بہار دکھا رہا ہو۔ وہ خوبصورت اور تر و تازہ چمن جس نے رنگ برنگ پھول ہم سے بالکل قریب کھلا رکھے ہین اُن کے مقابل مین وہ کرارے اور گھاٹیان جو دور کے دھندھلکے مین کچھ کچھ چھپے ہوئے ہین باوجود غیر مسطح سنسان اور وحشتناک ہونے کے کیون دلکش اور رسیلے معلوم ہوتے ہین؟

بس سوا اس کے کچھ نہین کہ یہ صرف بُعد اور دوری ہو جو ایک طرف ہماری نظر پر جادو کرتی ہو۔ ہمارے دلون مین شوق کی گدگدی و بیخودی پیدا کرتی ہو۔ اور دوسری طرف اجرام فلکی کے عیوب اور نقصانون کو روشنی کے دامن مین چھپاتی۔ اور گھاٹیون کو اپنی خوش رنگ نیلگون چادر اُڑھاتی ہو۔

قدرت نے جس طرح اس محسوس منظر پر ہماری دلفریبی کے لیے ایک جادو کر رکھا ہو۔ اور ہمارے پیش نظر میدان کو ایک عجیب صحر لے طلسم بنا رکھا ہو اُسی طرح جب ہم زندگی کی نا پیدا کنار سڑک پر موعودہ خوشیون کا اندازہ کرنا شروع کرتے ہین تو وہان بھی ہماری کچھ ایسی ہی حالت ہوتی ہو۔ اور ایسا ہی سحر اُدھر بھی ہماری نظر اور ہمارے خیال کو عجب عجب بُھلاوے دیتا ہو۔ وہان بھی ہر تیرگی اور دُھندھلکے مین پڑا ہوا منظر ہر دوری کے دُھوئین مین چھپی ہوئی اُمید و آرزو بہ نسبت تمام موجودہ اور سامنے کی چیزون کے ہماری زیادہ دلفریبی اور زیادہ لربائی کرتی ہو۔ اور بعینہ ایسا ہی دھوکا ہمین اُسوقت ہوتا ہو جب ہم آیندہ حالتون کو چھوڑ کے گذشتہ واقعات کی جانب خیال لے جاتے ہین اور سامنے کی طرف سے مُنھ پھیر کے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کرتے ہین اُدھر بھی اگرچہ قریب ہی بہت سی خوبیان اور لطف موجود ہین مگر نظر اُن

کی زیادہ قدر نہین کرتی - اور ہر خیالی صورت جسے قوت متخیلہ نسیان کی تیرگی سے نکال کے آنکھون کے سامنے قائم کرے اپنی اُس دوری کی جگہ پر عجب قدرتی لطف اور دل فریب خوبیون کے ساتھ نمایان ہوتی ہو -

یہ کون سا ہوشیار باغبان ہو جس نے ہر جانب ذرا دور ہٹ کے نظر کے آگے ایک نزہت افزا اور مسرت بخش باغ لگا رکھا ہو ؟ کون جادوگر ہو جس نے ہر طرف خیال کے راستہ مین صحرائی طلسم قائم کر دیے ہین ؟ اور وہ کون سی زبردست قوت ہو جو محو ہو جانے والی نگاہ کو آیندہ کی ظلمت اور گذشتہ کے دُھندلکے کی جانب نہایت ہی ذوق وشوق اور مسرت و بیخودی سے متوجہ کرتی ہو ؟ کیا یہ عقل دانائی کی برکت سے ؟ نہین عقل باوجود اپنی تمام خداداد قوتون کے ہمین آیندہ کی خوشیان دکھا کے ہرگز مست نہین کر سکتی - اور نہ گذشتہ کی ظلمت مین وہ کرشمے پیدا کر سکتی ہو جو ہمین اپنی طرف محو کر لیا کرتے ہین - عقل انسان کی قسمت کو اکثر تاریکی ہی مین رکھتی ہو - اُس کا دُھندلا اُفق بہت ہی تنگ و محدود ہو یعنی ایک بالشت سے بھی زیادہ نہین - اگر کوئی خیالی صورت کھینچ کے وہ نظر کے سامنے لاتی بھی ہو تو وہ اصلی اور سچ کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہوتی ہو اور اس قدر ضرورت سے زیادہ سچی ہوتی ہو کہ ہمارے مذاق کے لیے سخت ہو اور ایسی کہ ہمین اُس سے کوئی مسرت نہین حاصل ہو سکتی -

پھر یہ کون سا ساحر ہو جو دور کی چیزون کو بمقابلہ نزدیک کی چیزون کے زیادہ بھلا اور خوشنما دکھاتا ہو ؟ یہ امید ہو - جو دور کے کُنجون مین سوتی ہو اور اُن باغون مین سیر کرتی ہو جو ہم سے بہت فاصلے پر ہین - پیاری امید! سچی مسرت اور آسمانی خوشی تیرے ہی ساتھ ہو - تو بعید سے بعید اور مدتون کے سوئے ہوئے جذبات کو ناگہان جگا کے بٹھا دیتی ہو - تیرا جادو زندگی کو ایسا فریفتہ کر لیتا ہو - اور تیرے دامن مین ایسے دلچسپی کے سامان دکھاتا ہو کہ ہمارے دل کا ہر غافل سے غافل جذبہ چونک کے مسرت کی بیخودیان ظاہر کرنے لگتا ہو - اور تیری آہٹ پاتے ہی ہمارے تمام قوی اُچھل

اُچک کے اور انگوٹھون پر کھڑے ہو ہو کے اُس دور کے سامان عشرت کو دیکھنے لگتے ہین۔ وہ تیرے حکم کے تابع۔ اور تیرے اشارون کے منتظر ہو جاتے ہین۔ اور خوشی کے رستون اور شان و شوکت کی دلچسپ شاہراہون پر جدھر تو اشارہ کرے فوراً چلنے لگتے ہین۔

اے قدیم الایام سے انسان کا ساتھ دینے والی اُمید! جس وقت میدان جنگ مین حریف فوجین آئین۔ انسان اور فطرت دونون نے اپنے زوال کا مرثیہ سنانا شروع کیا۔ نحس و نامبارک سیارے ہر قسم کی موت اور ہر طرح کے غم زہرآلود تیرون کی طرح زمین پر پھینکنے کو آمادہ ہوئے۔ قتل و خون کے فرشتے نے اپنی آستینین چڑھائین۔ اور لڑائی کا دیوتا اپنی آتشین گاڑی مین خونی اژدہے جوت کے چلا۔ امن و رحم میدان سے نکال دیے گئے اور ہوا کے غیر محسوس بازوٗن پر سوار ہو کے وہ پھر آسمان کو واپس روانہ ہوئے اُس وقت بے یار و مددگار اور ظالم و گنہگار دل کو ہر چیز نے چھوڑ دیا تھا لیکن اے سحر آفرین اُمید تو اُس وقت بھی باقی تھی۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ انسان کا ساتھ دے رہی تھی۔

اے ہمایون فال اُمید! تیرے دلچسپ باغ مین ہر محنت اور ہر مشقت کے لیے تر و تازہ پھل پیدا ہوتے ہین تیری مرجع عام خانقاہ سے ہر غم اور ہر صدمے کا تعویذ ملتا ہے۔ تیری ہی روح افزا دلچسپیان پیاسی گھڑیون اور نہ کٹنے والی منزلون مین موسمی گرمی اور دھوپ کی تپش سے بچانے کے لیے پاشکستہ غریب الوطن کو ہری اور سرسبز ٹہنیون کے سایے مین پہونچا تی ہین اور وہان جس طرح شہد کی مکھی اپنے پرون سے ایک نغمہ سُناتی ہوئی آتی ہے اُسی طرح وہ تمام راحت دہ اور اطمینان بخش قوتین جو تیری خادمہ ہین اُسے آ کے سلاتی اور تسلی و تشفی کے خواب دکھاتی ہین۔

اے فرشتۂ زندگی! تیرے سریع السیر بازوٗن پر سوار ہو کے۔ اور تیرے غیر مرئی تخت پر بیٹھ کے انسان دنیا کے سنسان صحرا و جنگل اور سمندر کے وحشت ناک و متلاطم مقامات طے کر جاتا ہے تیرا تخت سلیمان کبھی اُسے

کشمیر کے قدرتی تختہ ہائے گل کی بہار دکھاتا ہی۔ اور کبھی قاف کی ہیبت ناک وادیون کی سیر کراتا ہی۔ وہ جہان جائے تو اُس کے ساتھ رہتی ہی۔ اور تسلیان دیتی ہوئی لئے جاتی ہی۔ دیکھو وہ کپتان اپنے جہاز کو موسم سرما کی کپکپا دینے والی ہوا کے جھونکون کے ساتھ ساتھ اُن مقامات کی طرف لیے جاتا ہی جہان انسان کا کبھی گذر نہین ہوا۔ اٹیلینٹک کی موجین نہایت ہی پرخطر اور روح فرسا جھولا جُھلا رہی ہین۔ اُفق شمالی کا خوفناک ستارہ ابر کے تخت پر سے کرنون کی نورانی جھنڈی ہلا رہا ہی۔ اور سرد مہر یوجو قطب شمالی کی سنسان فضا پر حکمران ہی اُس کی قلمرو قریب ہوتی جاتی ہی۔

اب ہمارا دریائی مسافر اور آگے بڑھ گیا۔ اور اُس سرزمین پر ہی جہان گرمی کا موسم کبھی شاذ و نادر ہی اپنی خوشیان لاتا ہی۔ آدھی رات کی سردی اُس جگہ سے جہان دائمی برف ہمیشہ محو خواب رہتی ہی ٹھنڈے ٹھنڈے اور بنڈے مین پیوست ہو جانے والے جھونکون کو چارون طرف روانہ کرتی ہی۔ جو کبھی ہبرگس کی چٹانون پر پھیلتے ہین اور کبھی جزائر گرین لینڈ کی سیر کرتے ہین۔ اُس کے سناٹے کے ساتھ ساتھ مقام اونل اَسکا کے بھیڑیون کی لمبی لمبی مہیب آوازین ایک گرج کی سان سے پھیلتی اور سمندر کی لہرون پر دُور دُور تک دوڑ جاتی ہین۔ یہ مصیبتین اور یہ تکلیفین ہین جن مین ہمارا غریب طوفان زدہ مبتلا ہی۔ اے ستم کش مسافر دریا واقعی تو سخت آفتون مین گھرا ہوا ہی۔ چٹانین۔ لہرین۔ ہوائین۔ اور برف کے بڑے بڑے پہاڑ تیرے جہاز کو گھیرے ہوئے ہین۔ ہر طرف سے کسی کی مہیب صورتین نظر آ رہی ہین۔ تیرا دل غمگین ہی۔ تیرا گھر دور ہی۔ اور یار و احباب جدا ہین۔ الغرض سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر امید یہان بھی موجود ہی۔ تیری دلچسپی کے لیے اُس کی روشن شعاعین تیرے دل مین مسرت پیدا کرتی ہین۔ تیرا دل بیٹھا جاتا تھا مگر امید اپنے عجیب عجیب جادو بھرے نغمے سُنا سُنا کے اور روشنی کی نرم و نازک انگلیون سے گدگدا گدگدا کے اُسے اُبھار رہی ہین۔ جس طرح وہ آسمانی روشنی جو صرف شمالی ممالک مین نظر

آتی ہو یکایک تاروں بھرے آسمان کو جگمگا دیتی ہو اُسی طرح اُمید کا خیال اُس آفت نصیب کے متردد اور فکر مند دل مین آسائش و اطمینان کی گرمی پیدا کرتا ہو۔

امید اس موقع پر کیا کرتی ہو؟ وہ یکایک اُس کا رخ پیچھے کی طرف پلٹ دیتی ہو۔ آنکھون پر اپنی طلسمی دوربین لگا دیتی ہو جس مین وہ دیکھتا ہو کہ اوس وطن کی پہاڑیان سرسبز و فرحت بخش سرزمین مین سر اُٹھائے کھڑی ہین۔ اُس کا لب آب مکان اپنے آرام اور امن و امان کو پیش کر رہا ہو۔ چھوٹی سیر کرنے کی کشتی اپنے چھوٹے بادبان کے ساتھ پانی کی نازک موجون پر حرکت کر رہی ہو۔ وہ وطنی جنگل جس کے لطف زندگی بھر نہ بھولین گے آنکھون کے سامنے ہو۔ درختون مین کلیان آ رہی ہین۔ یہ سمان دیکھنا تھا کہ ہمارا آفت نصیب غریب الوطن ہوا کے تیز پرون اور خیال کے تخت پر سوار ہو کے اور آگے بڑھا۔ اُسی وطنی ساحل پر جا پہونچا جسے آہ کر کے اور آنکھون سے آنسو گرا کے چھوڑا تھا۔ اب سارے غم اور تمام فکرین اُس کے دل سے دور ہین۔ شوق کی بیخودی مین بڑھتا چلا جاتا ہو۔ قدم قدم مانوس صورتین ملتی ہین۔ اور جو جو بڑھتا ہو پیارے محبت بھرے چہرون سے دوچار ہوتا جاتا ہو۔ آخر جاتے جاتے معشوقہ کا بشاش چہرہ اور کھلا ہوا آغوش شوق ملتا ہو۔ دوڑ کے لپٹ جاتا ہو اور دیر تک لپٹا رہتا ہو۔ اپنی مصیبت کہتا ہو۔ اور گورے گالون سے آنسو پونچھتا ہو۔ پھر خوش ہو ہو کے بچون کو گود مین اُٹھاتا ہو۔ اُنھین پیار کرتا ہو۔ اور دل کو پوری ٹھنڈک حاصل ہو جاتی ہو۔ آہ! اے پیاری امید یہ صرف تیری جلوہ گری تھی۔ اور سوا تیرے کون ہو جو ایسے حرمان نصیبون کو تسلی دے سکے۔؟

اے فرشتۂ اُمید۔ صرف اتنا ہی نہین کہ تو غم و الم کی حالت مین تسلی دیتا ہو بلکہ تجھی سے دلون مین اُمنگین اور حوصلے پیدا ہوتے ہین۔ ہمت بندھانا اور ترقی کا جوش دلانا تیری ہی توجہ کی برکت سے ہو۔ جوانی کے روشن اور پُر آرزو دنون مین جبکہ نہ کسی قسم کی فکر ہو اور نہ کوئی تردد تو ہمت کے فرشتے کو

ساتھ لے کے ہمارے سامنے کی بلندی پر نمایان ہوتی ہے - اور سنہری جھنڈی ہلا ہلا کے ہمارے دلون کو ابھارتی ہے - اور اس کے ساتھ ہی تیرا ہاتف غیب کہنا شروع کرتا ہے کہ "جا! آرزو مند بچے جا! اور شہرت کے ناپیدا کنار میدانون مین ناموری و عزت کو ڈھونڈھ - دیکھ! سکندر کہان سے چلا ہے اور اُس کی بیرقین کہان اُڑ رہی ہین؟ تیمور کہان سے اُٹھا ہے اور کس سر زمین مین شہرت و اولوالعزمی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے؟ عرب کے ابنائے بادیہ توحید کے نعرے بلند کرتے ہوئے کہان سے نکلے ہین اور کہان کہان پہنچ گئے ہین؟ افلاطون وارسطو نے علمی جستجو مین تگ و دو کرتے کرتے کیسا روشن و نمایان تاج اپنے سر پر رکھ لیا ہے؟ فارابی و ابن سینا اور طوسی و رازی اپنی جانکاہی و مشقت کی بدولت ناموری کے کس اعلیٰ تخت نشین پر جا بیٹھے ہین؟ غور کر کہ بنی اسرائیل نے وادی تیہ کی خاک اُڑاتے اُڑاتے کیسی وادی پُر فضا اور کیسی زمین بہشت آئین ڈھونڈھ نکالی ہے؟ اور کلمبس نے متلاطم سمندر کی مار کھاتے کھاتے کیسی سرسبز و شاداب اور نزہت بخش و دولت خیز نئی دنیا کا پتہ لگا لیا ہے - لہٰذا تو بھی اُٹھ! ان ناموَرون کو پیش نظر رکھ! اور اولوالعزمی و شہرت کا تاج حاصل کر" واقعی اے ہمت بندھانے والی امید دنیا کی ساری ترقیان تیری ہی بدولت ہین - اور وہ تیرے ہی پیدا کیے ہوئے ولولے تھے جنھون نے اس سطح خاک کو اس لطف و دلچسپی کے ساتھ آباد کیا ہے -

اُس مُنّے سے بچھونے پر اُس ننھے سے خوبصورت بچے کو سوتے دیکھ رہے ہو؟ حسرت نصیب مصیبت زدہ ماں کس سکوت و خموشی کے ساتھ پاس بیٹھی نگہبانی کر رہی ہے؟ بچے کو نہ کوئی خوشی ہے نہ غم - آرام سے سو رہا ہے - ماں محبت کی نگاہون سے اُس کی صورت دیکھ رہی ہے - دیکھتے ہی دیکھتے یکایک اُس کے غمناک چہرے پر ایک ہنسی نمایان ہوتی ہے - اور ان الفاظ مین اُسے یہ سراپا امید لوری دینے لگتی ہے -

سو! اے اپنے باپ کی تصویر سو! کبھی تجھے کسی بات کا غم نہ ہو - اور

نہ اُن آہون سے سابقہ پڑے جنھون نے تیرے باپ کے اور میرے دل کو چاک چاک کیا - تو اپنے باپ ہی کا سا گورا اور لائق ہو گا۔ نہین اُس سے بھی اچھا - تیری شہرت تیری لیاقت اور آخر مین تیری محبت اُس کے دردمند دل کو سارے غم بھلا دے گی - اور تیرے دم سے مجھے اتنی خوشیان حاصل ہون گی کہ دنیا کی تمام گذشتہ تکلیفین اور مصیبتین بھول جائین گی اور سب کے آخر مین جب مین تجھ سے اور دنیا سے رخصت ہو کے اُس مولسری کے درخت کے نیچے خاک کو اپنا بچھونا بناؤن گی - تو اے میرے پیارے خوبصورت سوگوار تو کیا سنگ لحد پر آ کے میرے دل کو تسلی نہ دے گا؟ میری یاد تازہ ہو جانے سے شام کے دُھندھلکے مین میرے اُس زیر خاک بچھونے کے پاس کھڑا ہو کے دو آنسو گرائے گا؟ اور میری محبت و مصیبت کو یاد کر کے ایک ٹھنڈی سانس نہ لے گا؟"

اے پیاری امید - ہمین جب کبھی قسمت کی بُرائیان اور انسانی صدمات و آلام کا خیال کر کے رنج ہوتا ہے تو ہم تیری مدد سے انقلاب عالم کے پہیے کو دیکھنے لگتے ہین - اور گذشتہ واقعات سے آیندہ کے لیے سبق حاصل ہوتا ہے۔

ریاست حیدرآباد اور علم نسوان

زمانے کا پہیہ بہت تیزی سے چل رہا ہے - اور اُس سے جو آواز نکلتی ہے کسی کے دبائے نہین دب سکتی - لہذا جن آزاد خیالیون کو زمانہ اپنے خاص خاص نقیبون کے دماغ مین پیدا کرتا ہے وہ اُس کے ظاہر کرنے پہ مجبور ہو جاتے ہین - وہ چاہے کہنے اور ذکر کرنے کا ارادہ نہ کرین اور ہزار چھپانے کی کوشش کرین مگر خود زمانہ ایک ہاتف غیب کی طرح اُن کی زبان اور اُن کے منھ سے اپنی آواز بلند کراتا ہے - اور اس زور و شور سے کہ ہر موافق و مخالف کو وہ آواز سُننا ہی پڑتی ہے - تم اپنے کانون مین

روئی رکھ لو۔ انگلیان دے لو۔ دونون کان زور سے بند کر لو۔ ہزار تدبیرین کرو مگر اُس آواز کو خواہ برضا و رغبت خواہ بہ جبر و اکراہ سنوگے۔ ضرور سنوگے۔ اور ہزار بھاگو تمھین سننا پڑے گی۔

زمانے کے یہ نقیب ہر عہد اور ہر دور مین پکارتے رہے ہین۔ تمام مذہب۔ تمام تہذیبین۔ تمام اصلاحین اور دنیا کی ساری ترقیان انھین اور ایسے ہی زمانے کے خود فروش و خود فراموش نقیبون کی صدا ؤن کا نتیجہ ہین جن نقیبون کے بتائے ہوئے اصول تم مان چکے ہو اور جن کو خواہ رسمی حیثیت سے خواہ مذہب کے طریقے سے تم تسلیم کر رہے ہو اُنھون نے بھی جب پہلے پہل اپنی صدا بلند کی تھی تو تمھارے بہت سے بنی نوع بھائیون نے یہی کوشش کی تھی کہ نہ سُنین وہ بھاگے تھے۔ بھڑکے تھے۔ اُنھین سُن کے وحشت ہوئی تھی۔ اُنھون نے کانون پر ہاتھ دھرے تھے کانون مین روئی رکھ لی تھی۔ سب ہی کچھ کیا تھا۔ مگر بمصداق۔ گرنہ ستانی بستم میبرد وہ آواز سُنی۔ اور ایسی سُنی کہ آج اُنھین کی سنت مین تم سب بے عذر و بے حجت اُس آواز کے احکام کو قبول کر رہے ہو۔

گو زمانے کی یہ آواز ہمیشہ سُنی گئی۔ اور ہر قرن مین لوگ اُس کے سننے پر مجبور رہے مگر اِن دنون ہندوستان مین یہ آواز زیادہ اور غیر معمولی بلندی کے ساتھ سنی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ تحقیق و تنقید کا دروازہ کھل گیا ہے۔ معلومات کا خزانہ ساعت بہ ساعت زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ پُرانی نادر و کمیاب کتابین عام طور پر ملنے لگی ہین اور رہے سے زیادہ اس سبب سے کہ سلطنت نے آزادی دے دی ہے۔ اور اجازت دے رکھی ہے کہ تحقیق و تنقید مین جو جہان تک چاہے سرگرمی دکھائے کوئی باز پرس نہ کی جائے گی۔ پھر اس کے ساتھ زمانہ لالچ دلا رہا ہے کہ اس آزادی و معلومات سے جو جتنا زیادہ فائدہ اُٹھائے گا اتنا ہی زیادہ بقاے دوام کے حاصل کرنے کا مستحق ہوگا۔ یا تین ہین جن کی برکت سے ہر ایک اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق اُٹھ

ہوا ہو۔ اور جو جس کو مناسب اور صحیح معلوم ہوتا ہو ہم قومون اور رہم وطنون سے پکار کے کہہ دیتا ہو۔ الغرض ایک ایسی عام تحقیق کا سلسلہ شروع ہو گیا ہو کہ کہین اخلاقی برائیان مٹائی جا رہی ہین۔ کہین مذہب کا چشمہ جہالت کی رسمون اور غیر معتبر روایتون سے پاک کیا جا رہا ہو۔ کہین فلسفہ کی جانچ پڑتال ہو رہی ہو۔ اور کہین مسائل معاشرت پر ردو قدح جاری ہو۔

اس آواز کو سُن کے بھڑکنا اور بھاگنے کی کوشش کرنا کوئی غیر معمولی چیز نہین ہو۔ عوام ہر جگہ اور ہر عہد مین ایسے ہی ہوتے رہے ہین۔ مگر وہی وحشت اور وہی گھبراہٹ جو ایک عامی مین نظر آتی ہو جب خاص لوگون اور تعلیم یافتہ و شائستہ گروہ مین بھی دیکھی جائے تو نہایت ہی افسوس اور سخت حیرت ہوتی ہو عام لوگون مین مشہور ہو کہ منصور کو لڑکون اور جاہلون کے ڈھیلون اور پتھرون سے کوئی صدمہ نہین پہونچا تھا مگر شبلی کے ایک پھول سے بڑی چوٹ لگی۔ وہی حال ہمارے دل کا ہوتا ہو جب کسی آزادانہ مضمون کے خلاف جاہلون کے ساتھ خاص لوگون کو بھی وحشیانہ شور و غل مچاتے دیکھتے ہین اور جاہلون کا سا شرمناک غیظ و غضب اُن لوگون کے چہرون پر نظر آتا ہو جو جانتے ہین کہ زمانے کا کیا رنگ ہو اور وہ کیا کہہ رہا ہو۔

مولوی محب حسین صاحب نے اپنے رسالہ معلم نسوان مین پردے کے خلاف ایک سخت مضمون لکھا۔ حیدر آباد کے عوام نے ایک شورش مچائی۔ بعض اخبارون نے اُس شورش کی آگ پر تیل ڈالا۔ بعض حیدر آباد کی گپون پر اعتبار کرنے والے اخبارون نے بے دریافت کیے شائع کر دیا کہ ریاست کے حکم سے رسالہ مذکور بند کیا گیا۔ اور ہندوستان کے تمام اخبارون نے وہ بھی جن کے اڈیٹر بڑے لائق ہین اور وہ بھی جن کے اڈیٹر معمولی لیاقت رکھتے ہین خوشیان منائین کہ ریاست حیدر آباد نے خوب کیا اور بہت ہی اچھا کام کیا۔ شاید ہندوستانی پبلک اور یہان کے عقلا کی تنگ خیالی کا اس سے زیادہ بُرا اور ناپاک نمونہ آج تک کبھی نہ نظر آیا ہو گا۔ عقلمند اور مہذب اختلاف کرنے والون کی یہ شان ہو کہ جواب

لکھین۔ خود بھی تحقیق کرین اور مخالف کو بھی تحقیق کا موقع دین۔ یہ نہین کہ نفسِ تحقیق کا دڑبا پھونک دیا جاے۔ اور آپ اُس کی خاک پر کھڑے ہوکے ہنسین جن لوگون کو مخالفت کا شوق ہو اُن کے لیے ہندوستان کے صدہا پرچے موجود ہین جو اُن کے خیالات اور ان کے مضامین کو پوری آزادی کے ساتھ شائع کرینگے اور دراصل صرف یہی فرق ہندوستان اور انگلستان مین ہی۔ مزاحمت اور مخالفت وہان بھی ہوتی ہی۔ مگر وہان کے مخالفون مین یہ شر نہین ہوتا کہ مخالف کے چُپ کرنے کے لیے اُسے سُرمہ کھلا دین۔ یا جس ہاتھ سے خلاف مضامین لکھتا ہو اُس ہاتھ کے توڑنے کی کوشش کرین۔ وہ ایک شریف مخالف کی طرح زور و شور سے تردید کرتے ہین۔ اور عزت و آبرو کے دشمن نہین بنتے مگر افسوس ہندوستان مین یہ بات بالکل نہین۔ اور اس کے پیدا ہونے کی اُمید ہی بھی تو دیر مین۔

غور طلب یہ امر ہی کہ آیا یہ بات ریاست کے اختیار مین ہی کہ اس آوازِ منادیِ غیب کی اس صدا۔ اور قدرت کے اس زبردست کڑکے کو ہندوستان سے موقوف کرا دے؟ یہ بھی ایک ویسی ہی اور اُسی قسم کی آواز ہی جو آوازین وقتاً فوقتاً زمانے کی رفتار سے بلند ہوئین۔ اور سب کو مجبوراً سننا اور آخر مزاحمت سے تھک کے ماننا پڑین۔ ممکن ہی کہ تم اپنے گھر مین اذان نہ دینے دو مگر وہ اذان مسجد مین دی جاے گی۔ اور تمھین سننا پڑے گی۔ اسی طرح ریاست اگر نا عاقبت اندیشی سے ایسی اصلاح کا دروازہ اپنی قلمرو مین بند بھی کردے تو یہ نہین ممکن ہے کہ اصلاح موقوف ہو جاے۔ جب اصلاح کی بنیاد زمانے نے ڈالی ہے ہوگی۔ اور اس آگ کو اگر تم پھونک کے گل کرنا چاہو تو بجاے بجھنے کے اور زیادہ بھڑکے گی۔ سب کو معلوم ہی کہ حیدر آباد مین باہر کے اخبارون کا اثر بمقابل لوکل اخبارون کے زیادہ ہی۔ لہذا معلم نسوان اگر بند بھی ہو جاے تو برطانیہ کی آزاد قلمرو سے یہ آوازِ تہذیب بلند ہوگی۔ اور حیدر آباد ہی مین زیادہ زور و شور سے سُنی جاے گی۔

مولوی محب حسین کے ہم خیال اب ہر جگہ اور ہر شہر مین موجود ہین جن مسئلہ

کو اُنھون نے چھیڑا تھا اُس نے ہندوستان مین قدم جما لیے ہین جس تہذیب کی اُنھون نے بنیاد ڈالی تھی آج حیدرآباد ہی کے بہت سے معزز گھرون مین برتی جاتی ہو۔ لہذا معلم نسوان کے مر جانے سے یہ مسئلہ نہین مر سکتا۔ وہ نئی نئی وضع اور نئی نئی صورتون مین نئے جنم لے گا۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہین کہ ایک دن ہندوستان کے تمام مسلمانون کا مذہب ہو گا۔ ہر تہذیب اور ہر سائینس کو اُس وقت تک مقبولیت نہین حاصل ہوتی جب تک اُس پر قابل قدر قربانیان کر نہ چڑھ لین۔ لہذا اس مسئلہ پر اُسی قسم کی ایک قربانی معلم نسوان کی ہو گی اگرچہ ہمین ابھی یقین نہین کہ حیدرآباد نے اس مفید رسالے کو بند کر دیا۔ کیونکہ نواب سر وقار الامرا بہادر کے ایسے وسیع الخیال مدارالمہام اور مولوی عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔ کے ایسے روشن دماغ عہدہ دار کے عہد مین کسی ایسی کارروائی کی اُمید بہت مشکل سے کی جا سکتی ہو۔ لیکن اگر کسی مجبوری سے رسالہ بند ہی کر دیا گیا تو کوئی مضائقہ نہین۔ یہ اصلاح اور یہ تہذیب بھی اُسی قلمرو کو اپنا مامن و منشاء بنائے گی جس کو خدا نے ایسی ہی غرضون کے لیے موضوع کیا ہی ہم معلم نسوان کا ماتم نہ کرین گے۔ اور نہ ریاست حیدرآباد کو الزام دینگے لیکن ہان کوشش کرین گے کہ دولت برطانیہ کی قلمرو مین ایسے متعدد رسالے جاری ہون۔ اور یہ مسئلہ اور اخبارون اور رسالون کے ذریعے سے زندہ کیا جائے۔ خان بہادر سید دلاور حسین احمد صاحب سابق انسپکٹر جنرل رجسٹریشن بنگال کا مضمون جن صاحبون نے ۸۔ اگست ۱۹۱۰ء کے پنجاب آبزور مین دیکھا اور غور سے پڑھا ہو گا وہ سمجھ سکتے ہین کہ اس مسئلہ نے کہان تک جڑ پکڑ لی ہو۔ اور اس کی سرپرستی کے لیے کیسے کیسے معزز اور سربرآوردہ افتخار ان قوم موجود ہین۔

راقم - ایک پردہ در

کتب بینی

روز تم کن صحبتون مین اپنا بہلاتے ہو جی ۔۔۔ کیا تمھارے مہربان ہین کیا تمھارے آشنا

کیسے تم نادان ہو؟ کرتے ہو کن کا اعتبار
یہ ہین اپنے آشنا یا اپنی غرض کے آشنا

جاؤ دیکھو اُن کتبخانون مین پاؤ گے وہان
اپنے اجداد اپنے آبا کے پرانے آشنا

ہمنشین - ہمراز - ہمدم - ہوشمند و بذلہ سنج
سچے ناصح - سچے اُستاد اور سچے آشنا

جب بتائینگے صلاحِ نیک بتلائینگے وہ
کچھ تمھین کو دیتے رہینگے تمسے کیا مانگینگے وہ

سیرِ گلگشت چمن اے نوجوانانِ جہان
فرش گل اور سبزۂ تر واقعی ہے دلفریب

اس لیے لیکن نہین بھیجے گئے ہو تم یہان
دوسرون کے حُسن پر ہو جاؤ بے صبر و شکیب

کیا کیا گر دامنون مین بھر لیے خوشرنگ پھول
کیا اگر ایسے پھلون سے خوب بھر لی اپنی جیب

حُسنِ ذاتی وہ کرو حاصل کہ یارانِ عزیز
خود تمھاری ذات سے ہو عالمِ امکان کو زیب

وہ بھی تھے تم مین سے جو کچھ اس طرح بھی کر گئے
آج تک زندہ ہین گو مدت ہوئی وہ مر گئے

غور سے دیکھو تو تم اُن کی سوانح عمریان
پاک اور بے لوث اُنکی زندگی تھی کس قدر

آپ تھے بےغرض اور آپ رہے کارکن
ملک کے خدمتگزار اور قوم کے سینہ سپر

دیکھتے تھے جرم اور رہتے تھے اس سے چشم پوش
جانتے تھے عیب اور کرتے تھے اُس سے درگذر

ملک مین علم و ہنر وہ اس طرح برسا گئے
ابرِ رحمت جس طرح کھیتی پہ برسے ٹوٹ کر

ساتھ سب کچھ لائے لیکن ساتھ لیکر کیا گئے؟
فیض پہونچانے کو آئے تھے ہمین پہونچا گئے؟

قوم کے اس درجہ محسن تھے کہ تا حینِ حیات
آپ تھے اپنی مثال اور کر گئے جب انتقال

ذات باری کی طرح چھوڑا ہمیشہ کے لیے
نام اپنا غیر فانی یاد اپنی لازوال

ہمتین کس درجہ عالی حوصلے کتنے وسیع
فہم کے کتنے رسا اور کس قدر روشن خیال

اُن کے کیسے ہاتھ تھے؟ اُن کا معلم کون تھا؟
کس سے حاصل کر گئے اتنے ہنر اتنے کمال؟

یہ کتابین یہ کتبخانون کی رہنے والیان
اُن کے علم و فن کی اور اُن کی بہی تھین رازدان

سارے ملفوظات اُن کے ان کو ازبر یاد ہین
حفظ ہین اقوال اُنکے اِن کو بازیر و زبر

خوشگوار اِن کی نصیحت بامزہ ان کا کلام
رائے اِن کی بے ضرر احکام اِنکے بے خطر

قول اُن کا قولِ ناصح سے زیادہ دلگداز — پند اُن کی پند مادر سے زیادہ پُر اثر
ان کی منظر ہے وبستان سے کہیں تفریح بخش — اُن کا دامن سبزۂ شاداب سے شاداب تر

جب کہیں گے بات تو اس دلفریب انداز سے
جی یہی چاہے کہ سُنتے ہی چلے جاؤ اُسے

مستعد بے عذر اتنے کچھ ملال ان کو نہیں — چاہو جس دم تک بٹھاؤ چاہو جب رخصت کرو
رنج گر دیجے تو اس لہجے سے اُٹھا انداز سے — گر نہ مانی جائے تو کچھ بارِ خاطر بھی نہو
یہ لیاقت اور اُس پر بھولپن کا حال یہ — سب سے مل جانے کو حاضر دوست دشمن کوئی ہو
پاؤگے ایسے کہاں تم ظاہر و باطن کے صاف — لاؤگے ایسے کہاں سے راستباز اور راستگو

صاف ہر اک عیب سے اور پاک ہر تقصیر سے
ایسے سچے دوست ملتے ہیں کہیں تقدیر سے

منحصر اُن کی مدد پر سلطنت کا نظم و نسق — ملتوی اِن کے کرم پر خلق کے سب کاروبار
صنع و حرفت کی دکانیں بند سب انکے بغیر — ذات پر ان کی تمامی کام کا دار و مدار
صبح ہو یا شام ہو ہر وقت میں ہر کام میں — مستعد بیعذر حاضر باش اور خدمتگزار
قہر ہے ان خدمتوں پر کر کے وہ انکی نہ قدر — ظلم ہے گر اس محبت پر کرو ان کو نہ پیار

اک ملازم جو تمہارے در پہ حاضر باش ہو
حیف اُس کے واسطے بھی مرحبا شاباش ہو

لیکن اے شعر و سخن کے دیکھنے والو سنو — ساتھ بچپن کے چلا جاتا ہے بچپن کا مذاق
اک زمانہ تھا کہ جب معدوم تھے منطق و کمر — وہ زمانہ اب گیا اور لے گیا اپنا مذاق
خود دسروں کو ہوتی ہیں مرغوب اپنی خصلتیں — دیکھتے ہیں دیکھنے والے زمانے کا مذاق
جس میں اغلاق و علو رائج تھے وہ اک دور تھا — دور بدلا اور اُس کے ساتھ ہی بدلا مذاق

وہ طبیعت وہ چلن وہ لوگ۔ وہ عالم نہیں
لکھنؤ میں ہیں مگر اُس لکھنؤ میں ہم نہیں

ہاں مگر بدلی نہ اب تک اک تمہاری شاعری — درد دل کا اور شبِ ہجراں کا رونا ہو وہی
دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں ہیں پتھرا گئیں — تیغ بسمل رقص قاتل کا تماشا ہو وہی
یار اک مدت سے بیچارہ کیے جاتا ہے عذر — اشتیاقِ دل وہی اُس کا تقاضا ہو وہی

سننے والے حال سنتے سنتے اب گھبرا گئی | جوش وحشت ہو وہی اظہار سودا ہو وہی

لطف آخر کون سا ہر بار اک مضمون مین ہے؟

ہم نہ سمجھے جو مزا مرنے کے لگڑون کون مین ہے

حضرت زاہد کی تم تو جا کیے دستاربوس | ار تنک بیٹھے انھین تم گالیان دے چکے

دستگیر خضر کو اُلو بنایا لاکھ بار | ناصح مشفق سکے تم سو بار لتے لے چکے

عمر بھر کرتے رہے ہو تم رقیبون کا گلہ | اور نہ دفتر آج تک شکایت کے چکے

سوچ رکھین ہرسن عقبیٰ کی لاکھون بندشین | ہو چکی جنت تمھاری اور تم اُنکو دے چکے

لیکن ان جھگڑون کی ان باتون کی کوئی حد بھی ہے؟

ہو چکا غصہ بس اب آخر کچھ اسکی حد بھی ہے؟

ہے جہان اک مدرسہ اور سب ہین تم ہستی خواب | مدرسہ مین آکے بند آنکھین یہ بیٹھو نہ تم

مین تمھارا اور تمھارے دوستون کا دوست ہون | نیک گو ہون ہے سکنہ کا برا مانو نہ تم

اک بڑا استاد مکتب خانہ عالم مین ہے | یہ زمانہ اسکو معمولی کوئی سمجھو نہ تم

یہ بتاتا ہے تمھین ہر علم ہر فن کا مذاق | جو سبق دے یاد کر لو اور پھر بھولو نہ تم

رنگ جب کوئی پھر ورنگ زمانہ دیکھ لو

جب چلو کشتی مین چلے رخ ہوا کا دیکھ لو

مغربی تعلیم کی اب روشنی ہے جلوہ گر | اُس جہالت اُس تجاہل کا زمانہ ہو گیا

عشق سے دیوان ۔ ہوئے ساقی نامے بھر گئے | وصل کا اور رسا عرض کا زمانہ ہو گیا

بدمزہ ہے لطف ہے تکرار مضمون بار بار | ہو گیا دور تسلسل کا زمانہ ہو گیا

گر گیا نظرون سے تشبیہی تمثیلی کلام | زلف ریحان جعد سنبل کا زمانہ ہو گیا

رات کا بہروپ تھا وہ دن دہاڑے کیا چلے

اب نیا جادو سے چلے محفل مین اور چلتا چلے

نادر علیخان نادر کاکوری

اُردو کی فریاد

یہ وہ نظم ہے جسے ہمارے شہر کے مقبول مستند شاعر جناب میرزا ذاکر حسین صاحب
یاس نے ۱۰ اگست سنہ ۱۹۱۰ء کو اردو ڈیفنس سوسائٹی کے عام اجلاس کے

سامنے بڑے جوش و خروش سے سُنا کے حاضرین کو اپنا فریفتہ بنا لیا تھا۔

قوم سے فریاد کرتی ہے یہی اُردو زبان
چھوٹتی ہون تم سے مین غفلت مین بیٹھے ہو کہان

شہر دہلی جس کو کہتے ہین وہان پیدا ہوئی
وہان کے سلطانون کا اُردو ہی ولادت کا مکان

میری پیدائش کا باعث ہے انھین کا میل جول
فارسی جاے پدر ہندی ہے گویا میری مان

ایسی کین تمنے مرے نشو و نما مین کوششین
طفل کا ہو جسطرح کوئی معلم مہربان

مثل فرزندون کے تم لوگون نے پالا تھا مجھے
بڑھتے بڑھتے رفتہ رفتہ ہو گئی تھی مین جوان

ہند مین کہتے ہین اُردو کے معنے سب مجھے
کیونکہ مین اس ملک کے ہون بادشاہون کی زبان

جذب ایسا حق تعالیٰ نے عطا مجکو کیا
ہر زبان کا لفظ کھنچ آتا ہے مجھ مین بیگمان

عطر مجموعہ کہو مجکو تو کچھ بیجا نہین
جس کی خوشبو سے معطر ہو گیا ہندوستان

میرے باعث جلد ہو جاتے ہین انسان فیضیاب
سہل کر دین مین نے ہر اک علم کی دشواریان

مین وہ ہون جب سے کہ مین نے ملک مین پایا رواج
بھر دین مین نے کتب سے سیکڑون الماریان

آتا ہے تھوڑی عبارت مین مرے مطلب کثیر
جس سے سب میری فصاحت و بلاغت ہے عیان

دولت برطانیہ نے بھی یہ میری قدر کی
دفترون مین اُس کے ہین موجود ہون باعز و شان

چند دن سے کچھ مخالف میرے پیدا ہو گئے
کوششون سے جن کی اب مین چلی ہون رائگان

یاسکے قوت ناگری مجھپر مسلط ہو گئی
اتنے ہی صدمے نے مجکو کر دیا ہے نیمجان

لفظ میرے ناگری حرفون مین گر لکھے گئے
ٹوٹ جائینگی مری سب ہڈیان اور پسلیان

خوب اسکو یاد رکھو تم نے غفلت کی اگر
چند دن کے بعد ہی پھر مین کہان اور تم کہان

پاس اُردو سے یہ سُنکر مجکو بھی صدمہ ہوا
غم ہوا چھٹتی ہے ناحق ہے یہ پیاری زبان

بہر تسکین مین نے اُردو سے کہا گھبرا نہ تو
ہین حمایت کو تری موجود سب پیر و جوان

آج کا جلسہ ہے تیری ہی حمایت کے لیے
جمع تیری قوم کے ہین سر برآوردہ یہان

فکر ہے تیری بقا کی انکو کوئی شک نہین
آئے ہین اپنے گھرون سے یہ جو تیرے قدردان

اس کو باور کر کہ تو دم بھر بھی چھٹ سکتی نہین
تو ہمارے ساتھ ہے جبتک ہے باقی تن مین جان

اور دی مجکو خدا نے تقویت یہ غیب سے
قیصرہ نے تجکو سیکھا ہو گئی شاہی زبان

ہین ہمارے بادشاہ وقت کے جو عہدہ دار
فکر واجب ہے انھین تیری بقا کی ہر زمان

افلاطون الٰہی

ہماری سوسائٹی میں جو مقبولیت اور وقعت اس قدیم یونانی حکیم و فیلسوف کو حاصل ہے شاید کسی حکیم کو بہت کم نصیب ہوئی ہوگی - یونان کی حکمت ہماری کہانیوں میں ایک پیغمبر کے معجزے کی شان سے دکھائی جاتی ہے - اور وہ ان کے فلسفہ کو ہمارے عوام ایک عجیب و غریب کرشموں کا خزانہ تصور کر رہے ہیں - اور اسی کے ساتھ اس نامی گرامی حکیم و فیلسوف کی لائف بھی خدا جانے کیسے کیسے خلاف وہم و قیاس واقعات کا مجموعہ خیال کی جاتی ہے - ان لوگوں نے اگرچہ اس حکیم کے نام کو جو یونان کے فلسفہ کا رکن اعظم اور سب سے بڑا نامی گرامی مجدد و محقق تھا بہت کچھ مشہور کیا مگر اس کے ساتھ اس کے اصلی حالات پر پردہ بھی ڈال دیا - اور بہت کم ایسے لوگ ملیں گے جو افلاطون کے اصلی حالات سے واقف ہوں -

اسی پر منحصر نہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ جن لوگوں کو ہندوستان کی سوسائٹی میں عام مقبولیت حاصل ہوئی ہے جن کے نام بچہ بچہ کو یاد ہیں - اور جو بات بات پر یاد آتے ہیں اُن میں سے بہت کم ایسے ہیں جن کے صحیح صحیح اور سچے حالات زندگی لوگوں کو معلوم ہوں - اس سے پیشتر چند ایسے ہی نامور لوگوں کے حالات دلگداز کے صفحوں پر شایع ہو چکے ہیں - لیکن اب ہم التزام سے کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے تمام نامورانِ عالم کے سوانح عمری سے اپنے ملک کے لوگوں کو بخوبی آگاہ کر دیں - تاکہ جن کا نام بار بار لیا کرتے ہیں انھیں پہچان بھی جائیں کہ کون تھے کیا تھے اور کیسے تھے -

یہ نامی گرامی حکیم جس کے نام سے عنوان نے رونق پائی ہے یونان کا سب سے زیادہ مستند اور نہایت ہی مقبول و مشہور فلسفی تھا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۹۷ سال

پیشتر یونان کے دارالسلطنت شہر اتھنز مین جسے عرب لوگ "اثینیا" کہتے ہین پیدا ہوا -
ان دنون دولت فارس کی شوکت وعظمت ساری دنیا پر غالب تھی - اور کیانیون کا مشہور
بادشاہ دارا ب تخت شاہنشاہی پر جلوہ افروز تھا جس کے عہد مین ملک داری وملک گیری کے
عوض عشرت پرستی دربار ایران مین اپنا جلوہ دکھانے لگی تھی - یونان وروم سب اُس کے
مطیع فرمان تھے - اسکندر اعظم کا باپ فلپ جسے ایرانی فیلقوس کہتے ہین دولت عجم کی ماتحتی
مین مقدونیہ پر حکومت کر رہا تھا - اور یونان کے قدیم آزاد وخود سر شہرون اثینا اور اسپارٹہ
کی قوت اسی فیلقوس کی کوشش سے ٹوٹ رہی تھی -

افلاطون کے باپ کا نام ارسطون تھا - اور دادا کا نام ارسطو قلیس جس طرح عرب مین
رواج تھا کہ اکثر پوتے کا نام دادا کے نام پر رکھا جاتا اسی طرح افلاطون بھی پیدا ہوتے ہی
دادا کے نام ارسطو قلیس سے نامزد کر دیا گیا - مان باپ کوئی معمولی خاندان کے لوگ نہ تھے
دونون بہت قدیم زمانے کے حکیم اسقلیبیوس کی نسل سے تھے - خصوص مان کے سلسلہ نسب مین
تو نامی گرامی فیلسوف سولن شامل تھا جس کا یونان ہمیشہ احسان مند رہے گا - اور جو
یونانیون کا سب سے پہلا مقنن ہے -

ہوش وحواس سنبھالنے کے بعد سب کے پہلے اُس نے دیونوسیوس نام ایک مشہور اُستاد
کی شاگردی اختیار کی جو اپنے عہد کا مقبول ومستند نحوی تھا چند روز یونانی زبان کی فصاحت
وبلاغت سیکھ کے افلاطون کو ورزش جسمانی کا شوق ہوا - جس کا اُن دنون یونانیون مین
بہت ہی چرچا تھا - اور ہر سال اتھنز کے اُس تھیٹر مین جو اُلمپیا کہلاتا تھا اس قسم کے
تماشے بڑے شوق اور بڑی عزت سے دیکھے جاتے تھے - اس فن مین جسے آج کل جمناسٹک
کہتے ہین اُس نے ارسطون نام ایک مشہور مُشت زن کی شاگردی اختیار کی - اور اسی
ورزش کے اُستاد نے اُسے "پلاتو" کا خطاب دیا - پلاطو یونانی مین اُس شخص کو کہتے ہین
جس کا بدن خوب گٹھا ہوا ہو - اور شانے بڑے اور چوڑے ہون - چونکہ اس مشہور
فلسفی یونان مین یہ وصف نمایان اور غیر معمولی درجے پر نظر آتا تھا لہذا اُستاد نے اُسے
"پلاتو" کہنا شروع کیا - اور آخر یہی اُس کا نام پڑ گیا جسے عربون نے اپنی زبان کی خراد
پر چڑھا کے فلاطون اور افلاطون بنا لیا ہے -

اب اس کے بعد اُسے موسیقی اور شاعری کا شوق ہوا - یہ پتہ نہین چلتا کہ ان فنون مین وہ

کن استادون کا شاگرد تھا - مگر اُس کا کمال اس درجے کو ضرور پہنچ گیا تھا کہ اولمپیا مین
گائے جانے کے لیے اُس نے چند غزلین کہین اور اُن مین آپ ہی دلکش دُھنین بھی قائم کین -
اُس کے اِن گیتون کو شہرت حاصل ہو چلی تھی کہ ایک دن سُقراط کو وعظ کہتے سُنا -
اور اُس کے پند و نصائح کی ایک طولانی تقریر نے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ اُسی وقت جلا کے
بیٹھی نظمین اور جتنے گیت تصنیف کیے تھے سب کو آگ لگا دی اور سُقراط کی شاگردی
اختیار کی - اور اکثر اوقات اُسی کی صحبت مین رہنے لگا

فلسفۂ الٰہیات جس مین افلاطون اس وقت تک سب سے مقبول و سب سے بڑا باکمال فلسفی مانا
جاتا ہے اُس کے متعلق اُس نے جو کچھ سیکھا سب سُقراط کی تعلیم کی برکت سے تھا - اگرچہ ہم بعد
چل کے بتائین گے کہ اِن خداشناسی کے خیالات مین اُسے بہت کچھ مدد تعلیمات نبوت سے
بھی ملی تھی - اس باب مین اُس کی تعلیم صرف عقلی اور قیاسی نہ تھی بلکہ عملی تعلیم تھی - اور اُس
نے ریاضت و نفس کُشی کر کے رموز باطن کو حل کیا تھا - آخر سُقراط سلطنت یونان اور
پرانے مذہب بُت پرستی کا مجرم قرار پایا - اور اُسے سزائے موت دی گئی جس سزا کو
سُقراط نے بڑے تحمل اور غیر معمولی مضبوطی و اطمینان سے برداشت کیا - اور افلاطون
نے توحید و خداپرستی کی یہ ظالمانہ سزا اپنی آنکھون سے دیکھی - سقراط کو اُس وقت بھی
دیکھا جب وہ ارکان سلطنت کے سامنے جوش و خروش اور صبر و استقلال سے اپنی
براءت ثابت کر رہا تھا اور اُس حالت مین بھی دیکھا جب اُس سچے خداپرست کے ہاتھ
مین جام زہر دیا گیا تھا کہ پیے اور دنیا کو چھوڑے -

الغرض ولادت مسیحی سے سنہ ۳۹۹ پیشتر جبکہ افلاطون کی عمر تیس سال کی تھی اُس کے
استاد سقراط نے سفر آخرت کیا - اور افلاطون وطن کی کارروائیون اور اہل وطن کی
سرد مہریون سے کچھ ایسا برداشتہ خاطر ہو گیا تھا کہ گھر بار کو خیر باد کہی - اور علم و فضل کی
تلاش مین مارا مارا پھرنے لگا - یہ سچی اور دلی جستجو اُسے بہت دور دور لے گئی - افریقہ کے
سواحل پر اُتر کے طرابلس الغرب کے پرانے شہر سرین مین پہونچا - اور وہان کے مشہور
اُستادون سے مل مل کے علم ریاضی حاصل کیا جس کا وہان اُن دنون بہت چرچا تھا -
پھر وہان سے سفر کر کے فراعنہ کی سرزمین یعنی ملک مصر مین آیا جو اُس زمانے مین کمالات انسانی
کا مبدا و مرکز اور تمام علوم و فنون کا مرجع و ماوی تھا - یہان پورے تیرہ برس رہ کے

تمام مذہبی مقتداؤن اور علم و فضل کے اُستادون سے مل کے مختلف علوم حاصل کیے۔ اور جب اطمینان ہوگیا کہ یہان کے علما جو کچھ اور جس قدر بتا سکتے تھے بتا چکے تو پھر جہاز پر سوار ہو کے یورپ کی راہ لی۔ لیکن ابھی تک گھر کی یاد شوق علم پر غالب نہین آئی تھی۔ مصر سے چلا تو یونان نہین گیا۔ بلکہ ایطالیہ کے سواحل پر پرانے شہر تارنتوم مین اُترا۔ اور چند روز قیام کر کے ایطوس اور ارخیطاس سے راہ و رسم پیدا کی۔ ارخیطاس فیثاغورث کا ہم خیال و ہم مشرب تھا۔ نہایت ہی وسیع معلومات اور بڑے علم و فضل کا شخص تھا۔ اور علاوہ فلسفہ کے اُسے صناعی کا بھی اس قدر شوق تھا کہ بعض کلین ایجاد کی تھین۔ اور اُس عہد قدیم مین زمانے کو موجودہ مذاق ایجاد و اختراع کی طرف لا رہا تھا۔

ان دونون بزرگون کے فیض صحبت اور اُن کے علم و فضل سے فائدہ اُٹھا کے افلاطون پھر جہاز پر سوار ہوا۔ اور جزیرہ صقلیہ (سسلی) کی راہ لی۔ اور محض اس غرض سے کہ وہان کے عجائبات سے تجربہ حاصل کرے علی الخصوص کوہ اٹنا جس کی چوٹی پر ہر وقت شعلے اُٹھتے رہتے ہین اُس کے دیکھنے کا اُسے بے انتہا شوق تھا۔ ان چیزون سے اپنے معلومات کے ذخیرہ کو اُس نے مملو کیا۔ اور عام قدردانی نے اُس کے نام کو یہان تک چمکایا کہ صقلیہ کے دارالسلطنت شہر سیراقوسہ کے فرمان روا دیونیسیوس سے ملاقات ہوئی۔ مگر اسی کے ساتھ یہ خرابی بھی پیش آئی کہ دیونیسیوس ایک ظالم و خودپسند بادشاہ تھا۔ اور افلاطون ایک بے پروا اور آزاد مشرب فیلسوف۔ ایسی دو مختلف و متضاد طبیعتون کا خاصہ ہے کہ متفق نہین ہو سکتین۔ افلاطون سے اور اُس سے بگڑ گئی۔ اور ایسی بگڑی کہ ہمارے لاپروا فلسفی نے وطن واپس آنے کا ارادہ کر دیا۔ اتفاقاً انھین دنون اسپارٹا کا سفیر صقلیہ سے یونان کو واپس جاتا تھا۔ اُسی کے جہاز پر افلاطون نے بھی قصد سفر کیا۔ مگر دیونیسیوس کے دل مین اس قدر بغض بھرا ہوا تھا کہ سفیر مذکور کو سمجھا بجھا کے یا ڈرا دھمکا کے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ افلاطون کو بے جانے کو تو ساتھ لے جائے۔ مگر ضرور ہے کہ اُسے رستہ مین کسی جگہ غلامون کی طرح بیچ ڈالے۔ ناقدر اور ظالم سفیر نے یہی کیا۔ اور جیسے ہی جہاز ایجینا مین پہونچا اُس نے اُس عہد کے اس نامی گرامی فلسفی کو زبردستی پکڑ کے فروخت کر ڈالا۔ اور اب افلاطون کی جان و مال کا مالک ایک اور شخص تھا۔ لیکن غنیمت یہ ہوا کہ مول لینے والا رحم دل و قدردان تھا۔ اور اسپارٹا کے سفیر یا صقلیہ کے بادشاہ کی طرح ناقدرشناس اور ظالم نہ تھا۔ اُس نے افلاطون

کا علم و فضل دیکھ کے اور غالباً اُس کی مظلومی کی سرگذشت سُن کے یونہین آزاد کر دیا۔ اس طریقے سے آزادی حاصل کر کے اور غلامی سے نجات پا کے افلاطون پھر یونان اور اپنے وطن شہر ایتھنز مین آیا۔

ایتھنز مین پہونچ کے اُس نے وہ درس گاہین قرار دین جو اکادمیا یا اکاڈمی نام ایک عمارت کے باغ مین تھین۔ اور اسی وجہ سے اُس کا فلسفہ اکیڈمک کہلاتا ہے۔ اور اکاڈمی لفظ نے یہ وقعت حاصل کی کہ آج تک لئے علمی درس گاہون کو اکاڈمی کہتے ہین۔ ان درس گاہون نے اُس کو ہموطنون مین شہرت دی۔ اور لوگ اُس کے معتقد اور پیرو ہونے لگے۔

چند روز مین صقلیہ کے فرمان رواد یونیسیوس کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور اب اُس کا بیٹا چھوٹا دیونیسیوس تخت حکومت پر تھا اور اُس کے چچا ڈیون کو افسوس تھا کہ اُس کی قلمرو مین افلاطون کے ایسے خداشناس اور دقیقہ رس حکیم پر اتنا بڑا ظلم ہو گیا۔ نہایت ہی منت و اصرار سے اُسے بُلوایا۔ افلاطون نہ جاتا مگر اُس کے اصرار نے مجبور کر دیا۔ اور ایک دفعہ پھر اُسے سرزمین یونان کے باہر قدم نکالنا پڑا۔ اب کی جو سیراقوسہ مین داخل ہوا تو نہایت ہی شان و شوکت اور جوش و خروش سے استقبال کیا گیا۔ اور لوگون نے خاطر مدارات مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ مگر پھر بھی یہ دشواری پیش آئی کہ نیا نوعمر فرمان روا بھی خود سر و خود پرست تھا۔ اور اُس کا بھی وہی مذاق تھا جو اُس کے باپ کا تھا۔ افلاطون نے جب دیکھا کہ فرمانروا اُس کی نصیحتون اور ہدایتون پر کان ہی نہین لگاتا تو پھر ناراض ہو کے ایتھنز مین چلا آیا۔

اب کی وطن مین اُسے بہت سے شاگرد اور پیرو ملگئے۔ جو اُس کی عزت کرتے۔ اُس کے علم و فضل کی قدر کرتے۔ اور اُس کے اتباع کو اپنا فخر خیال کرتے تھے۔ تاہم اُسے سیراقوسہ کا ایک اور تیسرا سفر کرنا ہی پڑا جس کے بعد ایتھنز مین جو پاؤن توڑ کے بیٹھا تو پھر نہ نکلا۔ باقی ماندہ زندگی اُس نے علمی مشاغل اور فلسفیانہ جستجو مین صرف کی۔

اس زمانے مین ایتھنز کی حکمران جماعت نے ارادہ کیا کہ اُسے اپنے حلقے مین لے اور وہ مشیران سلطنت مین شریک کیا جائے۔ مگر اُس نے قطعاً انکار کیا جس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ اپنے اُستاد کے مارے جانے کا تماشا دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا کہ عام ارکان سلطنت

ہو جو میری رائے کے خلاف ہو اور جس نظام سے میں چاہتا ہوں سلطنت کبھی نہ چلائی جائے گی۔

علم و فضل نے اُسے اخلاق کے اتنے بڑے اعلیٰ درجے پر پہونچا دیا تھا کہ شائستگی و شرافت نفس میں اُن دنوں کوئی اُس کے مثل نہ ہوگا۔ غریبوں کی مدد کرتا عزیزداروں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرتا۔ اور نیکوکاری کا ایک بے مثل نمونہ بنا ہوا تھا۔

اگرچہ اس معزز و مقبول عام فیلسوف کو مرے ہوئے تقریباً ساڑھے بائیس سو برس گذر گئے لیکن اُس کا نام آج تک زندہ ہے اور رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ لہذا ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے جمال کے شائقین کو اُس کی جیتی جاگتی تصویر بھی دکھا دیں۔ وہ اپنے خیال کی آنکھیں کھول کے دیکھیں کہ اُن کے سامنے ایک حلیم و بردبار شخص کھڑا ہوا ہے۔ چہرے سے اعلیٰ درجے کی متانت پائی جاتی ہے۔ رنگت گندم گون ہے۔ قد میانہ ہے۔ چہرہ خوبصورت اور دلکش واقع ہوا ہے۔ خط و خال خوب ابھرے ہوئے اور نمایاں ہیں۔ ڈاڑھی اچھی اور خوش قطع ہے۔ رخساروں پر بال قدرت نے اُگائے ہی نہیں کہ خط کی ضرورت ہو۔ آنکھیں شربتی ہیں۔ مگر اُن کی سفیدی خوب براق ہے۔ ٹھڈی پر بائیں جانب ایک تل ہے۔ بانہیں لمبی اور کشادہ ہیں۔ اکثر خاموش رہتا ہے۔ اور بولتا ہے تو پست آواز سے۔ اُس کی باتوں میں دلکشی و دلچسپی ہے۔ خلوت و تنہائی کو پسند کرتا ہے۔ زیادہ زندگی خوف الٰہی اور رونے میں گذرتی ہے اور جہاں ہوتا ہے اُس کے رونے کی آواز سُن کے لوگ دور ہی سے جان جاتے ہیں کہ یہاں افلاطون ہے۔

الغرض اس صورت سے اور ان اخلاق کے ساتھ ایتھنز میں نوعمروں اور شائقین علم کو درس دے رہا تھا کہ پیام مرگ آیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۷۱ سال پیشتر اُس نے سفر آخرت کیا۔ اور اُسی خدا کے پاس گیا جس کی جستجو اور جس کے رموز دریافت کرنے میں اپنی بیاسی سال کی عمر کا بہت زیادہ حصہ صرف کر دیا تھا۔

یہ تو اُس کی زندگی کے حالات تھے۔ اور اس امر کی سرگذشت تھی کہ ایسے گران پایہ حکیم کو دنیا اور دنیا والوں سے کیسا سابقہ پڑا کیونکر پیدا ہوا کیسی زندگی بسر کی۔ اور کس حال میں مرا۔ مگر یہ بتانا باقی ہے کہ اُس کا فلسفہ کیا تھا کیسا تھا؟ اور عام دنیا پر اُس کے

خیالات کا گہرا اثر پڑا۔

امور عامہ و الٰہیات کے مسائل میں زیادہ مشغول رہنے کی وجہ سے اکثر لوگ افلاطون الٰہی کہتے ہیں۔ روحانیات کا وہ بہت بڑا معترف اور نقیب تھا۔ عالم جسمانی کو ہیچ اور رموز تصوف کو اصل حقیقت و معرفت خیال کرتا تھا اور اسی وجہ سے یہودیوں کا دعوی ہے کہ اس بارہ خاص میں اُسنے انبیا و رسل اور خاصۃً دین موسوی کے رموز خدا شناسی سے سبق لیا تھا۔ اُس کا مصر میں آنا اور اسی سرزمین میں رہ کے اپنے علم و فضل کو کمال کے درجے پر پہونچانا اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ثبات امر قرین قیاس ہے۔ اور کیا عجب کہ یہود کی کتابوں سے یا اُن کے اُس اثر نے جو مملکت فراعنہ پر پڑ رہا تھا افلاطون کو اُن کے علم سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا ہو۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شریعت موسوی کے عقائد سے افلاطون کے خیالات کو کوئی نسبت اور کوئی علاقہ نہیں ہے۔ عیسائیوں کو یہ کہنے کی ضرورت صرف اسوجہ سے لاحق ہوئی ہے کہ وہ تثلیث کے معتقد ہیں۔ اور جہاں تک پتہ لگایا جاتا ہے تثلیث کا بانی موجد افلاطون ہے۔ موسوی مذہب والوں کا خدا شخصیت کی شان رکھتا تھا۔ وہ آسمان سے پہاڑوں پر نزول کرتا تھا۔ اُس کے لیے ایک گھر مخصوص تھا۔ وہ پیغمبروں سے مل کے باتیں کرتا تھا۔ وہ روشنی اور نور کی شان سے نمایاں ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے افلاطون کا خدا واجب الوجود۔ ایک ذات مطلق۔ منزہ عن الصفات تھا اور بلحاظ ذات و صفات و زندگی اُس کی تین حیثیتیں تھیں۔ یہی خدا ہے جسے عیسائیوں نے افلاطون کے فلسفہ الٰہی سے لے کے اپنا بنایا۔ اور حیرت معلوم ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُسی غرض لیے ہوئے خدا کی بابت اُلٹا افلاطون معترض بتایا جاتا ہے۔

افلاطون کے خیالات نہایت ہی عالی اور وسیع ہیں۔ وہ اپنے فلسفہ کے نشہ میں آپ کو اتنے بلند و اعلے تخت پر پاتا ہے کہ ساری دنیا اُسے ذلیل، ہیچ اور ناشئے محض نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے دنیا کی صرف وہی چیزیں کام کی ہیں جن سے روشن خیالی، کلیات حکمی، اور الٰہیات میں مدد مل سکے۔ ایسی چیزوں کے سوا کسی اور دنیاوی چیز کی طرف خیال لے جانے کو وہ حکیم و فیلسوف کی ذلت، پست خیالی، بلکہ مادی جہالت خیال کرتا ہے وہ خاص چیز جس کے لحاظ سے افلاطون دیگر علمائے روحانیین سے جدا ہو کے

مُثُل ہین - اللہ جل شانہ کے علم کے وسیع و حاوی کرنے کی غرض سے اُس نے یہ راے قائم کی ہو کہ جس طرح ایک یہ سامنے کا عالم حسی ہو جسے ہم آنکھون سے دیکھتے اور اُس مین چلتے پھرتے اور زندگی بسر کرتے ہین اُسی طرح ایک دوسرا عالم مثال بھی ہو جس کی مثال بالکل آئینے کی ہو۔ ہر چیز کا عکس جیسے آئینہ کے مقابل ہوتے ہی شیشے مین پیدا ہو جاتا ہو۔ اُسی طرح اس عالم مین جو کچھ ہوتا اور گذرتا ہو اُس کا عکس اُس عالم مثال مین قائم اور موجود ہوتا ہو۔ اور یہان کوئی چیز اور کوئی بات نہین ہوتی جو وہان نہ ہوتی ہو ایسے ایک عالم مثال کو عقل و ذہن مین تمام فلسفی مانتے ہین مگر افلاطون قائل ہو کہ صرف ذہن مین نہین بلکہ وہ عالم مثال نفس الامر مین موجود ہو۔ اور اُس کو بھی ویسی ہی فعلیت حاصل ہو جیسی کہ اس عالم مادی مین پائی جاتی ہو۔ باوجودیکہ اُس عالم مثال کے لیے وہ آئینے کی مثال پیش کرتا ہو مگر پھر بھی فرق ہو۔ اس لیے کہ آئینے مین ہر چیز کا عکس اُسی وقت تک رہتا ہو جب تک وہ چیز موجود اور آئینے کے سامنے رہے۔ بخلاف اس کے اُس کے عالم مثال مین جتنے عکس اور جتنی صورتین ہین سب بالذات قائم ہین ہمیشہ سے ہین مستقل ہین۔ اور اصلی چیزون کی حرکت سے اُن کو حرکت نہین ہوتی۔ بلکہ اُن کی حرکت سے اس حسی عالم کی چیزین حرکت کرتی اور منقلب ہوتی ہین جس کا یہ نتیجہ ہو کہ گویا آئینہ یہی عالم حسی ہو۔ کہ یہان کی ہر صورت اور ہر چیز اُس وقت حرکت کرتی اور تغیر پذیر ہوتی ہو جب اُس کا عکس اُس عالم مثال مین حرکت کرتا اور تغیر اختیار کرتا ہو اور اُسی عالم مثال مین اُس کے مذہب کی بنا پر جو عکس ہین اُن کو مُثُل افلاطون کہتے ہین۔ باوجودیکہ اس مذہب کی تردید تمام بعد کے فلسفیون نے کی مگر سچ یہ ہو کہ مذہب اور خصوصاً مذہب اسلام اس کی پوری پوری تصدیق کر رہا ہو۔ اس لیے کہ افلاطون کا عالم مثال اور لوح محفوظ کوئی جدا چیزین نہین ہین۔

بہر تقدیر توحید خالص روحانیت۔ مذاق رُہبانیت اور بہت ہی اعلیٰ درجہ کا تصوف افلاطون کا مذہب اور اُس کا فلسفہ ہو۔ وہ قائل ہو کہ روحین جسمون کے تعلق سے پیشتر بھی تھین اور بعد بھی رہین گی۔ اور اسی لحاظ سے روحون کو اگرچہ باعتبار تخلیق خدا کے بعد کہتا ہو مگر ازلی و ابدی مانتا ہو۔ تمام موجودات کو وہ تین حصون مین تقسیم کرتا ہو۔ وہ چیز جس مین کسی قسم کا انقلاب و تغیر نہین ہو۔ وہ چیز

وہ چیز جس مین تغیر و انقلاب ہوا و باقی نہین رہتی۔ اور وہ چیز جو بالفعل ہو اور ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے گی۔ پہلی چیز سے اُس کی مراد ذات باری تعالے ہو۔ دوسری چیز سے مراد یہ عالم کی تمام چیزین ہین جو منقلب ہوتی رہتی ہین۔ اور تیسری چیز سے مراد تمام بسیط اور غیر مرکب عناصر ہین جو ہمیشہ قائم رہتے ہین۔

افلاطون کے بعد دو شخص اُس کے فلسفہ اور اُس کے خیالات کو لوگون مین پھیلانے لگے۔ یہ دونون اُس کے شاگرد تھے۔ ایک تو کسانو قراطیس جو خاص ایتھنز مین رہ دیتا تھا۔ اور دوسرا ارسطو طالیس جس نے حوالی ایتھنز مین لوقین نام ایک مقام کو مرکز و مرجع علم و فضل بنا دیا تھا۔ اگرچہ ارسطو نے بہت سے اختلافات کر کے اپنا جدید فلسفہ قائم کر دیا۔ مگر افلاطون کے فلسفہ کو جو مقبولیت عامہ حاصل ہو چکی تھی کسی کے ستائے نہ مٹ سکی۔ مصر کے مدارس پر جب تون اُس کی حکومت رہ چلی تھی کہ عربون اور مسلمانون کا دور دورہ شروع ہوا۔ اور اُنھون نے اپنی کوشش سے اور زیادہ جِلا دے دی۔

افلاطون کے پیرو ریاضت و مراقبہ اور نفس کشی و ترک دنیا سے زیادہ کام لیا کرتے تھے۔ اور چونکہ اُن کی ساری کوشش اپنے ضمیر کے روشن کرنے اور دل کی آنکھین کھولنے مین صرف ہوا کرتی تھی لہذا اُنھین فلسفہ کی دنیا مین اشراقین کا لقب دیا گیا جس کا پہلا بانی افلاطون ہو اور دوسرے مجدد شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین سُہروردی مانے جاتے ہین۔ یہ وہ بزرگ نہین ہین جو سہروردیہ خاندان مشائخ کے سرتاج تھے۔ بلکہ اُنھین کے ایک عزیز ہین جنھون نے فلسفۂ افلاطون مین اس قدر ترقی کی کہ نامورین کے اُسی شہ نشین پر خود بھی جا بیٹھے جس پر افلاطون تھا۔ زمانے نے مساعدت کی تو ہم شیخ الاشراق کے حالات زندگی سے بھی کبھی اپنے ناظرین کو مطلع کرین گے۔

افلاطون کے تصانیف کی تعداد علامہ ابن ابی اُصیبعہ چھپن بتاتے ہین۔ اور اُن کا بیان ہو کہ اُن مین سے بعض کتابین بڑی اور ضخیم ہین۔ ایک تو وہی مشہور کتاب ہو جس مین اُس نے بتایا ہو کہ سقراط نے اہل ایتھنز کے سامنے اپنی براءت مین کیا کیا باتین پیش کی تھین۔ ایک کتاب نفس انسانی کے بیان مین ہو۔ ایک سیاست مُدن پر ہو۔ ایک کتاب وہ ہو جو طیماؤس روحانی کے نام سے منسوب کی گئی ہو۔ اس مین افلاطون نے بتایا ہو کہ اصل مین تین عالم ہین۔ ایک عالم ربوبیت

دوسرا عالم عقل - اور تیسرا عالم نفس - اور چونکہ وحدت وجود کے سلسلہ مین یہ تینون عالم ایک ذات سے وابستہ ہوگئے ہین لہذا اُس کے ہی خیال سے عیسائیون کو اپنی تثلیث کے ثابت کرنے یا افلاطون کو اپنا شاگرد بتانے کا موقع ملا - اسی طرح اور کتابین ہین جن کو باعتبار اُن کے مضامین کے اُس نے مختلف فلاسفہ یونان کے نامون کی طرف منسوب کیا ہی - ان کتابون کا ترجمہ مختلف علماے اسلام نے عربی مین کیا تھا مگر افسوس کہ عربی مین اصلی ترجمے اب نایاب ہین - انگریزی جرمن اور فرنچ زبانون مین اُس کی کتابون کے ترجمے آج کثرت سے موجود ہین - اور ضرورت ہی کہ ہمارے علما جو افلاطون کا نام جانتے ہین - اور اُس کے تصانیف سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے یا تو خود ہی یوروپین زبانین سیکھ کے اُن کو پڑھین یا کوشش کرین کہ اُن کے ترجمے بعض مشرقی ممالک اور مشرقی زبانون مین شایع ہون -

نظم غیر مقفیٰ

اس نظم کے متعلق ہمارے پاس عجیب مختلف مذاق کے خطوط آئے ہین - لکھنؤ کے پُرانے شعرا ناپسند کرنا درکنار اسے نظم ہی نہین تسلیم کرتے - لیکن انگریزی مذاق کے قدردانون نے ہر جگہ پسند کیا - اور تاکید کر رہے ہین کہ جو ڈراما ماہ جون کے دلگداز نمبر ۶ جلد ۱۰ مین شروع کیا گیا ہی ضرور ختم کیا جاے - بعض قدر افزاؤن نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہمین ہمت دلائی ہی - اور یہان تک لکھ دیا ہی کہ ہم مخالفت کی بالکل پروا نہ کرین - علی الخصوص خواجہ محمد نور صاحب نے جو کلکتہ کے ایک کالج مین بی - اے کی تعلیم پا رہے ہین ایک پُرجوش اور مدلل خط لکھ کے ہمارا حوصلہ بڑھانے کی بے انتہا کوشش کی ہی - ہم اُن کا خط شایع کر دیتے - مگر افسوس دلگداز مین اتنی گنجایش نہین ہی -

ہر تقدیر اگرچہ ہم نے ابھی تک ڈراما کے ختم کرنے کا قطعی ارادہ نہین کیا ہی - لیکن اس پرچے کے ذریعے سے ایک اور سین نذر ناظرین کرتے ہین - اور اُمید ہی کہ احباب مکرر غور فرما کے دوبارہ اور زیادہ استقلال سے اپنی رائین قائم کرین گے - اگر اُنھون نے پسند کیا تو ہم اس قسم کی نظم کا سلسلہ زیادہ محنت اور زیادہ خوش اسلوبی سے جاری رکھین گے

دوسرا سین۔ آدھی رات

اشخاص

راورق۔ شہنشاہ اسپین۔ فلورنڈا۔ جولین کی بیٹی۔ مریم۔ فلورنڈا کی ماموں زاد بہن راورق کی ساقیہ۔ حبشی راورق کے دربار کا جلاد۔

سین

دار السلطنت اسپین طالدوین راورق کے محل کا ایک کمرہ۔ فلورنڈا کا خوابگاہ۔

حالت

فلورنڈا اکیلی اپنے خوابگاہ مین ایک کرسی پر متردد بیٹھی ہے۔ سامنے مشرق کی طرف ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ اور وہ گھبرا گھبرا کے کہہ رہی ہے۔

فلورنڈا۔ کس غضب مین پڑ گئی ہون! آہ! کچھ بنتا نہین!
کیا کرون؟ کس سے کہون؟ کیونکر بچون؟ اور کون ہے
جس کے آگے سر کو دے مارون؟ یہان کوئی نہین
جو خبر لے اس مصیبت مین مری۔ افسوس اب
پھنس گئی کیسی بلا مین؟ جان تو آئی ہی تھی
آہ! والد نے نہ مانا! دیکھیے قسمت مین اب
کیا لکھا ہے؟ اور کیسی ذلتین ہونی ہین؟ اے
راورق ظالم تجھے کچھ شرم بھی آتی نہین؟
مر نہین جاتا ہے کیون؟ جو تیرے ظلمون سے بچین
لڑکیان شاہی گھرانے اور معزز لوگون ——

(کچھ آہٹ پاکے) کون؟

(مریم دروازہ کھول کے آتی ہے۔)

مریم مین۔

فلورنڈا (نہایت متوجہ ہوکے) بتا دے کیا ہوا؟

مریم (مسکرا کے) سب خیریت ہے اے بہن

فلوڑندا (حیرت سے) بیحیائی کی ہنسی!

مریم ہرگز نہین - سُنیے تو آپ -
گو گئی بے آبرو ہونے کو تھی - لیکن وہان
مل گئی اک رحم دل خاتون -

فلوڑندا - اور وہ کون تھی؟

مریم راورق کی ساقیہ - جو دیکھ کر بیکس مجھے
مہربان ایسی ہوئی مجھ پر کہ اک تدبیر سے
آبرو میری بچالی -

فلورنڈا (خوش ہو کے) کس طرح؟

مریم ایسے کہ وہ
جب ہوا بدمست پی پی کر - تو بیہوشی کا جام
اک دیا ایسا کہ بالکل بے خبر وہ سو گیا -
تب سُلا کے اُس کے پہلو مین کوئی اُس کی کنیز
یہ کہا مجھ سے کہ بھاگو یان سے تم -

فلورنڈا عورت نہین
وہ فرشتہ تھی مدد کی جس نے ایسے وقت پر -
(آسمان کیطرف سر اُٹھا کے) شکر ہے تیرا خدا! اب مجکو بھی اُمید ہے
کیا عجب میری مدد بھی وہ کرے - اور بچ سکون
راورق کے ظلم سے -
(مریم کی طرف دیکھ کے) تو ای بہن جلدی کہین
مجکو بھی اُس سے ملا دو - کیا عجب آئے اُسے
میری حالت پر بھی رحم -

مریم اب اس گھڑی وہ آ نہین
سکتی ہے یان تک - مگر مین جاتی ہون ڈھونڈھون اُسے

فلورنڈا جلد آنا -

مریم — لاتی ہون اُس کو ابھی گر مل گئی۔

(مریم جاتی ہی)

فلورنڈا — یا خدا قربان ہوجاؤن تیرے اس رحم کے
کیسی مایوسی تھی ہ یا اب کیسی خوش ہون یہ نہین
کوئی حامی بیکسون کا ہی سوا تیرے۔ یہان
بھیجا خود والد نے تھا جبرا مجھے۔ تو نادرق
کتنا بدکردار اور کیسا بیجا ثابت ہوا؟
آبرو لینے کا در پے وہ اُدھر۔ اور اس طرف
بن نہ پڑتی تھی کوئی تدبیر۔ تب گھبرا کے ایک
آدمی کو مین نے دوڑایا۔ کہ سطح ہین کرے
جاکے والد کو خبر۔ اور وہ بُلا لین مجھ کو جلد۔
کچھ پتہ اُس آدمی کا بھی نہ تھا حیران تھی
ایسی مایوسی مین اے بیٹے خدا کے۔ اور اے
پاک خاتون معظم تم نے کی آسان ہی
میری مشکل۔

(مریم آتی ہی اور ساقیہ اُس کے ساتھ ہی)

مریم — ڈھونڈھ لائی مین انھین

ساقیہ — (ہاتھ جوڑکے) حاضر ہون مین
شاہزادی حکم کیا ہی آپ کا ؟ ارشاد ہو۔

فلورنڈا — آبرو میری بچا لو۔

ساقیہ — گرچہ یہ دُشوار ہی۔
مین مگر کوشش کرون گی۔

مریم — (اُفق مشرق کو دیکھ کے) صبح اب ہونے کو ہی۔
دیکھیے جھونکے نسیم صبح کے وہ آپ کی۔
زُلف برہم کر رہے ہین۔ اور تارون کے چراغ

جھلملاتے ہین فلک پر - اور سیہ چادر یہ شب
کی مسکتی جاتی ہو - ایسا نہ ہو چڑیان اُٹھین
اور جگا دین راورق کو - مین تو جاتی ہون بہن

فلورنڈا کیا کرو گی جاکے اب ؟

ساقیہ اِن کو نہ رکھین -

فلورنڈا کس لیے ؟

ساقیہ بادشہ کو گر ذرا بھی شک ہوا تو بس مجھے
اور اِن کو قتل کر ڈالین گے -

فلورنڈا (آنسو بہا کے) تو جاؤ بہن -
اب کہان جاؤ گی تم ؟

مریم جس جا خدا لے جلے

فلورنڈا تم
کس طرح جاؤ گی یان سے ؟

مریم خاک اُڑاتی ٹھوکرین
کھاتی - ننگے پاؤن - جاؤن گی بہن - اور جس طرح
بن پڑے گا - آپ کو پہونچاؤن گی نربوان مین

ساقیہ کیون نہین جاتی ہو سبطہ مین ؟ جہان آرام سے -
نصرین اپنے بھو بہا کے زندگی بھر رہ سکو -

مریم خیر - جاؤن گی وہین -

فلورنڈا لیکن وہان تو اِن دنون
ہو گی یورش کافرون کی ہر طرف - او کوئی شخص
جا نہ سکتا ہو گا اندر شہر کے -

مریم مین جاؤن گی جیسے بنے -

فلورنڈا تو مرا سب حال کہدینا -

مریم ضرور

فلورنڈا اور یہ کہ اب
مجھکو جلد ہی وان بُلالین۔

مریم تو خدا حافظ بہن۔
(مریم جاتی ہی)

فلورنڈا (رو رو کے) اک بہن یان مل گئی تھی۔ وہ بھی آخر چھپٹ گئی۔
گو کہ پہلے ہی زمانے کی ستائی تھی مگر
کھینچکر لائی گئی دینے کو اپنی آبرو
خیر تو وہ بچ گئی۔

(تشفی دینے کے لہجہ مین) یونہین بچین گی آپ بھی۔
صبر کیجیے شاہزادی۔ اور نہ اب گھبرائیے۔
مین تو خدمت کے لیے حاضر ہون گر مریم نہین؟
اُن سے زیادہ مین مدد دون گی ہمیشہ ——

فلورنڈا ظلم سے
راڈرق کے مین بچون دشوار ہی۔

ساقیہ دیکھین تو آپ
کیسی حکمت سے بچاتی ہون۔ مجھے اک خوب چیز
ہاتھ آئی ہی۔ جہان اک جام اُس کا دے دیا
بس نہین رہتی ہی اُن کو دین و دنیا کی خبر
یونہین مریم کو بچایا۔ اور یونہین آپ کو
ہاتھ سے اُن کے بچا دون گی ——

(ناگہان دروازہ کھُلتا ہی۔ اور راڈرق غصّے مین بھرا ہوا آجاتا ہی۔)

راڈرق یہ کیا سُنتا ہون مین!
(ساقیہ سے) تو اور ایسی نابکار! اچھا ٹھہر! جلد ہی بتا
کیا ہوئی مریم؟ کہان ہی وہ؟

ساقیہ (قدمون پر گرکے) نہین مجھکو خبر

راورق — سب شرارت ہو تری قطامہ!

(پکار کے) کوئی ہو یہان؟

(ایک حبشی ننگی تلوار لیے ہوئے آتا ہو)

سر اُڑا دو اِس کا سے جا کر

ساقیہ — (قدمون پر لوٹ کے) خطا ہوا ب معاف

پھر قصور ایسا نہ ہوگا

راورق — تو ابھی مریم کو لا۔

ساقیہ — اُس کا ملنا تو نہین ممکن ہو اب

راورق — تو قتل ابھی

(فلورنڈا کی طرف دیکھ کے) ہوگی تو اورلون کا بین بدلہ فلورنڈا سے بس

چل ابھی تو ساتھ میرے اور دیکھون کس طرح

یہ بچا لیتی تجھ کو آج میرے ہاتھ سے

(ساقیہ کو حبشی۔ اور فلورنڈا کو راورق زبردستی کھینچ لے جاتے ہین اور پردہ گرتا ہو)

معزز ناظرین

آپ کے خادم اڈیٹر دلگداز کی دو جدید کتابین جن کے نام افسانہ قیس اور تاریخ بغداد ہین فی الحال محمد غنی حیدر صاحب تاجر کتب کی فرمائش سے شہر آرہ کے اسٹار آف انڈیا پریس مین چھپ کے شائع ہوئی ہین اور اکثر کتب فروشون اور بک ایجنسیون کے ذریعے سے فروخت ہو رہی ہین اُن کی نسبت اتنا بتا دینا ضروری ہو کہ یہ نئی کتابین ہین اور نہ اتنی محنت سے لکھی گئی ہین جتنی کسی مستقل کتاب کے لکھنے کے لیے مُصنف کو کرنی چاہیے تاجران کتب نے اپنے نفع کے لیے یہ نہایت ہی بیہودہ اور قابل افسوس شیوہ اختیار کر لیا ہو کہ آپکے خادم کی کوئی تحریر مل جاے تو بے پوچھے گچھے اور بغیر اطلاع کیے شایع کر دیا کرتے ہین یہ دونون کتابین اصل مین وہ مضامین ہین جو دلگداز کی گذشتہ جلدون مین موجود ہین تاریخ بغداد والا مضمون تو سنہ ۱۸۹۸ء مین دلگداز کے مختلف نمبرون مین شایع ہوا تھا اور افسانہ قیس ہی مضمون ہو جو "مجنون عامری" کے عنوان سے سنہ ۱۳۲۶ محمدی مطابق سنہ ۱۸۹۹ء کے ایک پرچہ دلگداز مین درج ہو چکا ہو۔ لہذا جن صاحبون کے پاس دلگداز کی گذشتہ جلدین موجود ہون وہ ان کتابون کو دھوکے مین آکے نہ منگوائین۔

آپ کا خیر اندیش اڈیٹر دلگداز

ارسطوطالیس

یونان کا نامی گرامی حکیم جسے انگریزی مین ارسٹاٹل اور ہمارے یہان عرف عام مین ارسطو کہتے ہین "ارسطو" اُس کے نام کا اختصار ہی جو کثرت استعمال سے عربی فارسی و اُردو مصنفین مین مشہور ہو گیا۔ لیکن عرب کے قدیم مصنفین جنھون نے خود یونانی علوم کو ترجمہ کیا تھا اس کے نام کو ہر جگہ "ارسطوطالیس" ہی لکھتے ہین جیسا کہ ہم نے عنوان مین قائم کیا ہی۔ یونانی مین لفظ ارسطوطالیس کے معنے "کامل الفضل" کے ہین یعنی وہ شخص جسے علم و فضل مین کمال حاصل ہو۔ اور واقعی اُسے علوم فلسفیہ اور دیگر علوم مین ایسا کمال حاصل تھا کہ یہ نام اُس کے لیے پوری طرح زیبا تھا۔ زبردست فلسفی۔ گران پایہ عالم۔ نادرۂ روزگار فاضل اجل جادو بیان خطیب۔ حاذق طبیب۔ اُس کی نسبت جو کہیے سزاوار ہی۔ علم طب مین یگانۂ عصر مانا جاتا تھا۔ مگر باوجود اس کے فلسفہ اُس کے مذاق پر حاوی تھا۔ اور سب سے زیادہ اُس کی توجہ اسی جانب مشغول تھی کہ قدرت کے رموز اور عالم کے اسرار حکمی دریافت کرے۔

ولادت حضرت سرور کائنات سے ۹۵۴ سال پیشتر مملکت یونان مین علاقۂ خالقیس کے شہر اسطاغیرا مین پیدا ہوا۔ باپ کا نام نیقوماخس تھا جو بجاے خود ایک معزز فلسفی تھا اصول فیثاغورث کی پیروی کرتا تھا۔ اصول ارثماطیقی (ارتھمیٹک) مین اُس کی ایک کتاب یونان مین مشہور تھی۔ اور آج تک موجود ہی۔ افسطیا اُس خوش نصیب عورت کا نام ہی جس کے بطن سے ارسطوطالیس کا سازندۂ جاوید فیلسوف پیدا ہوا۔ مان باپ دونون سلسلۂ نسب مین یونان کے پُرانے فلسفی حکیم اسقلیبیوس کی نسل سے تھے۔ اور دربار شاہی سے بھی خاندانی

تعلق تھا۔ اس لیے کہ باپ نیقوماخس سکندر کے دادا شاہ منفس کے دربار کا طبیب تھا۔ علامۂ شہرستانی لکھتے ہین کہ ارسطوطالیس تاجدار ایران شہنشاہ اردشیر بن دارا کے جلوس کے پہلے سال پیدا ہوا۔ مگر اُن کا یہ بیان صحیح نہین معلوم ہوتا کہ سترہ برس کی عمر مین فاضل وعلم دوست باپ نے بیٹے کو افلاطون الٰہی کی خدمت مین لا کے حاضر کیا۔ اس لیے کہ اکثر روایتون سے ثابت ہوتا ہو کہ ارسطوطالیس کے مان باپ اُس کے بچپن ہی مین سفر آخرت اختیار کر چکے تھے۔ اور وہ بہت کم سنی مین یتیم ہو گیا تھا۔ باپ اگرچہ اُس کے باپ کا مختار اور غالبًا وصی برقسانس تھوڑی بہت نگرانی کرتا رہتا تھا۔ مگر اُس نے کچھ ایسی فضول زندگی بسر کی کہ چند ہی روز مین باپ کی ساری دولت اُڑا دی۔ اور مفلس و نادار ہو گیا۔ تب برقسانس نے سترہ برس کی عمر مین اُسے لا کے افلاطون سے ملایا۔ اور درخواست کی کہ اس نادار یتیم کو اپنی تربیت مین لے۔ افلاطون نہایت ہی نیک نفس شخص تھا برقسانس کی درخواست منظور کی۔ اور ارسطو اُس کے حلقۂ درس مین شریک ہونے لگا۔

علامۂ ابن ابی اُصیبعہ حُنین بن اسحاق کی کتاب نوادر الحکما سے نقل کر کے لکھتے ہین کہ فرمان روایان یونان کا معمول تھا کہ ایک خاص طریقے سے اور نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اپنے لڑکون کو علوم فلسفیہ کی تعلیم دلایا کرتے تھے۔ اور یقینًا یہی وجہ تھی کہ فلسفہ مین یونانیون نے ایسی نیکنامی اور شہرت ودام حاصل کی جو کسی اور قوم اور کسی اور ملک والون کو نصیب نہین ہوئی۔ کنڈرگارٹن یعنی بغیر رسم خط اور تحریر کے سکھائے صرف کھیل تماشے کے ذریعے سے کل علوم فلسفۂ طبعی اخلاقی وادبی کی تعلیم دے دینا جس کا فی الحال یورپ اور خاصتہً جرمن مین بہت رواج ہو اس کی ابتدا سلاطین یونان کے طرز عمل سے ثابت ہوتی ہو اس لیے کہ وہان عمومًا شاہزادون کی تعلیم کے لیے ایک نہایت پُرتکلف مکان تعمیر کیا جاتا اُس مین سنہرے نقش ونگار بنائے جاتے عُمدہ عُمدہ مورتین قائم کی جاتین۔ جابجا مختلف قسم کی تصویرین لگائی جاتین اور شب وروز نقرہ وطلائی انگیٹھیون مین عود دلوبان سلگتا رہتا۔ ایسے مکانون مین شب وروز وہ کے شاہزادے کسی کامل ویگانۂ عصر اُستاد سے تعلیم پاتے اور جب تعلیم ختم ہو لیتی تو ایک مذہبی عید کے موقع پر اور جدید سامانون سے وہ مکان آراستہ کیا جاتا۔ خود بادشاہ آتا۔ تمام امرائے دربار معززین شہر اور علما وفضلا آ کے جمع ہوتے شاہزادہ نہایت پُرتکلف کپڑے اور مرصع تاج پہنا کے دولھا بنایا جاتا۔ مذہبی عبادت کے بعد وہ ایک

طلائی ممبر یا شہ نشین پر جا کے بیٹھتا۔ اور ایک تقریر یا خطبے کے ذریعے سے مجمع عام میں اور اب اور استادوں کے سامنے اپنے علم و فضل اور اپنی تعلیم و تربیت کا ثبوت دیتا جس کے بعد اُس کی عزت کی جاتی۔ اور ملک میں وقعت حاصل کرتا۔

اس دستور کے مطابق شاہ روفسطانیس نے جو افلاطون کا ہم عصر تھا اپنے بیٹے نطفورس کے لیے ایک نہایت ہی پر تکلف بیت الحکمت آراستہ کرایا۔ اور افلاطون کو اُس کی تعلیم کا ذمہ دار قرار دیا۔ افلاطون روز آ کے علوم فلسفیہ پر لکچر دیتا۔ اور خیال کرتا کہ نطفورس بخوبی سمجھ لیتا ہے۔ اور اُس کے بتائے ہوئے مسائل اُسے اچھی طرح یاد ہیں۔ ان صحبتوں میں ارسطوطالیس بھی شریک رہتا۔ مگر اس طرح الگ الگ کہ افلاطون کو کبھی خیال بھی نہ گذرا کہ اُس کے ان لکچروں سے وہ بھی کچھ فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ آخر ایک مدت کے بعد امتحان کا وقت آیا۔ عید کا دن تھا کہ وہ شاہی بیت الحکمۃ آراستہ کیا گیا۔ ہر طرف انگیٹھیوں میں عود و لوبان سلگایا گیا شمعیں روشن ہوئیں۔ بادشاہ اور امرائے دولت آ کے اپنے قرینے سے بیٹھے۔ نطفورس دولھا بنایا گیا عبادت سے فراغت ہوئی۔ اور نطفورس شہ نشین پر جا کے بیٹھا کہ اپنے علم کا امتحان دے۔ لیکن سب کی امید کے خلاف وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اور سب پر ظاہر ہو گیا کہ تعلیم نے کسی قسم کا اثر نہیں کیا۔ اور شاہزادہ ویسا ہی جاہل کا جاہل ہے یہ حالت دیکھ کے افلاطون کو بڑی ندامت ہوئی۔ سب کے سامنے معذرت کرنے لگا کہ میں نے کبھی اس کا امتحان نہیں لیا۔ اور دل میں سمجھتا تھا کہ جو کچھ بتاتا ہوں یہ از بر کر لیتا ہے۔ تاہم اس کا کچھ ثبوت نہ تھا کہ افلاطون نے شاہزادے کو کچھ بتایا بھی تھا یا نہیں۔ اور بتایا تھا تو کیا بتایا تھا۔ تمام طلبہ کی طرف دیکھ کے بولا "اور کوئی طالب علم ہے جو اس شہ نشین پر آ کے میری تعلیمات کا ثبوت دے؟" سنتے ہی ارسطوطالیس اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا "میں" مگر افلاطون کو خیال بھی نہ تھا کہ اس یتیم لڑکے نے کسی قسم کی علمی ترقی کی ہے۔ اُس کے دعوے کو فضول تصور کر کے پھر پکارا "اور کون طالب اس شہ نشین پر آ کے میری تعلیمات کا ثبوت دے گا؟" پھر اُس کی امید کے خلاف ارسطوطالیس نے اُٹھ کے کہا "میں"

اب افلاطون کو انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہا "اچھا آؤ" اشارہ پاتے ہی ارسطوطالیس اپنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے شہ نشین پر جا بیٹھا۔ اور ایک فصیح و بلیغ تقریر کے ذریعے سے اُن تمام علوم و مسائل کا خلاصہ بیان کر دیا جو افلاطون نے نطفورس کو

سکھائے تھے۔ ہر طرف سے "واہ واہ" کی آوازین بلند ہوئین۔ اور اِس شکستہ حال یتیم کی لیاقت دیکھ کے سب لوگ عش عش کر گئے۔ خود بادشاہ روفسطانیس کو اگرچہ اپنے بیٹے کی نالائقی کا بڑا افسوس تھا مگر ارسطوطالیس کی جادو بیانی نے اُسے ایسا محظوظ و مسرور کیا کہ حکم دیا۔ "ارسطوطالیس کو پُر تکلف خلعت و تاج پہنائے جائین۔ اور جو اعزاز و اکرام آج شاہزادے کا کیا جاتا اس ہونہار یتیم کا کیا جائے" افلاطون کی مردہ اُمیدین بھی یکایک زندہ ہو گئین اور سب کی طرف دیکھ کے بولا "یہی وہ سب علوم ہین جو مین نے نطافورس کو سکھائے تھے۔ مگر قسمت سے لاچار ہون۔ اُس نے محرمی قسمت سے بھلا دیے۔ اور ارسطوطالیس نے یاد کر لیے جس کی طرف کبھی میرا خیال بھی نہین گیا تھا"

یہ تو اُن لوگون کا بیان ہے جو ارسطوطالیس کی نسبت کہتے ہین کہ وہ بچپن ہی مین یتیم ہو گیا تھا۔ مگر جو اُس کے یتیم ہونے کے قائل نہین۔ بیان کرتے ہین کہ ارسطوطالیس آٹھ سال کا تھا اور ہنوز بچہ ہی تھا کہ علم دوست باپ اُسے بلاد اثینیہ (اتھینز) مین لے آیا اور مقام لوقین مین قیام کر کے ہونہار بیٹے کو مشہور اساتذہ زبان سے ملایا۔ جن کی صحبت مین تربیت پا کے اُس نے چند ہی روز مین علم نحو بلاغت اور شاعری مین اچھی لیاقت حاصل کر لی۔ نو سال تک اُن لوگون سے فیض اُٹھا چکنے کے بعد اُس نے خواہ باپ کے ذریعہ سے یا اپنے باپ کے وصی برقسانس کی رہبری سے یا اپنے ذاتی شوق سے علوم اخلاق طبیعی تعلیمی۔ الٰہی اور سیاسی یعنی پالٹکس کی طرف توجہ کی۔ اور یہی زمانہ ہے جب سے افلاطون کا شاگرد بنا۔ اور اُس کی بارگاہ فیض سے فیضیاب ہونے لگا۔ مذکورۂ بالا واقعہ مین شہزادہ نطافورس کے مقابل مین جوہر لیاقت دکھانے اور قابلیت ظاہر کرنے کے بعد افلاطون کو اُس سے بہت محبت ہو گئی تھی۔ اور جس طرح ہر متبحر عالم کو ذکی اور محنتی طالب علم کی طرف خاص توجہ ہوا کرتی ہے اُسی طرح افلاطون اُس کا بہت کچھ لحاظ و پاس کرتا تھا۔ چنانچہ معمول تھا کہ جب تک ارسطوطالیس نہ آلیتا افلاطون تدریس کا سلسلہ جاری نہ کرتا۔ طلبہ اصرار بھی کرتے تو کہہ دیتا ابھی لوگون کو آنے دو۔ بلکہ بعض اوقات اُس کی زبان سے نکل جاتا ابھی وہ شخص تو آیا ہی نہین جو علم مجسم یا سراپا عقل ہے۔ اور جہان ارسطوطالیس گیا تا فوراً تعلیم شروع کر دیتا اور پھر کسی کا انتظار نہ کرتا۔

اس طرح اس نمود اور اس قدر و منزلت کے ساتھ ارسطوطالیس تیس سال تک افلاطون کے

علم و فضل سے فائدہ اُٹھاتا رہا۔ اور آخر اُس نے افلاطون کے دل میں ایسی جگہ پیدا کر لی تھی اور اُسے اپنی ذہانت و لیاقت کا ایسا معترف بنا لیا تھا کہ افلاطون نے جب دوسری دفعہ جزیرۂ صقلیہ کا سفر کیا تو اقادیمیا (اکاڈمی) میں تعلیم دینے کے لیے اُسی کو اپنا قائم مقام اور اپنا جانشین بنا کے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب افلاطون نے واپس آ کے اقادیمیا کی تعلیم خود اپنے ہاتھ میں لی تو ارسطو طالیس نے مقام لوقیون (لیسیم) میں ایک جداگانہ درس گاہ قائم کی یونان میں ایک نئی تعلیم گاہ قرار دی۔ اُس جدید حکمت کی بنیاد ڈالی جو حکمت مشائی کہلاتی ہو۔ اور اُس فلسفہ کا آغاز ہوا جو آج تک فلسفہ الٰہی پر غالب ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہو کہ ارسطو طالیس نے اپنے جدید فلسفہ کی ترویج افلاطون کی زندگی ہی میں شروع کر دی تھی۔ اور فلسفۂ مشائی اُس نامی گرامی حکیم الٰہی کے سامنے ہی قائم ہو گیا تھا۔ کیا عجب کہ اس نئی درس گاہ کے قائم ہونے کے ساتھ ایک نئے فلسفہ اور نئے اصول کا بھی جاری ہو جانا افلاطون کے مزاج کے خلاف گذرا ہو۔ علی الخصوص جبکہ اُس نئے فلسفہ کی بنیاد خاص اُسی کے شاگرد اور اُسی کی درس گاہ کے ایک طالب علم کے ہاتھ سے پڑی تو یقین کیا جا سکتا ہو کہ افلاطون کی ضرور دل شکنی ہوئی ہو گی۔ غالباً اسی وجہ سے بعض مورخین کہتے ہیں کہ ارسطو طالیس نے اپنے اُستاد افلاطون کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ مگر یہ علم و تحقیق کا معاملہ تھا جس میں ایسی آزادیاں بجائے معیوب ہونے کے مستحسن ہیں۔ اور اگر کسی خلاف مسئلہ کے تحقیق ہو جانے کے بعد بھی وہ سکوت کرتا تو بجائے اس کے کہ اُس کی تعریف کی جائے اس حدیث کا مصداق بنتا کہ ”اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطَانٌ اَلْاَخْرَسُ“ جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض تقلید کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے علما کا حال ہے۔

افلاطون کے مرنے کے بعد ارسطو طالیس اترنوس کے بادشاہ ہرمیاس کے پاس گیا اور شہر ینسیا میں قیام پذیر ہوا۔ ہرمیاس کو اس فیلسوف یونان کے ساتھ جیسی محبت تھی اور اُس کے دربار میں ارسطو طالیس کی جیسی قدر و منزلت کی جاتی تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ خاص ہرمیاس کی بہن اور اترنوس کی شاہزادی سے اُس کی شادی ہوئی اور بادشاہ کا بہنوئی بن کے قوت و اثر کے ساتھ ملک میں علم و فضل کو ترقی دینے لگا۔

چند روز بعد جب ہرمیاس نے بھی آغوش لحد میں آرام کیا تو ارسطو طالیس پھر ایتھنیہ میں واپس آیا۔ اور اہل یونان کو حکمت مشائی کی تعلیم دینے میں مشغول ہو گیا۔ اب فیلقوس کا

زمانہ تھا۔ اور یونان کے تمام شہر اپنی پرانی آزادی سے محروم ہو ہو کے فیلقوس کے آگے سر اطاعت جھکاتے جاتے تھے۔ فیلقوس نے اپنے ہوشیار بیٹے اسکندر کی تعلیم کے لیے ارسطوطالیس کو مقدونیہ مین بلایا۔ اور ارسطوطالیس کو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی۔ گیا اور اُس خوش نصیب شاہزادے کی تربیت مین مشغول ہو گیا جو آیندہ زمانے مین دنیا کا سب سے بڑا فاتح ثابت ہونے والا تھا ارسطوطالیس نے اس اولوالعزم شاہزادے کو ایسی تعلیم دی کہ اُس کے عدل وانصاف نے اُسے دنیا کے اُن ممالک تک پہونچا دیا جہان تک کوئی فاتح بادشاہ درکنار شاید کوئی خانہ بدوش سیاح بھی اُس زمانے تک نہ پہونچ سکا ہوگا۔ اور چاہے صاف طور پر اقرار نہ کیا جائے مگر واقعات بتا رہے ہین کہ اسکندر کو اسکندر اعظم اور وہ زبردست فاتح صرف ارسطوطالیس نے اور اُس کی تربیت نے بنا دیا۔

اُس کی اچھی تعلیم کا پورا ثبوت اس ایک واقعے سے مل سکتا ہو کہ جب اسکندر کو تحصیل علم سے فراغت ہو گئی۔ تو ارسطوطالیس نے ایک دن بلا کے امتحان لیا مختلف مسائل پوچھے ذہین وطباع شاگرد نے سب سوالون کی نسبت صحیح وبرجستہ جواب دے دیے۔ مگر ارسطوطالیس نے اس پر بھی اُس کو بیگناہ اور بے خطا وقصور مارا اور ایسا مارا کہ اسکندر کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔ جو لوگ اس تماشے کو دیکھ رہے تھے پوچھا "اس بے موقع اور غیر ضروری تادیب و سزادہی کی کیا ضرورت تھی؟" کہا "یہ ایک دن بادشاہ ہونے والا ہو۔ خدا کی بہت سی خلقت کی قسمت اِس کے ہاتھ مین ہوگی۔ لہذا مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اسے ایک دفعہ ظلم کی صورت دکھا دون اور مظلومی کا مزہ چکھا دون"۔

الغرض جب تک اسکندر بادشاہ ہو کے اور تاج شہریاری سر پر رکھ کے اپنی قلمرو پر حکومت کرنے لگا ارسطوطالیس اُس کے ساتھ تھا۔ اور ہمیشہ ہر موقع پر اُسے نصیحت کرتا اور عمدہ مشورے دیتا تھا۔ مگر جب اسکندر نے اولوالعزمی کے جوش مین ملک گیری کا ارادہ کیا۔ اور فوجین مرتب کر کے ایشیا کی طرف چلا تو اُس نے ارسطوطالیس سے بھی ساتھ چلنے کی درخواست کی ارسطوطالیس نے اپنے علمی مشاغل چھوڑ کے جانے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے ایک عزیز قالستھنیس کو اپنی طرف سے بادشاہ کا ہمدم وہمراز اور مشیر باتدبیر بنا کے اور اُسے اپنی جگہ مقدونیہ مین چھوڑ کے دارالعلم ایتھنیہ مین چلا آیا۔ اور حسب سابق لوقیون (لیسیم) مین بیٹھ کے بڑے زور وشور سے اپنے فلسفہ مشائی کی تعلیم دینے لگا۔ اس وقت یہان اپنی اس درس گاہ مین

بیٹھنے کے بعد دس سال تک برابر یہین رہا۔ اسی زمانے مین اُس نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اُس کے معرکہ آرا اور ہمیشہ زندہ رہنے والے تصانیف اسی وقت کے لکھے ہوئے ہین۔ تصنیف و تالیف اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے نیک اخلاق اپنی فیاضی اور اپنے عمدہ مشورون سے سارے شہر اثینیہ کو بھی فائدہ ہونچا رہا تھا۔ جہان تک بنتا لوگون سے بھلائی کرتا۔ ضعیفون کی ہمدردی کرتا محتاجون کا حاجت روا بنتا۔ بیواؤن کے نکاح کراتا یتیمون کی خبرگیری کرتا اُنھین تعلیم دلاتا۔ اور جو طلبہ شوق علم مین آئے اُن کی مدد کرتا۔ اور اپنے درس گاہ مین شریک کرنے کی عزت دیتا۔ اس کے علاوہ عام اہل شہر کو بھی وہ ریاضی اور خوش اخلاقی پر آمادہ کرتا رہتا۔ اور یہی نہین اُنھین امور تمدنی اور پالٹکس مین بھی پوری مدد دیتا تھا۔ ادب و اخلاق کی یہ حالت تھی کہ چھوٹے بڑے قوی و ضعیف غرض ہر شخص سے نہایت ہی لینت و خاکساری سے پیش آتا۔ اور دوستون کے لیے اُس سے اچھا کوئی دوست اور ہمدرد نہین نصیب ہو سکتا تھا۔ اسی وقت نہین بلکہ اس سے پیشتر بھی جب وہ فیلقوس کے دربار مین تھا اہل اثینیہ کی ہمدردی اور مدد کو تیار رہتا تھا۔ اپنی قوت بھر اُن کو نفع پہونچانے مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتا تھا۔ ظاہر مین تو وہ شاہزادہ اسکندر کو تعلیم دے رہا تھا مگر جب ہی خاص فیلقوس سے اصرار کر کے اثینیہ والون کے ساتھ بڑی بڑی رعایتین کرادی تھین۔ اور سارے اثینیہ مین کوئی نہ تھا جو اُس کا شیفتہ اور اُس پر جان فدا کرنے کو تیار نہو۔

مگر اس پر بھی دنیا حاسد سے خالی نہ تھی۔ بعض لوگون کو اور خصوص اُن لوگون کو جو پرانی لکیر کے فقیر اور پرانی رسمون کے دلدادہ تھے اُس ہمیشہ زندہ رہنے والے فیلسوف سے عداوت ہو ہی گئی۔ اور ورماؤن نام ایک کاہن جو فرقہ کمرین سے تعلق رکھتا تھا اُس کا دشمن ہو گیا۔ اُس پر کفر و بے دینی کا الزام لگایا اور مشہور کر دیا کہ جن بتون اور دیوتاؤن کی فی الحال پرستش کی جاتی ہو ارسطوطالیس اُن کی کماحقہ تعظیم و تکریم نہین کرتا۔ اور سبب یہ تھا کہ ورماؤن کے دل مین اُس کی طرف سے ایک پرانا بغض تھا جس کی بنا پر مذہب کی آڑ پکڑ کے اُس نے ارسطوطالیس کو ملزم ٹھہرایا۔ یہ الزام اتنے درجے تک ترقی کر گیا تھا کہ ارسطوطالیس کو سقراط کی طرح ایک معذرت نامہ لکھ کے مجسٹریٹون کے

سامنے پیش کرنا پڑا۔ مگر وہ دل کا اتنا مضبوط نہ تھا جتنا کہ سقراط تھا۔ سقراط الزام دیے جانے کے بعد بھی نہایت استقلال کے ساتھ اثینیہ ہی مین ٹھہرا تھا۔ اور موقع پانے پر بھی اُس نے کہین جانے کا قصد نہین کیا تھا۔ برخلاف اس کے ارسطوطالیس یہ معذرت نامہ پیش کرتے ہی اثینیہ چھوڑ کے تراقیہ (تھریس) کے شہر خلقیدیقی مین جسے اب خالقیس کہتے ہین چلا گیا۔ اور کیون نہ جاتا۔ الزام کا نام سنتے ہی سقراط کی تصویر اُس کی آنکھون کے سامنے پھر گئی جسے ادب آموزی۔ اخلاق نیک۔ اور خدا پرستی کے الزام پر سزاے موت دی گئی تھی۔

اس دفعہ اثینیہ سے جانے کے بعد ارسطوطالیس کو پھر اُس شہر مین واپس آنا نصیب نہوا۔ باقی ماندہ زندگی اُس نے خلقیدیقی ہی مین بسر کی۔ اور وہین رہتے رہتے رہگراے عالم بقا ہوا۔ اُس کی موت کی نسبت مورخین مختلف ہین۔ بعض کہتے ہین زہر کھا کے اپنی زندگی کا چراغ خود ہی گل کر دیا۔ بعض کہتے ہین آبناے اریپس مین ڈوب کے جان دی۔ اور بعض کا بیان ہے کہ نہین وہ معمولی موت مرا۔ بہرحال جو کچھ ہو حضرت رسالت سے ۹۴۳ سال پیشتر اُس دوسرے ابدی عالم مین جا کے مقیم ہوا جہان سے اپنی علمی برکتین آج تک دنیا مین پہونچاتا ہے اور قیامت تک پہونچاتا رہے گا۔

آخر عمر مین باوجود بعض خفیف مخالفتون کے اُس نے نہایت ہی عزت کی زندگی بسر کی۔ جہان جاتا ہاتھون ہاتھ لیا جاتا۔ معاصر بادشاہ اور فرمان روا بہت تعظیم و تکریم کرتے جس کی زیادہ تر یہ وجہ تھی کہ ایک فلسفی ہونے کے ساتھ وہ ایک بہت بڑا پالیٹیشن بھی تھا۔ اور اکثر معاملات مین سلطنت اور رعایا کے درمیان مین واسطہ قرار پا گیا تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے دنیا کے دیگر فلسفیون کی طرح وہ مفلس و نادار نہین مرا۔ بلکہ بہت کچھ دولت و حشمت عزت و حرمت اور لونڈی غلام چھوڑ گیا جن کی وارث صرف دو اولادین تھین۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ان دونون کی تعلیم و تربیت اور اپنی جائداد متروکہ کے متعلق وہ مرتے وقت ایک بہت طولانی وصیت نامہ لکھ گیا جس کی رو سے تمام متعلقین اور غلامون تک کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا ہے۔

ارسطوطالیس کے مرنے کے ایک مدت بعد اہل استاغیرا یعنی اُس کے وطن کے لوگ اُس کی ہڈیون اور خاک کو ایک تانبے کے صندوق مین بھر کے اپنے شہر مین لے گئے۔ اور اُس جگہ

فن کر دیا جو مدت ہاے دراز تک ارسطو طالیس کے نام سے مشہور تھی۔ چند روز مین وہ جگہ مرجع عالم بن گئی۔ اکثر لوگ سیر و تفریح کے لیے وہان جایا کرتے تھے۔ اور اُسی کی قبر پر بیٹھ کے اپنے معاملات کے متعلق مشورہ کرتے۔ مگر سب سے بڑھ کے یہ حسن عقیدت تھا کہ علم و حکمت کا کوئی مُغلق و اہم مسئلہ پیش آتا تو اُسی کی قبر پر آ کے باہم مباحثہ کرتے۔ اور اُس فیلسوف بے ہمتا کی روحانی کی برکت سے وہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ یونانیون کا عموماً اعتقاد تھا کہ ارسطو طالیس کی قبر پر آنے سے ذہن صاف اور دماغ صحیح و لطیف ہو جاتا ہی اور انسان اُن مشکل امور کو حل کر سکتا ہی جن کو یون نہین حل کر سکتا۔

ارسطو طالیس کے شاگردون کا شمار بہت ہی۔ اُن مین صرف معمولی طبقہ کے لوگ نہین بلکہ امرا و رؤسا اور سلاطین و فرمان روا تک ہین۔ سب سے بڑا نامی بادشاہ فاتح اسکندر جیسا کہ ہم بیان کر چکے اُس کا شاگرد تھا۔ اُس کے علاوہ تاوفرسطس اور دیموس۔ ارمیوس۔ اسخولوس وغیرہ اُس کے ارشد اور صاحب اثر تلامذہ مین ہین ان مین سے پہلا یعنی تاوفرسطس اُس کا خالہ زاد بھائی بھی تھا۔ اور یہی وہ شخص تھا جس نے ارسطو طالیس کے بعد اُس کی مسند اُستادی پر بیٹھ کے لوگون کو درس دیا۔ اور وہی ارسطو کی ایجاد کی ہوئی حکمت مشائی کا سب سے بڑا رواج دینے والا اور داعی بنا جس کام مین ارمیوس اور اسخولوس اُس کے مدد و معاون تھے۔ ان لوگون نے صرف یہی نہین کیا کہ ارسطو طالیس کی درس گاہ کو آباد رکھا بلکہ اصول مشائی کے متعلق کتابین تصنیف کین۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ ارسطو طالیس کیسا اور کس پایہ کا حکیم تھا۔

یہ حالات سن کے تمھارے دل مین ارسطو طالیس کی صورت دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہو گا۔ لہٰذا ہم اُس کی تصویر دکھا کے تعین اُس سے انٹروڈیوس بھی کرا دین خیال کر کے انھین حول کے دیکھو کہ کوئی شخص تم سے ملنے کو آیا ہی۔ یہ ایک خوش رو آدمی ہی۔ گو اچھا۔ چند یا مین بہت سے بال گر گئے ہین۔ قد میانہ اور خوبصورت ہی۔ بڑی بڑی اور چوڑی چوڑی ہڈیان۔ گھنی ڈاڑھی چھوٹی چھوٹی اور سُرمگین آنکھین۔ اوپر کو اُبھری ہوئی خمدار ناک۔ چھوٹا سا دہنہ۔ اور چوڑا سینہ۔ اس حلیے کے ساتھ اُس کی شان یہ ہی کہ جب تنہا ہوتا ہی تو بہت تیز چلتا ہی اور جب کسی کے ساتھ ہوتا ہی تو اُس کے آرام دینے اُس کی صحبت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بہت آہستہ آہستہ۔ شب و روز

کتب بینی اور مطالعے مین زندگی بسر کرتا ہو۔ بیہودہ لفظ کبھی زبان سے نہین نکالتا
ہر بات سُن کے رُک جاتا ہو۔ سر جھکا لیتا ہو۔ اور خوب غور کر لینے کے بعد جواب دیتا ہو
اور پھر وہ جواب بھی نہایت ہی مختصر ہوتا ہو۔ اکثر صبح کے اوقات مین تم اُسے سیر و تفریح
مین مشغول۔ اور مرغزارون صحراؤن۔ اور نہرون کے کنارے قدرت کے باغ سے لطف
اُٹھاتے پاؤگے۔ سماع اور موسیقی کا نہایت ہی شائق ہو۔ ہر نغمہ اور ہر سُریلی آواز اُس
کے دل پر اثر کر جاتی ہو۔ باطنی قوت بڑھانے والون اور اہل ریاضت او رنفس کُشی
کی صحبت کو پسند کرتا ہو۔ اور نیز اُن لوگون کی صحبت کو جو مُنھ پھٹ ہین اور خود اُس
کے اقوال و افعال پر آزادی سے نکتہ چینی کرتے ہین۔ بحث و مباحثہ مین مخاصم کے
قول کے ساتھ ہمیشہ انصاف کرتا ہو۔ اپنے دعوے کے خلاف فیصلہ کرنے پر فوراً
آمادہ ہو جاتا ہو۔ اور اپنی غلطی تسلیم کر لینے مین اُسے ذرا بھی تامل نہین ہوتا۔ لباس
مین اور کھانے پینے مین ہمیشہ اعتدال سے کام لیتا ہو۔ اور اکثر دیکھو گے کہ اُس کے
ہاتھ مین اصطرلاب ہو جس سے مدد لے کے علم ہیأت کے دقائق حل کر رہا ہو۔

اہل اثینیہ اُس کا اس قدر احسان مانتے تھے اور اُس کی خوبیون کے ایسے گرویدہ
تھے کہ اُس کے مرنے کے بعد سب نے جمع ہو کے اور باہم مل کے لیے اُس فاضل محسن کی
یادگار مین شہر کے ایک بلند مقام پر ایک بلند ستون قائم کرایا۔ اور اُس مین یہ عبارت
کندہ کرا دی "ارسطوطالیس بن نیقوماخس متوطن اسطاغیرا اپنی نیکیون احسانون
ہمدردیون کی وجہ سے علی الخصوص اُن مہربانیون کی وجہ سے جو اُس نے شاہ فیلقوس
کے پاس رہنے کے زمانے مین اہل اثینیہ کے حال پر وقتاً فوقتاً کین اس بات کا مستحق ہو
کہ اہل اثینیہ اُس کے شکرگزار ہون۔ اُس کے فضل اور اُس کی بزرگی کا اعتراف کرین
اس طرح کہ اُن کی یہ احسان مندی ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ یادگار رہے" انفاقاً حاسدون
مین سے ایمارادُس نام ایک شخص کو اہل اثینیہ کا یہ فعل پسند نہ آیا۔ اس لیے کہ وہ مدت سے
ارسطوطالیس کا دشمن تھا۔ اور اُس کی اس قدر و منزلت کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ ایک
دن سب کی آنکھ بچا کے وہ اس ستون کے قریب گیا۔ اور میدان خالی پا کے اُسے کھود
کے گرا دیا۔ اس کا حال معلوم ہوتے ہی اہل اثینیہ مین اس قدر جوش پیدا ہوا کہ
انطیلوس نام ایک شخص نے بے اختیار ہو کے ایمارادُس کو قتل کر ڈالا۔ اور

اصطفانوس نام ایک سردار نے سب کو جمع کر کے سب سابق وہ ستون دوبارہ تعمیر کرا دیا تو لوگون کو چین آیا جس مین اب ارسطوطالیس کے احسانات اور اُس کی تعریفون کے ساتھ ایبانا وس کی وہ حرکت قومی نمک حرامی - اور ناشکری بھی ہمیشہ کے لیے یادگار رہ گئی ہی -

ارسطوطالیس نے مرتے وقت وصیت کر دی تھی کہ اُس مقبرے کی عمارت اندر سے ہشت پہل بنائی جائے - اور اُس کے ہر پہلو پر یہ آٹھ کلمات اس ترتیب سے لکھ دیے جائین -
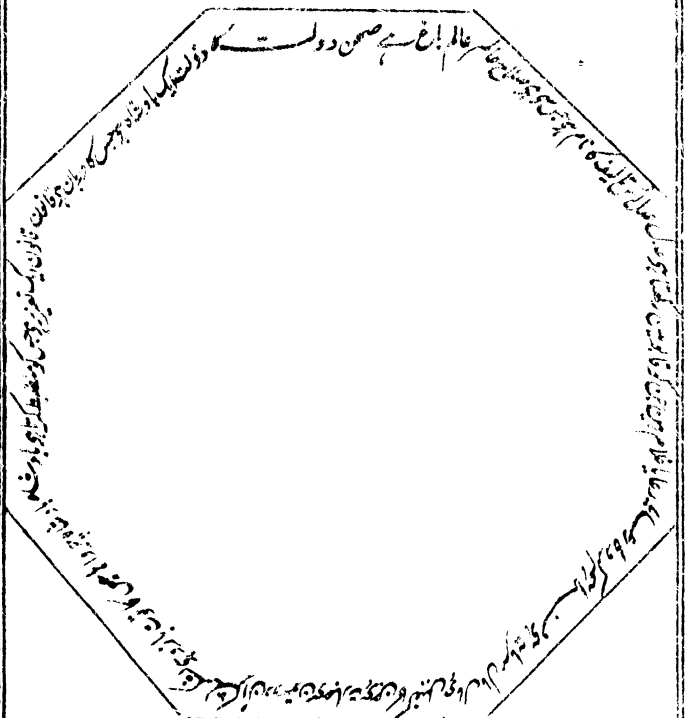
یہی فلسفی یونان کا سب سے پچھلا حکیم ہی جس کے بعد سے رومیون کے اقبال کے مقابلے مین یونان کا تنزل شروع ہوا - اور ایسا تنزل کہ پھر یونان کو اُس پائے کے حکیم اور فلسفی نہین نصیب ہوئے لیکن اس کے ساتھ باوجود آخری حکیم ہونے کے وہ اس رُتبے کا شخص تھا کہ اُسے خاتم الحکما کہیے تو زیبا ہی - اور اسی وجہ سے اہل حکمت نے بخصوص فلاسفۂ اسلام نے اُسے معلم اول کا خطاب دیا ہی جس کا ہم رتبہ اسلام مین صرف ابو نصر فارابی تھا جس نے علم فلسفہ کو یونان سے ترجمہ کر کے اپنی طباعی وخوش فکری کے ایسے ایسے کمالات دکھائے کہ معلم ثانی کہلاتا ہی -

ارسطوطالیس علم منطق کا موجد تسلیم کیا جاتا ہی جس کے معنے دوسرے الفاظ مین یہ ہونے

کہ طریقۂ استدلال کو اُسی نے ایجاد کیا۔ مگر ایسا خیال کرنا غلطی ہے۔ اس لیے کہ جب سے انسان ہے اُس وقت سے استدلال بھی ہے۔ دلیل لانا اور اپنے دعوے کی توجیہ کرنا انسان کی ایجاد کی ہوئی چیز نہیں بلکہ فطرت کی تعلیم ہے۔ بات یہ ہے کہ افلاطون اور اُس کے ہم خیال حکماے روحانیین کیفیت واثر کو دیکھتے تھے اور اُس چیز کے دل دادہ تھے جسے ہماری اصطلاح مین حال کہتے ہین۔ بخلاف اُن کے ارسطوطالیس نے قال کی طرف توجہ کی۔ استدلال کے طریقے منضبط کیے۔ اور وہ اشکال اربعہ مدون کین جن کی پابندی مین انسان کسی دعوے کے ثابت کرنے کے لیے نہایت خوش اسلوبی سے دلیل لا سکتا ہے۔ اور یہی طریقۂ استدلال اُس کی وہ حکمت مشائی ہے جس کا مسلمانون مین بہت شہرہ تھا۔ اور جس کی پیروی آخر تک تمامی فضلاے اسلام کرتے رہے۔ ہم اُس کے فلسفہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے مگر افسوس نہ اُس مین دلچسپی ہوگی اور نہ دلگداز مین اتنی گنجائش ہے۔

طیور اور اُن کی آزادیان

چاندنی رات مین جب ہم اپنے بستر پر پانون پھیلائے لیٹے ہوتے ہین اور جبکہ ہمارا دل تمام افکار اور تعلقات سے خالی ہوتا ہے اُس وقت آسمان کی نیلگون نیرنگی مائل سطح پہ بے ترتیبی کے ساتھ چھٹکے ہوئے چمکدار تارون۔ نہایت متانت بھری آہستگی سے اُڑتے ہوئے بادل کے ٹکڑون اور دلربایانہ رفتار کے ساتھ جاتے ہوئے چاند کا منظر ہم کو کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ گھنٹون ہم قدرت کے اس وسیع بوقلمون مرقع کو دیکھا کرتے ہین یہان تک کہ جب ہماری نظرین اُن انمول دلچسپیون کو دیکھتے دیکھتے تھک جاتی ہین تو ہم آنکھین بند کر کے اپنی دماغی قوت سے کام لینا شروع کرتے ہین اُس وقت ہمارا عنقاے خیال آسمان کے اُن گنجان تارون اور بادل کے اُن کنجون مین جہان ہماری نگاہین کچھ دیر قبل گلگشت کر کے اپنے نقش قدم چھوڑ گئی تھین گھومتا ہوا بہت دور نکل جاتا ہے کبھی وہ ایشیائی فضا پر منڈلاتا ہے کبھی افریقہ کی بلندی پر ہوتا ہے کبھی اسپین اور کبھی جاپان کے سمت الراس پر اُڑتا ہے۔ کبھی وہ دیکھتا ہے کہ زمین کا وسیع اور وزنی کرہ کس شان سے ایک ہلکے پھلکے گیند کی طرح اُس کے نیچے گھوم رہا ہے اور کیونکر نصف النہار کے خطوط اُس کے سامنے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہین۔ یہ نیلگون وسیع چادر جو ہمارے سامنے پھیلتی چلی گئی ہے کیا ہے۔ سرشام

کو ہزاروں لاکھوں تارے آپ سے آپ کیونکر روشن ہو جاتے ہیں؟ اور صبح ہوتے جھلملا جھلملا کر کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟ چاند کا بڑا آتشین کرہ جو زمین پر سے ہمکو ہریکین لالٹین سے کچھ زیادہ با وقعت نہیں معلوم ہوتا اس سست رفتاری کے باوجود چوبیس گھنٹوں کے مختصر وقت میں کیونکر اتنا بڑا دورہ تمام کر جاتا ہے اور جبکہ آج ہی دوپہر کو وہ امریکہ کی آبادی روشن کر رہا تھا کیونکر اس وقت ایشیا کی سمت الراس پر آگیا۔ اس طرح دیر تک چکر لگانے کے بعد وہ زمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فضائے عالم کی ہزاروں مشہور و معروف اور دلفریب منظر ہزاروں پُرشور دریا۔ بےحس و حرکت جھیلیں نئے نئے ملک اور نئے نئے لوگ ہماری آنکھوں میں پھر کر فوراً ہمارے دل میں سیر و سیاحت کی اُمنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اُس وقت ہم کیا کرتے ہیں؟ ایک بے بال و پر طائر کی طرح پھڑپھڑا کر اور اپنی معذوری پر افسوس کر کے رہ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس نیرنگ خانۂ ہستی کے اصلی سیاح ہم نہیں ہیں اور آسمان کی سیر کیسی خود زمین ہی کی سیر ہمکو نصیب نہیں ہے۔ ہماری معذوری نے کل بزم تماشا کو چھپا کر ایک ایسی تنگ کھڑکی ہماری آنکھوں کے سامنے کھولدی ہے کہ ہم ایک محدود اور مختصر حصہ کا نظارہ کرنے اور اُسی کو بار بار دیکھکے دل بہلانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ زمین کے جس ٹکڑے پر قدرت نے ہمکو پیدا کیا بس وہیں کی آب و ہوا ہماری قسمت میں اور وہیں کی مٹی ہماری تقدیر میں لکھدی۔ یہاں تک کہ قوانین سلطنت کی سختی جس سے ہماری خودسری و آزادی میں خلل واقع ہو۔ اور ارضی و سماوی آفات میں سے ہماری زندگی تلخ ہو ان سب کو ہم مرکھپ کے برداشت کر سکتے ہیں لیکن ایک ملک سے بھاگ کر دوسرے ملک میں نہیں جا سکتے۔ ہمارا بچپن سے لیکر بلوغ تک کا زمانہ پرورش و تعلیم کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں ہم ایک مقامی قیام کے لیے مجبور ہیں۔ ہمارا بڑھاپا بھی قویٰ کی کمزوری اور حوصلوں کی پستی کی وجہ سے ایک جگہ پر بیٹھے یا پڑے رہنے میں صرف ہوتا ہے۔ رہی ہماری جوانی اُس میں اگر افکار اور تعلقات نے ہم کو اجازت دی تو دو ایک بار ہمکو کچھ سیر و سیاحت کا موقع ملجاتا ہے سو وہ بھی بہت کم۔ دس بیس میں نہیں سو دو سو میں نہیں بلکہ ہزار دو ہزار میں کہیں ایک کو۔ اور وہ بھی اُس طرح نہیں جیسا کہ چاہیے بلکہ پابندی اور مجبوری

کے ساتھ زحمت اور تکلیف کے ساتھ ایک ہم کیا دراصل یہی حالت تمام چوپایون کی
ہے - ان کے مضبوط موٹے موٹے ہاتھ پاؤن صرف دیکھنے ہی بھر کے ہین - سیر و سیاحت کے لیے دفعتا
ور جب کے کمزور ہین - ان کو ایک منزل چلنا پڑا اور تھک کر چور ہو کر کمر پکڑ کے بیٹھ گئے
اس تماشا گاہ کی اصلی سیاح دراصل یہ اُڑنے والی مخلوق ہین جو کبھی اس ملک
مین کبھی اُس ملک مین کبھی اس سبزہ زار مین کبھی اُس سبزہ زار مین کبھی اس جھیل
پر کبھی اُس جھیل پہ کبھی آسمان پر کبھی زمین پر کبھی مغرب مین کبھی مشرق مین ہوا کا تمام
کرہ چھان ڈالتے ہین زمین کی تمام سطح دیکھتے بھالتے پھرتے ہین نہ انھین سواری
کے لیے گھوڑے گاڑی کی ضرورت ہے - نہ عبور دریا کے لیے کسی دخانی جہاز
یا کشتی کی حاجت - راستہ کے محتاج نہین سڑک کے نشیب و فراز کی ان کو پروا نہین -
گرمی و سردی کا اندیشہ نہین - جب کبھی جی چاہا اور کہین فضا پائی اتر پڑے
چلے پھرے - اور جب دل اُچاٹ ہوا اُڑے اور آسمان کے دُھندھلاپے مین پھنسا
ہو کر غائب ہو گئے -

اے قادر مطلق کی پیاری مخلوق چڑیو - دراصل یہ تمام دلچسپیان اور کل کائنات
تمھارے لیے ہے - انسانی کاشتکاری کی تمام پیداوار اور باغبانون کے تمام
میوجات تمھارے لیے اپنا وسیع دسترخوان بچھائے ہوئے ہین - قدرت کے
تمام چشمے اور جھیلین اور اولاد آدم کے بنائے ہوئے تمام تالاب سب تمھارے لیے
عمدہ سبیلین ہین جس خرمن سے تمھارا جی چاہے اپنے بچون کے لیے لے جاؤ جس
کھیت مین تم جا ہو چگو جس تالاب سے تمھارا دل چاہے اپنی پیاس بجھاؤ تمھارا
کوئی مزاحم کار نہین اور کوئی تمھارا ہاتھ نہین پکڑ سکتا - بادشاہون کی بڑی بڑی
عمارتین جہان کوئی پھٹک نہین سکتا اور قدرت کے وہ سبزہ زار اور دشوار گذار
وادیان جہان کوئی جا نہین سکتا سب کے پھاٹک تمھارے سامنے کھلے ہوئے ہین
جس شاہی عمارت مین تمھارا جی چاہے رہو - انڈے بچے دو اور کوڑا کرکٹ جمع
کرو جس سبزے مین چاہو جاؤ جس شاخ پر چاہو جا بیٹھو جس پھول کو چاہو توڑ دو
جس جگہ جس قدر چاہو غل مچاؤ کوئی تمھارا مانع نہین اور کوئی تم کو روک نہین سکتا
اے تیز اور بلند اُڑنے والی چڑیو دراصل خدا کی پیاری مخلوق تم ہو اور یہ

اشرف المخلوقات کا معزز لفظ ٹھیک تمھارے لیے ہی تمھاری سوسائٹی ایک حالت اور ایک حیثیت کی سوسائٹی ہی تم مین نہ افلاس ہی نہ محتاجی کہ کوئی محسود ہو نہ دولت ہی نہ غربت کہ کوئی معزز ہو نہ افسری ہی نہ ماتحتی کہ کوئی باوقعت ہو کوئی حقیر ہو۔ تم کوئی املاک نہین رکھتے کہ تمھارے وارثون مین تقسیم اور حقیت کا تنازعہ ہو۔ تم مین کوئی مذہبی تفرقہ نہین کہ نفسانیت اور تعصب بڑھے مباحثہ ہو جھگڑا ہو۔ تم مین نہ حکومت اور سرداری کا شوق ہی کہ کشت وخون ہوا کرے۔ انتہا نہین کہ سرحدی فساد ہوا کرے۔ نہ کوئی فکر تن پوشی کی بھی نہین۔ قدرت نے جو پاک لباس تم کو پہنا دیا ہی وہ نہ میلا ہوتا ہی نہ گلتا ہی تمھاری مدت العمر کو کافی ہی تم کو خورد ونوش کا بھی چندان غم نہین کھیتون مین جو بچا کھچا غلہ رہجاتا ہی وہ تمھاری مدت العمر کو کافی ہی۔ قدرت نے جو برقی قوت ملائم پروبازو مین بھردی ہی اُس کے مقابل مین ہمارے آہنی انجن ایک کھیل ہین۔ پہاڑون کے اُن بلند کنگرون پر جہان ہماری مکینیکل قوت کام نہین دے سکتی اور عمارتون کے اُن عالیشان منارون پر جہان ہماری نظر نہین پہونچ سکتی تم آزادی اور آسانی کے ساتھ پہونچ جاتے ہو کبھی تم ہمالیہ کی اونچی چوٹیون پر بیٹھے اور وہان سے اُس کی تفریح بخش وادی مین اُتر آئے کبھی تم ساحل مسی سپی پر ٹہلتے ٹہلتے اُڑے اور آبشار نیاگرا کی بلندی پر جا بیٹھے اور قدرت کی نیرنگیان دیکھنے لگے جس طرح ہم ہر شام کو پلنگ پر لیٹے لیٹے نصف حصہ آسمان کے وسیع اور تارون بھری سطح کا پھیلاؤ دیکھا کرتے ہین اسی طرح تم آسمان کی بلندی سے نصف کرہ زمین کا پھیلاؤ دیکھتے ہو۔ ہزارون سرفلک پہاڑ سیکڑون دریا اور سمندر اور لاکھون چھوٹی بڑی سلطنتین تمھارے نیچے ایک طشت مین یکجا ہوتی ہین۔ اور تم ہی اس دلچسپ نظارے کا لطف اُٹھاتے ہو۔ اور شہنشاہون کے بڑے بڑے عالیشان محل اور اونچے اونچے مقبرے جن کو دیکھکر انسان اپنی قوت پر مغرور ہوتا ہی تمھاری نظر مین گھروندے ہین تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس کے ضعیف حوصلون پر ہنستے ہو تمھاری سیاحت ایک پُرلطف سیاحت ہی۔ تمھاری اُڑان واقعی اُڑان ہے۔ ہم غبارے مین بیٹھکر سچ یہ ہی کہ تمھاری ہی تقلید اور دوربین مین مختلف ملکون کے نقشے لگا کر دراصل تمھاری ہی سیر کی نقل کرتے ہین

اے نازک اندام سبک سیر پرندو اور اے جہانیان جہان گشت ملکوتی صفات طائرو ہماری بوئی ہوئی تمام کھیتیون کی برکت تمھارے قدم سے ہو اور ہمارے باغات کی ساری رونق تمھارے دم سے - تم اسی طرح غول کے غول آؤ - پھرو - چرو - چگو - چہچہاؤ - اور اُڑجاؤ -

نادر علی خان نادر کاکوروی

چند دلچسپ و رقابل قدر رباعیان

آہ اے اسلام تو اور یہ غریبی بیکسی
رونا آتا ہے ہمین تیری یہ حالت دیکھیے

جن مین تو صدہا برس اجلاس فرماتا رہا
کاش ہم پھر تجھ کو اُس زرّین ایوان شوکت دیکھیے

ولہ

جیسے کہ روشنی ہے چراغون کی تیل تک
ویسے ہی علم تک ہے تجملی باغ مین

اسلام کی فروغ مین دُھندلاپن آگیا
دیکھو کہ تیل کم تو نہین اس چراغ مین

ولہ

درد مین ہمدرد اگر کوئی نہین تو رنج کیا
بات رہ جاتی ہے کچھ تکلیف رہ جاتی نہین

آج کی تکلیف بھی کل شام تک جائینگی بھول
جیسے کل کے عیش ہمکو آج یاد آتی نہین

ولہ

کیسی ہی ذلیل خود ستائی
جن مین ہو وہ آدمی برے ہین

جو دور برون سے بھاگتے ہین
اُن سے بڑھکر وہی برے ہین

ولہ

عیش مین بھی کچھ تجھے اے دل خیال غم رہے
جس سے تیری زندگی کا ایک ہی عالم رہے

تو ہر اک تکلیف مین پچھلی مصیبت یاد کر
تاکہ وہ صدمہ جو تیری جان پر ہو کم رہے

ولہ

نرمی کی امید سنگ و آہن سے نکر
ہمراہی کی خواہش کبھی رہزن سے نکر

کیسا ہمدرد اور وہ خوش ہوگا
تو دوست کا شکوہ کبھی دشمن سے نکر

ولہ

دنیا کا ہو نہین تو دین کا ہو رہ
بت خانے چلا ہے تو وہین کا ہو رہ

یہ دو فصلی نہین ہے اچھی نادر
ہوتا ہے تو نادان کہین کا ہو رہ

ولہ

میرا ہی ہم سخن ستاتا ہے مجھے
میرا ہی طرف دار دباتا ہے مجھے

آئینہ دکھا رہا ہے ٹیڑھی صورت
یہ بھی ہے خلاف منھ چڑھاتا ہے مجھے

نادر علی خان نادر کاکوروی

سقراط

سقراط یونان کا سب سے زبردست سب سے عالی خیال اور سب سے زیادہ نیک نفس فلسفی ہے۔ اور واقعی اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ فلسفہ و حکمت نفس انسانی پر کیسا اچھا اثر ڈالتے ہین تو شاید سقراط سے زیادہ مکمل نمونہ ساری دنیا نہ پیش کر سکے گی فلسفیون مین اکیلا یہی ایک شخص ہے جس مین پیمبری کی شان پائی جاتی ہے۔ اور حقیقت مین اصول اسلامیہ کے مطابق اگر اُس کی پیمبری کا دعویٰ کیا جائے تو کسی کو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی۔ اُس کی شان و حالت حضرت خلیل اللہ ابراہیم سے ملتی جلتی ہے۔ اور اگر فرق ہے تو بس اتنا کہ جناب خلیل اللہ خدا پرستی کی سزا سے بچ کے ارض کنعان مین چلے آئے۔ اور بیچارہ سقراط جان بر نہ ہو سکا۔

سقراط کو یونانی سقراطیس کہتے تھے جس کے معنے اُنکی زبان مین " عدل پرور" کے تھے۔ یونان کے دارالسلطنت اثینیہ مین سفرونیقس نام ایک بُت تراش تھا۔ اُسی کو سقراط کا باپ ہونے کی عزت حاصل ہے۔ مگر ویسی ہی عزت جیسی کہ آذر بُت تراش کو حضرت ابراہیم کے باپ ہونے سے حاصل ہوئی تھی۔ ہوش و حواس سنبھالتے ہی سقراط نے بھی یہی خاندانی صنعت حاصل کرنی شروع کی جس کی اُن دنون یونان مین بہت ہی قدر تھی۔ صرف قدر ہی نہین بُت پرستی وہان کا عام مذہب ہونے کی وجہ سے یہ پیشہ موجب ثواب و برکت خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اسی اثنا مین قریطو نام ایک دولت مند فلسفی نے اُس کی طباعی و ذہانت کا اندازہ کر کے اُسے تحصیل فلسفہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس طرح سقراط نے آبائی کام چھوڑ کے مسائل الٰہی اور رموز حکمی دریافت کرنے کی طرف توجہ کی۔ علامہ ابن ابی اُصیبعہ لکھتے ہین کہ ان دنون یہ مشہور و معروف یونانی

یونان فیثا غورث کی شاگردی کر رہا تھا - اور بندقلیس نام ایک قدیم حکیم یونان کے اصول کا پیرو تھا -

اس زمانے مین اُس نے ایک جان باز سپاہی کی حیثیت سے فوجی خدمات بھی سرانجام دین - اور اپنے وطن کی حمایت کا ثواب کمایا - مگر اس واقعے کو عربی محققین نے اس عنوان سے لکھا ہو کہ لوگ یونانی فلسفیون اور حکیمون کی ایسی ہی قدر کرتے تھے جیسی کہ ولیون اور مذہبی مقتداون کی کی جاتی ہو - لہذا اکثر لڑائی کے موقعون پر بھی اُنھین تبرکاً و تیمناً فوج کے ساتھ لے جایا کرتے تھے - اسی رسم کے مطابق یونان کا فرمان روا ایک مرتبہ سقراط کو اپنی فوج کے ساتھ میدان جنگ مین لے گیا - مگر سقراط بجاے سپاہیون مین رہنے اور اُن سے ملنے جلنے کے ایک خلوت کے مقام مین بیٹھا رہتا - اور جب آفتاب نکلتا تو دھوپ کھانے کے لیے باہر آ بیٹھتا - ایک دن اتفاقاً بادشاہ اُس طرف سے گزرا جہان سقراط بیٹھا دھوپ کھا رہا تھا - اُس کی صورت دیکھتے ہی بادشاہ نے کہا "آپ میرے پاس کیون نہین آتے؟" جواب دیا "فرصت نہین ہوتی" پوچھا "آخر آپ کیا کیا کرتے ہین؟" کہا "وہ صرف وہی کام جس سے زندگی قائم رہے" بادشاہ نے حیرت سے کہا "یہ کون بڑی چیز ہی - یہ تو آپ کے لیے میرے پاس ہر وقت موجود ہی جب اور جس وقت آئیے حاضر کر دون گا" سقراط نے کہا "اگر یہی امید ہوتی تو مین کبھی آپ کا دروازہ نہ چھوڑتا" اب بادشاہ نے یہ بات چھوڑ کے پوچھا "اور ہان مین نے سنا ہی کہ آپ کہتے ہین بت پرستی سے نقصان پہونچتا ہی؟" سقراط بولا "نہین یہ تو مین نے نہین کہا" پوچھا "پھر کیا کہا؟" بولا "میرا تو یہ قول ہی کہ بت پرستی بادشاہ کے لیے مفید ہی - اور سقراط کے لیے مضر - اس لیے کہ بادشاہ اسی مذہب کے ذریعے سے رعایا کا انتظام کرتا ہی - اور خراج حاصل کرتا ہی - بخلاف اس کے سقراط کو یقین ہی کہ بت پرستی سے نہ کوئی نفع ہو سکتا ہی اور نہ کوئی ضرر پہونچ سکتا ہی - اُسے تو ایک خالق مطلق پر اعتقاد ہی جو اُسے روٹی دیتا ہی - اور ہر بُرے بھلے کام کا اُسے بدلہ دے گا" یہ سُن کے بادشاہ نے کہا "اچھا یہ فرمائیے آپ کو کسی چیز کی حاجت تو نہین ہی؟" کہا "جی ہان ہی - بس اسی قدر کہ گھوڑے کی باگ موڑ کے چلے جائیے اور میری دھوپ چھوڑ دیجیے" اب بادشاہ نے اُس کی اس بے نفسی پر عش عش کر کے خلعت فاخرہ اور بہت کچھ مال و دولت منگوا کے دینا چاہا - مگر سقراط نے انکار کیا اور کہا "بادشاہ - تو نے تو اُس چیز کے دینے کا وعدہ کیا تھا

جس سے زندگی کو قیام ہو - حالانکہ وے وہ چیز رہا ہو جس سے موت کو قیام ہو۔ سقراط کو زمین کے پتھرون (جواہرات) گھاس کے ریشون (کپڑون) اور کیڑون کے لعاب دہن (ریشمی کپڑون) کی ضرورت نہین ہو۔ اور جس چیز کی اُسے واقعی ضرورت ہو وہ چاہے جہان اور جس جگہ ہو ہمیشہ اُس کے پاس رہتی ہو" اس جواب نے بادشاہ کو ایسا لاجواب کیا کہ بجز اس کے کہ چپکے واپس چلا جائے اور کچھ نہ بن پڑی -

سقراط نے بہت دنون تک طیماتاوس نام ایک زبردست فلسفی کی شاگردی کی۔ اور اپنے فلسفیانہ مذاق مین زیادہ تر اُسی کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ تعلیم دینے کے زمانے مین طیماتاوس اُسے کچھ لکھنے کی اجازت نہ دیتا تھا بلکہ مجبور کرتا تھا کہ ہر چیز کو زبانی یاد کر لیا کرے - ایک دن سقراط نے اُس سے کہا "آپ مجھے لکھنے کی اجازت کیون نہین دیتے؟" طیماتاوس بولا - علم الٰہی اور رموز حکمت کا مُردار جانورون کی کھال پر رہنا اچھا یا انسان کے زندہ دل پر؟ اگر راستے مین کوئی شخص تم سے کوئی مسئلہ پوچھ بیٹھے تو کتاب دیکھنے کے لیے گھر دوڑے جاؤ گے؟" یہ بات اُس کے دل مین جم گئی - اور اسی وجہ سے وہ اپنے تمام شاگردون کو لکھنے اور تصنیف و تالیف سے منع کیا کرتا تھا - اپنے علمی ذوق مین اس قدر ڈوبا ہوا تھا اور علم و حکمت کی شرافت کو اس پایے پر مانتا تھا کہ اُن مسائل کا چمڑے یا حریر (اُن دنون کاغذ نہ تھا) پر لکھنا اُس کے خیال مین بے ادبی و گستاخی مین شامل تھا - وہ لکھتا اور دعوے کرتا ہو کہ حکمت پاک اور مقدس چیز ہو - نہ اُس مین کوئی خراب چیز ہو اور نہ اُس مین کسی قسم کی نجاست ہو - لہذا اُس کی شان اس سے اعلے وارفع ہو کہ اُس کے رموز لوح دل کے سوا کسی اور چیز پر ثبت کیے جائین - اور اسی وجہ سے اکثر لوگون کا خیال ہو کہ اُس نے بجاے فائدہ پہونچانے کے علم و فضل کو ضرر پہونچا دیا - کیونکہ سوا پڑھا دینے اور شاگردون کو سکھا دینے کے نہ کبھی کوئی مضمون اُس نے خود لکھا اور نہ اپنے باغ علم کے خوشہ چینون مین سے کسی کو لکھنے دیا - تاہم دنیا مین حکمت و فلسفہ کا جہان تک اور جس قدر رواج ہوا ہو سب اُسی کی برکت ہو - اس لیے کہ افلاطون وارسطوطالیس جو فلسفہ کے زبردست ارکان اور پہلے مروج تسلیم کیے جاتے ہین دونون نے اپنے چراغ علم اُسی کے چراغ سے روشن کیے تھے افلاطون سے بھی زیادہ تر زہد خدا پرستی اور علوم روحانیہ مین منہمک رہنا سقراط کی زندگی کا طرز عمل تھا - دولت و حشمت کو وہ ذلیل و ہیچ خیال کرتا تھا - اور فخر و تمکنت کو انسان کا

سب سے بڑا عیب - آخر اسی تصوف کے دریا مین غوطے لگاتے لگاتے اور الٰہیات کے آسمان پر عروج کرتے کرتے اس درجے کو پہونچ گیا کہ بے اختیار ہو کے صدائے توحید بلند کی - ملک اور قوم مین ہر طرف بت پرستی کا رواج تھا - اور صنم پرستی یونانیون کا نام مذہب ہی ہوئی تھی - سقراط نے ایک پیغمبر کی شان سے بے خوف وخطر کہنا شروع کیا کہ ان بتون کی پرستش چھوڑو جو پتھر سے کاٹ کاٹ کے بنائے گئے ہین نہ بول سکتے ہین نہ سن سکتے ہین - نہ اُن مین کسی قسم کی حس وحرکت ہے " ماہذہ التماثیل اللتی انتم لہا عاکفون " عبادت صرف اُس ایک خدائے واحد بزرگ کے لیے ہے جو پاک وصاف ہے - سب کا پیدا کرنے والا ہے حکیم و دانا ہے - جسے ہر بات کی قدرت ہے - اور ہر چیز اُس کے اختیار مین ہے - لہذا اُسی کی پرستش کرو نیکی کرو - بُرے کامون سے بچو - اور اپنے فحش وغیر مہذب حرکات سے توبہ کرو -

یہ خبر جیسے ہی مشہور ہوئی یونانیون کا مذہبی مقتدا - بڑے بڑے بُت خانون کے پُجاری اور سلطنت کی کونسل کے تمام ارکان بگڑ گئے - ہر طرف سخت برہمی پیدا ہوئی - اور آخر اثینیہ کے قاضیون اور مجسٹریٹون نے بالاتفاق اُس کے واجب القتل ہونے کا فتوے دے دیا فرمان روائے اثینیہ کو اگرچہ یہ فتوی نہایت ہی ناگوار تھا - مگر مجبور تھا اور اُس کے اختیار سے باہر تھا کہ کونسل کے فتوے کو مسترد کر دے - تاہم اُس نے اتنی مہربانی ضرور کی کہ سقراط سے پوچھا " آپ جس طرح قتل ہونے کو پسند کرین وہی طریقہ عمل مین لایا جائے " سقراط نے زہر پی کے جان دینے کو پسند کیا - اور یہی طریقہ منظور کر لیا گیا - ان دنون معمول تھا کہ ہر سال ایک جہاز یونانیون کی نذرین اور چڑھاوے کی چیزین لے کے اپالو کے مندر کو جایا کرتا اپالو یونانیون کا سب سے بڑا دیوتا تھا - جو دنیا مین سورج کا مظہر خیال کیا جاتا تھا - یہ جہاز جب تک وہان سے واپس نہ آلیتا اور جب تک نذر ونیاز کی چیزون کے قبول ہو جانے کا یقین نہ ہو لیتا اُس وقت تک کسی مُجرم کو موت کی سزا نہ دی جاتی - موسم خراب ہونے اور سمندر مین تلاطم ہونے کی وجہ سے اس زمانے مین جہاز کی روانگی مین بہت دیر ہو گئی جس کی وجہ سے بیچارہ سقراط واجب القتل ٹھہرائے جانے کے بعد بھی کئی مہینے تک قید خانے مین پڑا رہا - قید مین وہ نہایت ہی استقلال وپامردی سے موت کا انتظار کرتا تھا - یہ بھی غنیمت تھا کہ اُس کے شاگردون اور عزیزون کو اجازت تھی کہ جب اور جس وقت چاہین اُس سے آکے مل جایئن -

اب جہاز کے آنے کو دو ہی چار روز رہ گئے تھے۔ اور اُس کے شاگرد اور قدردان تنے ہوئے تھے کہ قیامت کی گھڑی سر پر آیا چاہتی ہے۔ انھین دنون اُس کا شاگرد رشید اقریطون قید خانے مین اُس سے آکے ملا۔ اور بولا "جہاز آج ہی کل مین آیا چاہتا ہے۔ پھر اُس کے آجانے کے بعد کوئی تدبیر نہ بن پڑے گی۔ مین نے داروغہ محبس کو راضی کر لیا ہے کہ چار سو درہم لے کے آپ کو نکل جانے کا موقع دے دے۔ آپ بس اتنا کیجیے کہ رات کو چپکے سے نکل کے روم مین چلے جائیے۔ جہان آپ آزادی سے رہین گے۔ اور کوئی آپ کا بال بیکا نہ کر سکے گا۔" سقراط نے کہا "اقریطون۔ تم جانتے ہو کہ مین چار سو درہم کا بندوبست کسی طرح نہین کر سکتا نہ اتنا روپیہ نقد میرے پاس موجود ہے۔ اور نہ اتنا اسباب رکھتا ہون کہ اُسے بیچ باچ کے فراہم کر سکون۔" اقریطون بولا "میرا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ روپیے کی فکر کیجیے۔ اس کا بندوبست مین کرون گا۔ آپ صرف اتنا کیجیے کہ قید خانے سے نکل کے چلے جائیے گا۔" اس کا جواب سقراط نے یہ دیا کہ "یہ سزا جو مجھے دی گئی ہے خود اپنے وطن اور اپنی قوم کی طرف سے دی گئی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ان لوگون نے مجھے قید کیا۔ اور قتل کرنا چاہتے ہین۔ اور پھر یہ بھی جانتے ہو کہ مین اس سخت سزا کا مستحق نہین ہون۔ نہ مین نے کوئی جرم کیا ہے۔ نہ کسی کا کچھ بگاڑا ہے۔ بلکہ میرا جرم صرف یہ ہے کہ ظلم و طغیان کی مخالفت کرتا ہون۔ اور لوگون کو کفر و الحاد اور خدا کی ناشکری سے روکتا ہون۔ بت پرستی کو برا کہتا ہون۔ اور شرک کی برائیان ظاہر کرتا ہون۔ میری یہ حالت کسی طرح بدل نہین سکتی۔ جہان جاؤن گا اور جب تک زندہ رہون گا اسی اصول پر قائم رہون گا۔ اور یونہین لوگون کو ہدایت کرنے کی کوشش کرون گا۔ پھر روم مین کیا ہے؟ جہان جاؤن گا یہی حال ہوگا اور جس سرزمین پر رہون گا یہی فساد اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور اس کی سزا جب اہل وطن اور دوستون سے ملی ہے تو غیر قوم والے تو اس سے بھی سخت سزا دین گے۔ انھین تو ہم وطنی کا تھوڑا بہت پاس و لحاظ بھی ہوگا۔ مگر غیرون سے اتنی بھی امید نہین کی جا سکتی۔" یہ سُن کے اقریطون بولا "اگر آپ کو اپنے اوپر ترس نہین آتا تو اپنے اہل و عیال اور بال بچون پر تو ترس کھائیے۔" سقراط نے کہا "اس حیثیت سے بھی میرا روم جانا نہین مناسب ہے۔ وہان میرے بعد اُن کا نہ کوئی حامی ہوگا۔ نہ پرسان حال۔ اور یہان تم لوگ موجود ہو جن سے ہر طرح لطف و شفقت کی اُمید ہے۔"
آخر اقریطون لاجواب ہو کے خاموش ہو رہا۔ اور نہایت حسرت و اندوہ کے ساتھ قید خانے سے چلا آیا۔

اس کے تیسرے دن وہ قیامت کی گھڑی آگئی جبکہ سقراط دنیا سے رخصت ہونے والا تھا - صبح ہوتے ہی قید خانے کے باہر تمام شاگردون کا ہجوم ہو گیا - وہ لوگ ہجوم کیے ہوئے تھے کہ قید خانے کا داروغہ دروازہ کھول کے اندر سقراط کے پاس گیا - پھر وہان کی کونسل کے گیارہ ارکان آئے - اور چند لمحہ اُس کے پاس ٹھہر کے چلے گئے - اب سقراط کے پیرون سے زنجیرین کھول دی گئین جن مین ان ایام اسیری مین وہ غریب جکڑا رہا تھا - اور شاگردون اور عزیزون کو اجازت دی گئی کہ اپنے استاد و عزیز کا آخری دیدار دیکھ لین - اجازت پاتے ہی یہ سب لوگ اندر گئے - اور سقراط کے آس پاس بیٹھ گئے - ان لوگون کو دیکھ کے وہ بے نفس حکیم یونان تخت سے اُتر کے زمین پر بیٹھ گیا - اپنی رانین کھول دین - اُن پر ہاتھ پھیرا - بعض بعض جگہ اُنھین ملا اور دبایا - اور حاضرین کی طرف دیکھ کے کہا "خدا کی بھی کیا حکمت ہو کہ ایسی ایسی چیزون کو جمع کر دیا ہو جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہین - کوئی راحت نہین ہوتی جس کے بعد کوئی الم نہ ہو - اور کوئی الم نہین ہوتا جس کے بعد کوئی راحت نہ ہو" - اس وقت تک سب لوگ خاموش بیٹھے نہایت حسرت سے اُس کی صورت دیکھ رہے تھے - یہ جملہ اُس کی زبان سے نکلتے ہی ایک بحث چھڑ گئی - اور جو جس کے دل مین آئی کہنے لگا - چنانچہ سیمیاس اور قیدون نے افعال نفس کے متعلق سوال کیا - اور سقراط نے اس اطمینان - کشادہ خاطری اور خندہ جبینی کے ساتھ جواب دیا کہ گویا اُسے موت کی خبر نہ ہونا درکنار یہ بھی نہین معلوم تھا کہ قید خانے مین ہو - سقراط نفس انسانی پر ایک نہایت ہی دقیق و عمیق لکچر اور محققانہ لکچر دے رہا تھا اور لوگ حیرت سے اُس کی صورت دیکھ رہے تھے کہ یہ دل کا کتنا بڑا مضبوط ہو - ایسا نڈر بے خوف ہو کہ موت کی ذرا بھی پروا نہین کرتا - اور ایسی نازک گھڑی مین بھی اس درجہ ثابت قدم ہو کہ معمولی اخلاق و عادات مین بھی کسی قسم کا تغیر نہین ہوا -

آخر سیمیاس سے ضبط نہ ہو سکا - بولا "افسوس آپ سے نہ کچھ پوچھتے بنتی ہو اور نہ پوچھتے - پوچھتے ہین تو آپ سے چھوٹنے کے خیال سے دل بھرا آتا ہو - اور نہین پوچھتے ہین تو حسرت رہی جاتی ہو کہ ان رموز الٰہی کو آپ کے بعد پھر کس سے پوچھین گے" - سقراط نے کہا "سیمیاس جو کچھ پوچھنا ہو شوق سے پوچھو تمھارے ان سوالون سے مین خوش ہوتا ہون - اور میرے نزدیک تو اس حال اور اس زندگی مین اور اُس دوسرے حال اور دوسری زندگی مین کوئی فرق نہین ہو - یہ تغیر کوئی ایسی چیز نہین ہو کہ اس کا خیال میرے ذوق علم پر غالب آجائے -

اگرچہ اس انقلاب سے یہ ہوتا ہے کہ ہم بہت سے نیک - فاضل - اور لائق - دوستون اور رفیقون سے جدا ہو جاتے ہین - مگر اُن کو چھوڑ کے ہم اُن سے بھی اچھے اُن سے زیادہ فاضل ولائق دوستون اور بھائیون سے جا ملتے ہین - مین اب یہان سے جا کے ہسلاڈس ایاکس اور ارقلیس سے ملون گا" اور اسی طرح اور نامی گرامی فلسفیون اور محققون کے نام لیے نفس کا مبحث ختم ہونے کے بعد شاگردون نے عالم کی ہیئات اور آسمانون کی حرکت کے متعلق سوال کیا - اور پوچھا کہ "غذا مرار اربعہ کی ترکیب کیونکر ہی"- ان مسائل پر بھی بحث کیے - اور اُن سب کا اطمینان کر دیا - پھر دیر تک علوم الٰہی اور اسرار ربانی کے بہت سے رموز بیان کرتا رہا - اور جب اچھی طرح سب کی تسلی و تشفی ہو گئی تو بولا "اب مین جانتا ہون وقت آگیا کہ مین غسل کر کے جہان تک ممکن ہو عبادت کر لون - اور کسی کو اپنی میت کے غسل دینے کی تکلیف نہ دون - مجھے ارمامانی نے بلایا ہی - اور زاؤس کے پاس جانے والا ہون - (یہ بھی قدیم مشہور یونانی ناموَرون کے نام ہین) - اور تم بھی اپنے اہل و عیال کے پاس واپس جاؤ گے" یہ کہتے ہی اُٹھا - ایک کمرے مین جا کے نہایا - اور غسل کے بعد دیر تک وہین مصروف عبادت رہا - اسوقت وہ تو عبادت کر رہا تھا - اور دوسرے کمرے مین اُس کے شاگرد اور پیرو بیٹھے باہم افسوس کر رہے تھے - اور بار بار اُن کی زبان سے نکلتا تھا کہ "افسوس کتنا بڑا حکیم اجل اور پدر شفیق چھوٹا جاتا ہی - اس کے بعد ہم سب یتیم ہو جائین گے"

اب سقراط عبادت کے کمرے سے نکل کے آیا - اپنے بچون اور بیوی کو بلوایا - ایک بڑا بیٹا تھا - اور دو ننھے ننھے بچے تھے جنھین سامنے بلا کے اُس نے رخصت کیا - کچھ سمجھایا بجھایا - اور کہا "بس اب جاؤ" اس وقت موقع پا کے اقریطون نے کہا "آپ ان بچون اور اپنی بیوی کے متعلق ہمین کیا حکم دیتے ہین ؟ اور خود ہمارے لیے کیا فرماتے ہین ؟" جواب دیا "کچھ نہین - جو ہمیشہ کہتا رہا کہ اپنے نفسون کی اصلاح کرتے رہو وہی اب بھی کہتا ہون - اگر تم نے اس نصیحت پر عمل کیا تو مجھے بھی خوش کر دگے اور اُن تمام لوگون کو بھی جو میرے ہم خیال ہین" یہ کہ کے خاموش ہو گیا - اور سب شاگرد بھی خموشی سے اُس کی صورت دیکھتے رہے -

اتنے مین ممبران کونسل کا ایک خادم یا یون کہیے کہ عدالت کا چپراسی آیا - اور اس حکیم اجل کی طرف دیکھ کے بولا "اے سقراط - آپ جانتے ہین کہ مین آپ کی موت کا باعث نہین ہون - آپ

سے یہ حکم ان گیارہ ممبرون نے نافذ کیا ہی جو عدالت فوجداری کے رکن ہین - اور مجھے
اُس کی تعمیل کرانے کا حکم دیا گیا ہی جس کے بجالانے پر مین مجبور ہون - حالانکہ اقرار کرتا ہون
کہ آپ تمام لوگون سے افضل و اعلے ہین - لہذا اس جام زہر کو لے کے پیجیے - اور اُس کے
پیتے وقت جو بیتابی و بیقراری کی حالت طاری ہو اُس کو ضبط و صبر کے ساتھ گوارا کیجیے" پھر اتنی
کہنے کو تو اتنا کہہ گیا - مگر ساتھ ہی آنکھون مین آنسو بھر آئے - اور بے اختیار روتا ہوا اُلٹا
پھرا - سقراط نے اُسی استقلال شگفتگی و بے نفسی سے کہا "مین تمھارا کہنا مانون گا - اور تم کو
الزام نہین دیتا" یہ کہہ کے چند لمحہ سقراط خاموش رہا - پھر اقریطون کی طرف متوجہ ہو کے
پوچھا "یہ شخص تو چلا گیا - میرے لیے شربت مرگ کب لائے گا؟" اور ایک نوجوان سے کہا "ذرا اُسے
بُلا دو تو" نوجوان نے پکارا - اُس کی آواز کے ساتھ ہی سرکاری چپراسی آیا - اور اب اُس
کے ہاتھ مین زہر کا جام تھا - سقراط نے جام ہاتھ مین لے کے بلا تامل بغیر کسی بیتابی کے اور
نہایت بے پروائی کے ساتھ مُنھ سے لگا لیا - گران پایہ اُستاد کو جام زہر پیتے دیکھ کے شاگردون
مین ضبط کی تاب نہ رہی - زار و قطار رونے لگے - اور ہر طرف سے نوحہ و بکا کی آواز بلند
ہوئی - اب سقراط نے پورا جام پی کے اُن لوگون کی طرف توجہ کی - اُنھین کو اس آہ و زاری
سے روکا - اور سمجھانے لگا کہ "اس طرح بے صبر نہ ہو جانا چاہیے - مین نے عورتون کو اس
وقت صرف اسی وجہ سے ہٹا دیا تھا کہ اُن سے ضبط نہ ہو سکے گا" الغرض ایسی باتین کین
اور ایسا حوصلہ بندھایا کہ سب لوگون کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی - اور خاموش
ہو رہے - اب سقراط اُٹھ کھڑا ہوا - اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگا - گویا کسی تکلیف کو دبا اور
ٹال رہا تھا - تھوڑی ہی دیر ٹہلا ہو گا کہ پیرون کی طاقت سلب ہو گئی - اور اُسی سرکاری
آدمی کی طرف مخاطب ہو کے بولا "اب میرے پاؤن بوجھل ہو گئے - اور مجھ مین چلنے کی
قوت نہین ہی" اُس نے کہا "تو لیٹ جائیے" سقراط بلا تامل لیٹ گیا - اور ایک نوجوان
شخص پیر دبانے لگا - دباتا تھا اور بار بار پوچھتا تھا "میرا دبانا آپ کو محسوس ہوتا
ہی؟" جواب دیا "نہین" تب اُس نے بہت زور سے پیر کو دبایا - اور وہی سوال کیا
اور پھر وہی جواب ملا کہ "نہین" اب کمر تک بنڈا سرد اور بے جان ہو گیا - سرکاری آدمی
بولا "بس یونہین یہ حالت جب قلب تک پہونچے گی تو ختم ہو جائین گے" اب اقریطون بیتابی
کے ساتھ پکارا "اے امام حکمت - یہ کیا بات ہی کہ آپ کے حواس اور آپ کی عقل بھی ایسی

جیسی کہ ہماری ہو۔ اس بارے مین کچھ ارشاد ہوئے اب سقراط مین بات کرنے کی تاب نہ تھی۔ مگر زور کرکے بولا "مین تم سے وہی کہتا ہون جو کہہ چکا ہون" یہ کہہ کے ہاتھ بڑھایا اور اقریطون کا ہاتھ لے کے اپنے گال پر رکھ لیا۔ اقریطون نے کہا "جو فرماتے ہون فرمایئے" اس کا جواب بالکل نہ دے سکا۔ بلکہ اب آنکھین پتھرا گئین۔ مگر پھر بھی اتنا ایک جملہ اور اُس کی زبان سے نکلا "مین اپنی جان اُس خدا کے سپرد کرتا ہون جو حکیمون کی روحین قبض کیا کرتا ہو" بس اسی جملہ کے ساتھ اُس حکیم گران پایہ، اُس فلسفی خدا شناس اور اُس غواص دریائے معرفت کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

افسوس زمانے تو نے کیسے کیسے لوگون پر اور کیا کیا ظلم کیے ہین۔ مبارک موت یہ موت ہو کہ دشمن اور قاتل تک کھڑے ہوئے رو رہے ہین۔ یونان نے یہ ایسا فعل کیا جس سے زیادہ شرمناک فعل اُس سے کبھی سرزد نہ ہوا ہوگا۔ اور کیا عجب کہ اس کے انتقام مین اسی گھڑی سے اُس قدیم متمدن و زبردست قوم کا تنزل شروع ہو گیا ہو۔ کیونکہ تھوڑی ہی روز کے بعد سے ہم دیکھتے ہین کہ یونان کی سطوت خاک مین مل گئی اُس کی آزادی ہمیشہ کے لیے چھین گئی۔ اور وہ رومیون کی ماتحتی مین ذلت و غلامی کی تکلیفین برداشت کر رہا ہو۔ افلاطون اس وقت بیمار تھا۔ اور اسی وجہ سے سقراط کی دینداری و شرافت کی موت کا تماشا نہین دیکھ سکا جس کی اُسے زندگی بھر حسرت رہی ہوگی۔ سقراط کے فیض عام کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ جس وقت اُسے زہر دیا گیا ہو۔ اُس وقت اُس کے بارہ ہزار شاگرد ارض یونان مین موجود تھے۔

سقراط کی نیک نفسی۔ پاک باطنی۔ اور اپنے نفس پر قابو حاصل کرنے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ یونان کے اس معمول کے مطابق کہ علما و فضلا کو قوم شادی پر مجبور کرتی تھی تاکہ اُن کی نسل اور یادگار باقی رہے جب سقراط نکاح پر مجبور کیا گیا تو اُس نے خاص اپنی کوشش سے ڈھونڈھ کے اور تلاش کرکے ایسی عورت سے شادی کی جو ساری اثینیہ مین بدمزاج بیہودہ۔ اور بدتمیز مشہور تھی۔ اور اس انتخاب سے غرض یہ تھی کہ اُس کی جہالت پر صبر کر کرکے اور اُس کی بدخلقیان برداشت کر کرکے اپنے نفس کو اس قابل بنائے کہ عوام کالانعام اور خود پرست اُمرا کی بدتمیزیان اور سرکشیان برداشت کی جا سکین۔ شاید نفس کُشتی کا اس سے زیادہ مکمل اور سخت نمونہ دنیا مین کوئی اور شخص نہ دکھا سکا ہوگا۔

افسوس وہ مر گیا - اُس کے کارنامے ہمارے لوح دل پر لکھے ہوئے ہیں - اور ان مذکورہ واقعات کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے پھر رہی - مگر ناظرین اتنا ہی نہیں میں چاہتا ہوں کہ اُس حکیم خدا پرست کی تصویر بھی آپ کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی - ذرا متوجہ ہو کے اس مظلوم موحد کی تصویر دیکھیے - ایک متوسط القامت شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے گورا چٹا - سرخ و سفید - آنکھیں کرنجی - ہڈیاں بڑی بڑی اور چوڑی - اگرچہ چہرہ بنوا ہو نہیں بلکہ بدصورت کہنا چاہیے - مگر داڑھی خوب لمبی ہے - سینہ پتلا ہے - دونوں شانوں میں فاصلہ بھی کم ہے - اُس کے جسم کو بہت دیر میں حرکت ہوتی ہے - مگر بات جاری کرتا ہے - اور پھر یہ بھی ہو کہ کوئی سوال کیجیے تو پہلے سر جھکا کے غور کرے گا - تب جواب دے گا - جواب میں الفاظ بہت تھوڑے ہوتے ہیں - لیکن ایسے معنی خیز کہ انسان کی تشفی ہو جاتی ہے - اور پھر کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں باقی رہتی - گفتگو نہایت ہی فصیح اور بے لغزش ہوتی ہے - خلوت و تنہائی کو پسند کرتا ہے - کھانا پینا بہت کم ہے - لباس کی طرف سے بھی بے پروا ہے - زیادہ زندگی عبادت الٰہی میں صرف ہوتی ہے - موت کو اکثر یاد کیا کرتا ہے - اور ریاضت و نفس کشی میں منہمک رہتا ہے -

سقراط کی عمر میں اختلاف ہے - زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ اُس کی عمر ستر برس کی ہوئی اس لیے کہ شربت مرگ پینے سے چند ہی روز پیشتر اُس نے جو معذرت نامہ مجسٹریٹوں کے سامنے پیش کیا تھا اُس میں یہی عمر بتائی ہے - اگرچہ بعض مورخین اسی برس کی اور بعض کچھ اوپر سو برس کی بتاتے ہیں - بہرتقدیر جس سن اور جس عمر میں ہو اُس نے نہایت ہی قابل فخر اور ہمیشہ یاد رہنے والی شہادت بڑھاپے میں حاصل کی - حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا -

توسیع میدان سخن

نظم غیر مقفی کے متعلق ہم نے جو کوشش شروع کی تھی اب اُس کی جانب زیادہ توجہ ہوتی معلوم ہوتی ہے - ایک لائق دوست کا ایک خط ہم اکتوبر کے دلگداز میں شائع کر چکے ہیں پنجاب آبزرور کے روشن خیال ایڈیٹر صاحب نے اپنے پرچے کے ایڈیٹوریل پر اس نظم کے متعلق ایک عمدہ ریمارک کیا ہے جو لوگوں کو زیادہ قدردانی پر آمادہ کرتا ہے - اور

سب سے زیادہ خوشی کی بات جس سے بہت کچھ کامیابی کی اُمید کی جاسکتی ہو یہ ہو کہ ہمارے مخدوم و مکرم جناب مولانا میر علی حیدر صاحب طباطبائی جو نظام کالج حیدرآباد کے عربی پروفیسر ہین اور علما و شعرا دونون طبقون مین نہایت ہی مقبول و مستند تسلیم کیے گئے ہین اُنھون نے بھی اس جانب توجہ شروع کی ہے ہمین مولانائے ممدوح کی شاگردی کا فخر حاصل ہو اور ہم نے اُن کے آگے بہت دنون زانوے شاگردی تہ کیا ہو۔ اپنے ایسے گران پایہ اور فاضل استاد کو اس میدان مین جوہر کمال دکھاتے دیکھ کے ہم کو بڑی مسرت ہوئی اور یقین ہو کہ اب اُن کی سرپرستی سے اِس جدید نظم کو پوری کامیابی حاصل ہوگی۔ اگرچہ جناب مولوی علی حیدر صاحب اس نظم کو نظم نہین تسلیم کرتے بلکہ نثر کہتے ہین مگر اُسے بہت پسند کرتے ہین۔

اس موقع پر ہمین جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے۔ جوڈیشل سکرٹری نواب مدار المہام سرکار عالی حیدرآباد دکن کا مشکور رہنا چاہیے جنھون نے مولوی علی حیدر صاحب سے ایسی نظم کہلوا کے ہمارے پاس بھجوائی۔ لیکن مولوی عزیز مرزا صاحب کے لیے یہ کوئی نئی بات نہین۔ اس لیے کہ وہ جیسے وسیع النظر اور علم دوست رئیس قوم ہین ویسے ہی اور اُسی کے مناسب زبان اُردو کی بھی مربی گری کر رہے ہین اور اُس کی ترقی مین پوری کوشش فرما رہے ہین۔

اب ہم اپنے اُستاد مولانا کی بلینک ورس نذر ناظرین کرتے ہین۔

بلینک ورس یعنے نثر مرجز بوزن رباعی

(از جناب مولانا مولوی میر علی حیدر صاحب طباطبائی مدظلہ)

(۱)

ہین نثر کی تین قسمین مشہور۔ اُن مین
اک نثر مرجز بھی ہو۔ یعنی وہ کلام
جس مین کہ ہو وزن شعر اور قافیہ کی
قید اُس مین نہو۔ رہین معانی آزاد

(۲)

ظاہر مین تو اک سہل سی ہو بات مگر
اب تک نہ قدم کسی کا اُٹھا۔ یعنی
اتنا مسیدھا یہ راستہ ہو جس مین
آثار کہین نقش قدم کے بھی نہین

(۳)

یا یون سمجھو کہ قافیہ ایک عصا
تھا ہاتھ مین اک ضعیف کے جب اُس کو
چھوڑا تو قدم اُٹھانا دو بھر ہوا کیون؟
العادۃ کا لطبیعۃ الثانیتہ -

(۴)

رامش گر تازہ مشق گویا تھا قلم
جو قافیہ کی تال پہ کرتا تھا رقص -
موقوف ہوئی تال تو بھولا ہی وہ ناچ -
حیران کھڑا ہوا ہے انگشت بلب -

(۵)

اک شخص کو بیڑیان پہن کر چلنے
کی مشق جو ہو گئی ہے تو اب ہی یہ حال
گر پاؤن سے اُس کے کاٹ دین یہ لنگر
ہو مرکز ثقل کا سنبھلنا دشوار -

(۶)

عادت تو یہ تھی کہ ہر قدم پر جھنکار
زنجیر کی سُن کر وہ اُٹھاتا تھا قدم -
کچھ دار و مدار اس مین پڑا ہے اب وہ
زنجیر جو کاٹ دی تو چلنا بھولا -

(۷)

رکھتا ہی کہین قدم تو پڑتا ہو کہین -
جاتا ہی اُدھر تو آنکلتا ہی اِدھر -
ٹھوکر کا بھی اُس کو ڈر ہی ٹکر کا بھی خوف -
گر پڑنے کا اندیشہ ہی اوچھر کا خیال

(۸)

آزادہ روی مگر ہی جن کا شیوہ
رشک آتا ہی دیکھ دیکھ کر چال اُن کی
منزل کی طرف رواں ہین کیسے سرگرم -
ہین پاؤن مین بیڑیان نہ ہاتھون مین عصا -

(۹)

نظری اُن کا ہی رقص اور سب طبعی
اُن کی ہین گتین بسان رقص طاؤس -
سچے اُن کے ہین راگ سارے اصلی
اُن کی ہین دُھنین بسان صوت بلبل -

(۱۰)

قدرت کے کرشمون سے اُنھون نے تعلیم
پائی ہی - نہین تال کی اُن کو حاجت -
بادل کے گرجنے پہ ہی مورون کا رقص -
کلیون کے چٹکنے پہ عنادل کا سرود -

(۱۱)

ہی ویسا ہی رقص جس طرح کا ہی نشاط -
ویسا ہی سرود بھی ہی جس نوع کا وجد -
یہ بات نہین کہ ہی ارادہ تو کچھ اور -
اور قافیہ لے چلا کسی اور طرف -

(۱۲)

اس طرز مین قصد خامہ فرسائی کا
مجھکو بھی تھا لیکن یہی آتا تھا خیال
سب لوگ کہین گے بے تکے ہین یہ شعر -
ہر شخص کہے گا بے مزہ ہی یہ بیان -

(۱۳)

پر کھینچ لیا مرا گریبان یہ کہہ کر

شوق سخن نے کہ نہ رہا جائے خموش

داد اس کی نہیں جو کوئی دینے والا

تو چل کے سنا عزیز مرزا خان کو

(۱۴)

لکھا ہے مسجع و مرجبہ کا یہ

تو نے جو تقابل - اک مرقع کھینچا -

ہون لاکھ جو ناشناس اس کا نہیں غم -

اک نکتہ شناس لاکھ پر بھاری ہے -

انجمن دائرہ

ہمارے مخدوم و معزز دوست منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ و آزاد نے زبان اُردو کو ترقی دینے کے لیے ایک نہایت ہی عمدہ اور مفید کوشش شروع کی ہے ہمین یقین ہے کہ ہندوستان کے تمام لائق بزرگ ہر طبقہ کے باکمال اور ہر فن کے ماہر اس کارروائی مین بہت خوشی سے شریک ہون گے - اور اُن کو اس مین کسی قسم کا عذر نہ ہو گا کہ جس کارروائی کی بنیاد ہمارے دوست نے ڈالی ہے اُسے اپنی قوت بازو سے بھی مدد دین - وہ کوشش یہ ہے کہ منشی صاحب ممدوح نے "دائرہ" نام ایک انجمن قائم کی ہے جس کی غرض یہ ہو گی کہ اُردو زبان کے ذریعے سے مذاق علمی کی اشاعت اور نظم و نثر اُردو کی اصلاح و ترقی کی جائے اس انجمن کے اصول و ضوابط منشی صاحب موصوف نے ۹- رجب ۱۳۱۸ھ کے اخبار مین شائع کیے ہین - اور جہان تک اُن پر غور کیا جاتا ہے نہایت پسندیدہ ہین - اس مین ذرا بھی شک نہین کیا جا سکتا کہ اُردو زبان ملک کی عام زبان بن گئی - اور کوئی دینی یا دنیاوی علم و فن اُس وقت تک عام فہم اور عام ملک کے لیے مفید نہین ہو سکتا جب تک اُس کے مسائل اُس کی ملکی زبان مین نہ شائع کیے جائین - بے شک رفتار زمانہ روز بروز انگریزی کو ترقی دے گی - اور جو جو زمانہ قدم آگے بڑھائے گا - انگریزی زیادہ وقعت حاصل کرتی جائے گی - مگر انگریزی اُردو کو مٹا نہین سکتی - گھڑی بھر کے لیے ہم یہ بھی مانے لیتے ہین کہ اُردو کو انگریزی بگاڑ دے گی - اُس مین انگریزی کے الفاظ اور محاورے زیادہ شریک ہون گے لیکن یہ نہ ہو گا کہ اُردو زبان مٹ جائے -

ایک زمانے مین پنجاب یونیورسٹی اور سرسید کے مابین اس مسئلہ نے بہت اختلاف پیدا کیا تھا

سید صاحب ابتداءً اسی کے طرف دار تھے کہ اُردو مین ہر علم و فن کی کتابین ترجمہ کی جائین
مگر آخر مین اُنھون نے اس سے اختلاف کیا۔ اور اس امر پر زور دینے لگے کہ جب تک
ہندوستانی طلبہ انگریزی نہ پڑھین ترقی نہین کر سکتے۔ جس طرز اور جس عنوان سے یہ بحث
سید مرحوم نے اُٹھائی تھی اُس حد تک ہم بھی اُس کے موید ہین۔ حکومت اور دنیا کی موجودہ
حالت نے یہ بات ضرور پیدا کر دی ہو کہ ہندوستانی لڑکے جب تک انگریزی زبان مین ترقی
نہ کرین اِس زمانے کے اغراض کے مطابق کامیاب نہین ہو سکتے مگر اُنھین کامیاب
ہونے کے بعد بھی جس زبان مین علوم سے زیادہ مدد مل سکتی ہو وہ یہی اُردو زبان ہو
ہم عصر آزاد کا یہ کہنا بالکل صحیح ہو کہ اہل ملک کا ایک خاص طبقہ ضرور اس قابل
ہو سکتا ہو اور ہو گیا ہو کہ انگریزی زبان کی کتابون سے علوم و فنون مین مدد لے سکے
لیکن ہر فن کے کاریگر ہر پیشہ کے جاننے والے انگریزی دان نہین ہو سکتے اُن کے
لیے واقفیت و ترقی کا خزانہ اُردو ہی مین ہونا چاہیے۔ انگریزی ہندوستانیون کے
لیے اتنی مشکل زبان ہو کہ اُن کی عمر کا بہت زیادہ حصہ صرف زبان کے حاصل کرنے مین
صرف ہو جاتا ہو۔ انگریز لوگ صرف رسم خط اور طریقۂ تحریر سیکھ لینے اور چند کتابین پڑھ
لینے کے بعد جو رُتبہ حاصل کر لیتے ہین وہ ہندوستانیون کو نفس زبان کی حیثیت سے
گریجویٹ ہونے اور پچیس برس کی عمر تک سر کھپانے کے بعد بھی نہین حاصل ہو سکتا۔
اور اتنے دنون کی محنت و مشقت کے بعد طالب علم اس قدر اُکتا جاتا ہو کہ پھر کسی علم و
فن کی طرف توجہ نہین کر سکتا صرف یہی چیز ہو جس کے سبب سے تمام طالب علم کالج اور اسکول
چھوڑتے ہی نوکری ڈھونڈھنے لگتے ہین۔ اور دنیا کے تمام علوم و فنون کی جانب
سے اُن کی توجہ ہٹ جاتی ہو۔ اہل حرفہ اور مختلف پیشون والے جو اپنے لڑکون کو کسی
پیشہ مین لگانا چاہتے ہین یا کوئی صنعت سکھانا چاہتے ہین وہ مجبور ہین کہ تعلیم کی طرف
سے بے پروا ہو جائین۔ کیونکہ تعلیم اُن کی اولاد کو اُس پیشہ سے محروم کر دے گی۔ لیکن
اگر اُنھین معلوم ہو جائے کہ زبان اُردو مین خاص اُس فن کے متعلق اُنھین بہت کچھ
مدد مل جائے گی اور اُن کے حرفہ اور پیشہ کے متعلق واقفیت حاصل کرنے اور نئی نئی
ایجادین دریافت کرنے کے لیے اُردو کافی ہو اور اُردو زبان پڑھ لینے کی لیاقت پیدا
کرنے کے لیے صرف تھوڑے زمانے اور تھوڑی محنت درکار ہو تو وہ بلا تامل اُردو کی

کی طرف توجہ کرین گے اور تعلیم عام ہوجاے گی -

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ مختلف زبانون کے جاننے سے انسان زیادہ سے زیادہ وقعت حاصل کر لیتا ہو۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ غیر قوم کی زبان کے ذریعے سے کسی ملک و قوم مین تعلیم عام نہین ہو سکتی ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہو کہ ممالک یورپ مین تعلیم عام ہو اور اُس ملک کے سب لوگ تربیت یافتہ ہین اس کا یہ مطلب ہو کہ وہان ہر شخص اپنی ملکی زبان کو لکھ پڑھ سکتا ہو۔ اسی طرح اگر ہندوستان مین بھی علم و فن عام کرنے کی ضرورت ہو تو سوا اُردو زبان کے اور کوئی زبان نہین منتخب کی جا سکتی -

انجمن دائرہ کی کوشش ہونی چاہیے کہ دلچسپ اور مذاق کی کتابون کے ساتھ ساتھ ہر علم و فن کے متعلق ترجمہ یا تالیف کرا کے چھوٹے رسالے شایع کرلے ۔ جو ہمارے پیشہ ورون کے معین ہون ۔ اور انھین یقین دلائین کہ بچون کو اُردو پڑھا دینے سے وہ خاص اپنے پیشون کے متعلق کیسا عملی فائدہ اُٹھا سکتے ہین ۔ ہمارے یہان کے کاریگر اور اہل پیشہ اپنے کامون مین بہت کچھ ناقص اور نہایت ہی تنگ خیال ہین ۔ انجمن دائرہ اس ذریعے سے اُن کا یہ مرض چھڑا کے اُنھین بہت ترقی دلا سکتی ہو۔

انگریزی کے عام مذاق اور نوکری کے شوق نے یہ بڑی خرابی پیدا کی کہ فلسفی تو بہت پیدا کر دیے مگر کاریگر اور اہل حرفہ ایک بھی نہین پیدا کیا ۔ حالانکہ جن ملکون مین تعلیم عام ہو اور جہان تعلیم سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہو وہان سب فلسفی نہین ہو جاتے بلکہ مختلف فنون و صنائع کی طرف توجہ کرتے ہین ۔ ہندوستان مین یہ جتنی شکایتین ہین کہ مذہب بگڑا جاتا ہو۔ قومیت مٹتی جاتی ہو۔ ملکی رسم و رواج پر حملے ہوتے ہین یہ سب اسی بات کی برکت ہو کہ موجودہ تعلیم صرف فلسفی بناتی ہو اور اس کے سوا اور کسی کام کا نہین رکھتی اگر انجمن دائرہ نے اس خرابی کو مٹا دیا اور اہل پیشہ کو اُن کے مذاق کا لٹریچر دیا تو ملک پر سب سے بڑا احسان کرے گی -

انھین دنون ایک نئی اُردو ایجنسی ایک باضابطہ کمپنی کی حیثیت سے کھلنے والی ہو جس کا سرمایہ پانچ ہزار سے کم نہو گا اور سو سو روپیہ کے حصے رکھے جائین گے۔ اور غرض اُس کی یہی ہو کہ ملک کو اُسی کی زبان مین اُس کے مذاق اور اُس کے منافع کے مطابق کتابین دی جائین ۔ اس کمپنی مین بابو جے نرائن صاحب ایڈیٹر رسالہ نا دل منشی نثار حسین

صاحب نثار ایڈیٹر پیام یار ۔ منشی قدرت اللہ صاحب ایڈیٹر لبرل ۔ منشی نوبت رائے صاحب ایڈیٹر خدنگ نظر اور ایڈیٹر دلگداز وغیرہ شریک ہین اور چند ہی روز مین اُس کے اصول وضوابط شایع کر دیے جائین گے ۔ بہتر ہو کہ ہمارے لائق دوست منشی سجاد حسین صاحب اُسے بھی اپنی شرکت سے عزت دین ۔ اور انجمن دائرہ اُسی ایجنسی سے اپنے اغراض کے مطابق کام لے ۔ اگر سب نے اتفاق سے کام کیا تو خدا اُس مین برکت دے گا ۔

قدر افزایان دلگداز

دلگداز نمبر ۱ - جلد ۸ - بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹ع تمام خریدارون کی خدمت مین حسب ضابطہ ویلیو پے ایبل روانہ کیا جائے گا ۔ جن صاحبون کو آیندہ سال خریداری نہ منظور ہو ایک کارڈ بھیج کے فوراً منع کر دین ۔ ورنہ اُن کے سکوت سے یہی خیال کیا جائے گا کہ وہ اجازت دیتے ہین ۔ اور منع بھی نہ فرمائین اور ویلیو بھی واپس کر دین یہ امر قطع نظر ہماری نقصان کے یقین ہے کہ اُن کی شان کے بھی خلاف ہو گا ۔ الملتمس ایڈیٹر دلگداز

فیثاغورس

یہ عالی مرتبہ اور گران پایہ حکیم اُن فخر روزگار اور ہمیشہ زندہ رہنے والے یونانی فلسفیون مین ہی جو یونان کے دور اولین مین تھے۔ جنھون نے دنیا کی خاک چھان کے اور مختلف بلاد و امصار سے علوم و فنون کو سیکھ کے یونان کا نام زندہ کیا۔ اور یونان کو وہ یونان بنایا جس کا ہر ملک اور ہر قوم مین ادب کیا جاتا ہی اور جس کی وقعت کا سکہ ہر دل مین بیٹھا ہوا ہی۔ سقراط جس کی زندہ جاوید خدا پرستی اور قابل فخر شہادت کا حال ہم گذشتہ نمبر مین بیان کر چکے ہین اُس کی ولادت سے ایک سو دو سال پیشتر اور حضرت ختم المرسلین صلعم جب توحید و خدا پرستی کی حجت ختم کرنے اور حق تبلیغ و رسالت پورا کر دینے کے لیے عرصۂ وجود مین آئے ہین اُس وقت سے تقریباً گیارہ سو چالیس سال پہلے اس حکیم نکتہ دان نے عرصۂ عالم مین قدم رکھا۔ ارض یونان کے مغربی پہلو مین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہی ساموس۔ اُسی جزیرہ کی خاک کو فیثاغورس کے ایسے زبردست فلسفی کے پیدا کرنے کا فخر حاصل ہی جس کا نام زبان یونان مین کئی مختلف لغوی اختلافات کے ساتھ مشہور تھا۔ بعض فوثاغوراس کہتے تھے اور بعض فوثاغوریا۔ لیکن زیادہ مشہور یہی نام ہی جسے ہم نے زیب عنوان کیا۔

عرب کے مستند مورخون کا بیان ہی کہ مینسارخوس نام ایک متوسط الحال شخص صور نام کسی یونانی شہر مین رہتا تھا۔ اور ساموس کی ایک شریف زادی جس کا نام بوثالیس تھا اور احقابوس نام ایک شخص کی بیٹی تھی اُس کے عقد نکاح مین تھی۔ اس خاتون سے خدا نے اُسے تین بیٹے دیے تھے۔ جن مین سے بڑے کا نام ادنوسطوس تھا۔ منجھلے کا نام طورینوس۔

اور چھوٹا جو ابھی بہت ہی کم عمر تھا فیثا غورس کہلاتا تھا۔ اتفاقاً تین قومین جو ٹیمنی ٰن یمقروٹ اور سقوروٹ کہلاتی تھین شہر صور پر حملہ آور ہوئین اور قسمت نے ایسا پولیٹیکل انقلاب دکھایا کہ یہی قومین صور کی مالک ہو گئین۔ اُنھون نے کمال سختی و جور کے ساتھ اہل شہر کو جلا وطن کرنا شروع کر دیا جن مین بیچارہ مینسارخوس بھی تھا جو اپنی بیوی بچون کو لے کے "و د اع رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہین" کہتا ہوا گھر سے نکلا۔ پہلے چند روز دریا کنارے مقیم رہا پھر اپنی سسرال والون سے مدد ملنے کی اُمید کر کے ذرائع معاش ڈھونڈھتا ہوا شہر ساموس مین پہونچا جہان اُس کی رفیق سفر بیوی کا میکہ تھا۔ یہان کی حکومت و سرداری اُن دنون ایک نیک مزاج اور رحم دل شخص کے ہاتھ مین تھی جو اندروقلوس کہلاتا تھا۔ اندروقلوس اور مینسارخوس مین تھوڑے ہی عرصے مین کچھ ایسا ربط و ضبط بڑھا کہ اندروقلوس نے اپنے غریب الوطن دوست کے نوعمر بیٹے فیثا غورس کو جو سب مین چھوٹا تھا اور نہایت ہی زکی و ذہین معلوم ہوتا تھا اپنا متبنّیٰ اور بیٹا بنا کے پالنا شروع کیا اور تعلیم دلائی۔ چنانچہ ابتداءً اُسے ادب اخلاق۔ زبان اور موسیقی وغیرہ کی تعلیم دی جانے لگی۔ اِن چیزون مین جب اُسے دستگاہ حاصل ہو گئی۔ تو اُسے شہر ملیطون مین وہان کے ایک مقبول و مستند حکیم اناکسی ماندروس کے پاس بھیج دیا کہ اُس سے علم ہندسہ مساحت ہیأت اور نجوم کو حاصل کرے۔ اناکسی ماندروس کی شاگردی کرنے کے بعد فیثا غورس مین خود بھی علم و حکمت کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا اور اب وہ اپنے ذاتی جوش و شوق سے علم و فن کا دیوانہ تھا۔ ہنوز ابتدائے عمر کا زمانہ تھا کہ ذوق علم نے اعزا و اقارب اور اپنے خاص مربی سے چھڑا کے علاقہ سوریا کے شہر ولیون مین پہونچایا۔ جہان وہ حکیم فارافودس آہی کی خدمت مین پہونچا۔ اور اُس کے علم و فضل و تبحر و کمال سے فیض یاب ہونے لگا۔ فاراقودس نے چند روز بعد سفر شروع کیا۔ اور طلبہ کا جو ہجوم اُس کے ساتھ ساتھ بادیہ پیمائی کرتا ہوا چلا اُس مین نوجوان و نوعمر عاشق علم فیثا غورس بھی تھا۔ راستے مین حکیم فاراقودس بیمار ہوا۔ بیماری نے طول کھینچا۔ اور آخر مین یہ حالت تھی کہ سارے بدن مین کیڑے پڑ گئے۔ اور لوگ پاس بیٹھنے سے بھی احتراز کرتے تھے۔ مگر قدردان و لائق شاگردون نے ساتھ نہ چھوڑا۔ عالی دماغ و نکتہ رس اُستاد کو جس طرح بنا شہر افسوس مین لے گئے۔ یہان پہونچ کے مرض مین اور زیادتی ہوئی۔ اور اہل افسوس کے برتاؤ سے بھی ظاہر ہوا

کہ اپنے بیار کا ٹھہرنا انھین ناگوار ہو تو خود حکیم فارقودس نے جواب شاگردون کے ہاتھ
مین تھا ازراہ افسوس سے کہا "آپ لوگ کیون تکلیف اُٹھاتے ہین؟ مجھے اپنے شہر سے نکال
دیجیے" الغرض خود اپنی درخواست کے مطابق وہان سے بھی نکالا گیا۔ تو اُس کے شاگرد اُسے شہر
ماغانیسیا (مغنیسیہ) مین لے گئے۔ اب خدا کی مشیت مین تھا کہ اُس کی تکلیف ختم ہو جس
کی مرضی سے اُس نے قفس عنصری کو خالی کیا۔ اور فیثاغورس نے نہایت ہی افسوس و اندوہ
سے دیگر تلامذہ کے ساتھ اپنے اُستاد کی لاش کو خاک مغنیسیہ کے سپرد کیا اور علم و فضل کی
جستجو شروع کی۔

یہ شوق اب اُسے بہت دور دور لے گیا۔ حکمت و فلسفہ اور رموز حکمی کی تلاش مین
اُس نے صدہا شہرون اور ملکون کی خاک چھانی مصر مین آیا۔ اور جو کچھ حاصل ہو سکا بخوبی
حاصل کیا۔ مصر مین اُن دنون تین مختلف قسم کے خطوط مروج تھے۔ ایک تو عام خط تھا جس
مین سب لوگ خط و کتابت کرتے تھے۔ ایک بادشاہون کا خط تھا جو فراعنۂ مصر کے لیے
مخصوص تھا۔ ایک خط محض کاہنون اور دینی مقتداؤن کے لیے جو اُس دور مین الٰہیات
کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان تینون قسم کے خطون کو اُس نے سیکھا اور شام مین آیا وہان
ایک زمانے تک شمع علم کا پروانہ بنا رہا۔ سریانی زبان کے علما سے ملا اور اُن کی تحقیقات علمی
سے فائدہ اُٹھایا۔ اور اس کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یہان اُس کی عزت بھی بہت زیادہ کی
جاتی تھی۔ کیونکہ شہر ہرقلہ مین وہان کے بادشاہ سے بہت ربط و ضبط رکھتا تھا آخر جب
یہان کے تمام علمی چشمون سے سیراب ہو لیا تو ارض بابل کی راہ لی۔ جہان کلدانیون یا خلدانیون
کا دور دورہ تھا۔ ستارہ شناسی و ہیئات مین وہ لوگ اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ صابئین کا
مذہب انھین کا ایجاد کیا ہوا تھا۔ اور ہر جگہ ارض بابل کے نجومیون اور کاہنون کا بہت
اعتبار کیا جاتا تھا۔ یہان ان لوگون کی خوب شاگردی اختیار کر کے فیثاغورس نے اپنی
معلومات اور اپنے تبحّر کا دائرہ اور وسیع کیا۔

الغرض اس طرح اُس نے اُس وقت کی مہذب دنیا کا ذخیرۂ علمی پورے کمال کے
ساتھ اپنی ذات مین جمع کر لیا اور نہایت اطمینان و فارغ البالی سے گھر کی راہ لی۔ مگر شوق
علمی کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ہنوز روز اول تھا۔ اس لیے کہ گھر مین آنے کے بعد بھی
یہان اُسے ایک پُرانا تجربہ کار حکیم مل گیا جو ارمودامانطلیس کہلاتا تھا۔ اُس کی شاگردی

اختیار کی۔ اور اُس کے حلقۂ فیض مین شریک ہونے لگا۔ اس حکیم کا نام اگرچہ یہی تھا جو
ہم بیان کر چکے۔ مگر وہ زیادہ تر قراؤ فولیو کے لقب سے مشہور تھا۔ اور الٰہیات کا بڑا
رمز شناس اور دریاے معرفت کا شناور تھا۔ اس سے فائدہ اُٹھانے کے چند روز بعد سے
ایک اور حکیم مل گیا جو ارہودامانیس نام اور افردتولیم کے لقب سے شہرت رکھتا تھا۔
اتنے دنون مین تحصیل علم کرنے اور ایسے ایسے دانشور حکیمون سے ملنے کے بعد بھی
اُس کا ذوق علمی کم نہین ہوا تھا۔ دل مین آرزو تھی کہ کسی طرح مصر کے علماے الٰہیات کے
رموز الٰہی وحکمی دریافت کرے۔ اور خرابی یہ تھی کہ علماے مصر اپنے رموز خداشناسی کو کسی
غیر شخص اور اجنبی طالب علم پر نہین ظاہر کرتے تھے۔ گذشتہ سفر مصر مین اس نے رسم خط
اور اور بھی بہت سی باتین سیکھ لی تھین۔ مگر اصلی علم حکمت کا دروازہ اپنے اوپر بند پایا تھا
اتفاقاً قیام وطن کے زمانے مین اُس سے ساموس کے مذہبی مقتدا اور سب سے بڑے
پوجاری فولو قراطیس سے ملاقات ہوگئی۔ اور چند روز مین بہت راہ و رسم بڑھا۔
فولو قراطیس سے اور فرعون مصر سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ لہذا ایک دن فیثا غورس
نے اس پر اپنی یہ آرزو ظاہر کی کہ کسی طرح مین کاہنان مصر اور دربار مصر کے علماے
علم وحکمت حاصل کرتا۔ فولو قراطیس نے فوراً اُسے ایک سفارشی خط دے کے فرعون
مصر اماسیس کے پاس بھیجا۔ فیثا غورس فوراً وطن چھوڑ کے مصر مین پہونچا اور اماسیس سے
ملا۔ فرعون نے اُس کی طباعی دیکھ کے اور اُس کو زکی و ذہین پا کے نہایت قدر و منزلت
سے لیا۔ اعزاز واکرام کیا۔ اور مصر مین جو نہایت ہی معزز علماے روحانیات اور تمام
کاہنون کے سردار تھے اُن کے پاس اُسے بھیج کے اُنھین لکھ بھیجا کہ اس یونانی طالب
علم کو اپنے علم حکمت اور رموز الٰہی سے ماہر بنا دین۔ یہ شاہی حکم اور فرعون کا فرمان
لے کے فیثا غورس شہر عین شمس مین گیا جہان آفتاب کا مندر تھا اور جو تمام اہل مصر
کا مذہبی مرجع و مرکز بنا ہوا تھا۔ اُن لوگون سے ملا۔ اور فرعون کا حکم دکھایا۔
مصر والون مین کسی غیر شخص کو اپنا علم الٰہی سکھانا حرام تھا۔ اور اس بارۂ خاص مین
وہ بہت ہی بخل کرتے تھے۔ مگر فرعون کے حکم سے انحراف کرنا بھی غیر ممکن تھا۔ ابتداءً
تو اُنھون نے کوشش کی کہ اس یونانی طالب علم مین کوئی عیب و نقص نکال کے
اس حکم کو ٹال دین۔ اس لیے کہ اُن دنون جب تک انسان صحیح وسالم تمام اعضا

درست اور کل قویٰ کے لحاظ سے مکمل نہو علم الٰہی کے طلبہ مین نہین شمار کیا جاتا تھا۔ الغرض کاہنون نے اُس کے قویٰ و اعضا کا پورا امتحان کرنا شروع کیا مگر جب کوئی عیب نہ نکال سکے تو مجبور ہوئے۔ اور سوچنے لگے کہ اب کس طریقے سے اس غیر ملکی اور غیر مذہب طالب علم کو ٹالین۔ آخر یہ تجویز قرار پائی کہ یہ یونانی طالب علم شہر دیوسپولس کے کاہنون اور علما کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ از سر نو معائنہ کرین۔ اور جب اُن کے امتحان مین بھی پورا اُترے تو تعلیم دی جائے۔ غریب فیثاغورس وہان گیا۔ مگر وہان والے بھی اُس مین کوئی جسمانی و ذہنی نقص نہ نکال سکے۔ یہ بات بھی اُن لوگون کے دل مین آئی کہ اس پر کوئی بے بنیاد الزام لگا دیا جائے۔ مگر غرض اُس کے موافق نظر آیا۔ اور جان کے خوف سے کسی کو اس کی جرأت نہوئی۔

اب اُس کے علم سے محروم رکھنے کی ایک تیسری کوشش یہ کی گئی کہ تحصیل الٰہیات اور رموز ربانی کا طالب بننے کے لیے ایسی ایسی شرطین اور ایسے ایسے پرہیز بتائے گئے جو نہایت ہی سخت و دشوار تھے علی الخصوص زیادہ تر ایسی باتین بتائی گئین جو یونان والون کے مذاق عادت اور مذہب کے خلاف تھین۔ یہ شرائط پیش کر کے وہ لوگ مطمئن ہو گئے کہ نہ اس یونانی طالب علم سے یہ شرطین پوری ہون گی اور نہ ہمین سکھانے کی زحمت اُٹھانی پڑے گی۔ مگر جب دیکھا کہ اُس نے سب شرطون کو قبول کر لیا اور اُن پر عمل درآمد بھی شروع کر دیا تو سب گھبرا گئے۔ اور اب تعلیم دینے پر مجبور تھے۔

الغرض یون مصر کے کاہنون کو مجبور و عاجز کر کے فیثاغورس نے اُن کے علوم الٰہی و روحانی سیکھنا شروع کیے۔ ذہن اور شوق نے چند ہی روز مین اُسے سب سے بڑا باکمال حکیم الٰہی ثابت کر دیا۔ اور جو شرطین کاہنون کی طرف سے پیش کی گئی تھین وہی اُس کی ترقی و ناموری کا ذریعہ بن گئین۔ اس لیے کہ اب مصر مین اُس سے زیادہ عابد و زاہد کوئی شخص نہ تھا۔ اُس کے زہد و تقویٰ اور خدا پرستی پرہیزگاری کی وادی نیل مین ہر جگہ دھوم تھی۔ یہان تک کہ اُس کی اس لیاقت و ترقی کا حال خود اماسیس فرعون مصر کو معلوم ہوا جس کے سامنے وہ پہلے پہل محض ایک طالب علم کی حیثیت سے آیا تھا۔ وہ اس قدر مہربان ہوا کہ اُسے خاص کاہنان مصر مین شامل کر لیا۔ اور قربانی کی چیزین جو دیوتاؤن پر چڑھائی جاتی تھین اُن کی نگرانی و تعمیل اُس کے سپرد کر دی۔ اب مصر کی تمام نذرین اور

قربانیان اُسی کے ذریعے سے دیوتاؤن پر چڑھا کرتی تھین - اور یہ ایسی خدمت تھی جو اِس وقت تک کبھی کسی غیر ملکی شخص کو نہین دی گئی تھی -

اس درجۂ کمال پر پہونچنے کے بعد اور خود مقتدایان مصر کے سامنے اپنی لیاقت کا پورا ثبوت دے کے فیثاغورس نے فراعنہ کی زمین کو چھوڑ دیا - اور اپنے وطن ساموس مین واپس آیا یہان آتے ہی اُس نے ایک مکان تعمیر کرا کے اُس کو مدرسۂ حکمت قرار دیا - جس مین اطراف و جوانب سے لوگ آ آ کے تعلیم پاتے اور اُس کی بڑی محنتون سے حاصل کی ہوئی لیاقت کو گھر بیٹھے اور بغیر سفر کی زحمت اُٹھائے حاصل کرتے - ایک بیت الحکمت اُس نے شہر کے باہر بھی قرار دیا تھا - جس مین اکثر اوقات طالبان علوم کو ساتھ لے جا کے بیٹھتا اور یہان بھی اکثر شائقین علوم کا مجمع رہا کرتا تھا - مگر اپنی درس گاہ مین بھی علم الٰہی اور حکمت و فلسفہ حاصل کرنے والون کے لیے اُس نے ایک بڑی سخت قید لگا رکھی تھی - وہ یہ کہ ہر طالب علم کے لیے ضروری تھا کہ مدرسہ مین شریک ہونے سے پیشتر پانچ سال تک خاموش رہے - اور کوئی بات نہ کرے - اور جب یہ خموشی کی شرط استقلال و پابندی کے ساتھ پوری کر لے تو فلسفہ سیکھنے کا ارادہ کرے - یہ ایسی سخت ریاضت تھی جس کے بہت کم لوگ متحمل ہوے ہون گے - لیکن اگر غور سے دیکھیے تو اس سے اچھی اور مفید کوئی ریاضت و نفس کشی نہین ہو سکتی - جو شخص پانچ سال تک خاموش رہے گا اُس سے زیادہ کسی کو اپنی زبان اور اپنے خیالات پر قابو نہین ہو سکتا - اور اتنی مدت مین ضرور ہے کہ نفسانی جذبات دل کے اندر قید رہتے رہتے بالکل مردہ ہو جائین - ہمارے روحانی فلسفی بھی کہتے ہین کہ رموز وحدت و معرفت سیکھنے والے کے لیے ضرور ہے کہ جو کچھ دیگر ذرائع سے پڑھا ہوا ور اس ظاہر پرستی کی دنیا مین جو کچھ سیکھا ہو سب کو بھلا دے - اور دل کو تمام دیگر قسم کے خیالات سے معرّیٰ کر لے تب دریاے وحدت مین اُترے - لیکن اس بات کے حاصل کرنے کا اس ریاضت سے بہتر عملی طریقہ کوئی نہین ہو سکتا - اُس کے مدرسہ مین طالب علم کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ خموشی کا طولانی چلہ کھینچ لینے کے بعد اپنا تمام مال و اسباب لا کے طلبہ کے عام خزانے مین داخل کر دے - جو سب کی مجموعی جائداد تھا - اور جس مین سے سب بقدر ضرورت لے سکتے تھے - فیثاغورس ہی نے خداشناسی و معرفت الٰہی کے علم کا نام فلسفہ رکھا - اُس سے پیشتر یہ لفظ نہین ایجاد ہوا تھا - لہذا یہ کہنا چاہیے کہ دنیا مین سب سے پہلا فلسفی فیثاغورس ہی ہے -

خدا کے متعلق اُس کے خیالات متصوفین اور یونانی متامین کے ایسے تھے۔ اور خاصتہً حکیم بندقلیس حکیم الٰہی یونانی کے اصول کا پیرو تھا۔ کہتا ہے "اس عالم طبیعی کے اوپر ایک اور عالم روحانی و نورانی ہے جس کی خوبیون کو عقل انسانی نہین محسوس کر سکتی۔ مگر ہر نفس پاک اپنے تجرد اور اپنی روشن ضمیری کے لحاظ سے اُس عالم کا مشتاق ہے۔ انسان کبر و نخوت چھوڑنے افعال نیک کرنے بغض و حسد سے باز آنے کی بدولت اُس عالم نور مین باریاب ہونے کا مجاز ہو جاتا ہے۔ اور اُس پر رموز حکمی و روحانی کھل جاتے ہین" اُس کے قیام مصر و شام کی وجہ سے لوگ کہتے ہین کہ الٰہیات کے مسائل اُس نے بنی اسرائیل کے خزانۂ معرفت سے لیے اور بواسطہ حضرت سلیمان کے خوشہ چینیون مین تھا۔ علم ہندسہ اُس سے پیشتر یونان مین نہ تھا۔ یہی پہلا شخص ہے جس نے اس علم کو مصر والون سے سیکھا۔ اور اُسے یونانیون مین پھیلایا۔ موسیقی کو بھی اُس نے اگرچہ غیر قومون سے حاصل کیا۔ مگر یونانی نغمون اور اُس زبان کی موسیقی کی حیثیت سے اُسے موجد کا رتبہ حاصل ہے۔ یہ غالباً اسی حکیم کا ایجاد کیا ہوا مسئلہ ہے کہ علم موسیقی بلحاظ تال۔ زیر و بم۔ اور ترتیب و توالی اصوات کے علم ہندسہ کے ماتحت اور ریاضی مین شامل ہے۔ اُس کا دعوی ہے کہ جس طرح آواز خوش خود ہی چل کے انسان کے کان مین آتی ہے اسی طرح تمام لذتین خود ہی حواس انسانی کی طرف مائل ہین۔ لہذا انسان اگر بے صبر بن کے خود اُن کا مشتاق بن جائے اور اُن کی تلاش مین نکلے تو دیوانہ ہے۔ وہ بقائے نفس کا بھی معتقد تھا۔ اور اس کے ساتھ تمام دیگر فلسفیان قدیم کی طرح تناسخ کا بھی قائل اور حامی تھا۔ ترک حیوانات کو بھی اُس نے ذریعۂ تصفیۂ نفس قرار دیا تھا۔ اور خود سوا اُن جانورو کے جو دیوتاؤن پر قربانی چڑھائے جاتے تھے اور کسی جانور کا گوشت نہ کھاتا تھا۔

وہ سب سے اہم مسئلہ جو آج کل بہت زیادہ مشہور ہوا اور جس کے لحاظ سے فیثا غورس کے عقل و دانائی کی تعریف کرنا چاہیے اُس کا نظام شمسی ہے۔ ساری مہذب دنیا مین پھر کے۔ ہر جگہ کے مشہور و باکمال ہندسون۔ ہیأت دالون۔ اور نجومیون سے مل کے اور پھر اپنی عقل اور اپنے اجتہاد سے کام لے کے اُس نے اس آسمان و زمین اور ان نورانی اجرام فلک کے نظام و ترتیب کی نسبت یہ محقق رائے قائم کی تھی کہ آفتاب مرکز کے مقام پر واقع ہوا ہے۔ اور دیگر سیارے مع زمین کے اُس کے گرد گردش کر رہے ہین۔ یہ نظام چونکہ انسان کے محسوس منظر کے ذرا خلاف تھا اور زیادہ تجربے اور عقل پر زیادہ زور ڈالنے کے بعد ثابت ہوا تھا

لہذا دیگر فلسفیون اور نجومیون نے اُس کو تسلیم نہ کیا۔ اور چند روز بعد جب بطلیموس نے اپنا وہ مشہور نظام قائم کیا جس کے روسے زمین ساکن اور آفتاب و دیگر سیارون کے ساتھ اُس کے گرد متحرک بتایا گیا تھا تو سب بطلیموس کے معترف و معتقد ہوگئے۔ اور ساری دنیا مین ہر جگہ لوگ اُسی نظام بطلیموسی کے دلدادہ تھے۔ اور فیثا غورس کا نظام فلکی اس بے پروائی مین ڈال دیا گیا کہ کوئی اُس کا خیال بھی نہ کرتا تھا۔ اور قرون وسطیٰ کے تمام مہندس اور علماے ہیئت کو گویا یاد ہی نہ تھا کہ کبھی کسی شخص نے حرکت ارض کی بھی رائے دی تھی۔ آخر علماے اسلام مین سے ابو یاسر نے بطلیموس کی غلطی کو پکڑا۔ اور وہ مرجع وہ مشہور نظام بطلیموسی کی جانب سے مشتبہ ہوگیا اور اپنی رائے کو کسی دوسرے عنوان سے ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ مگر بطلیموس کی طرف داری مین دنیا اس قدر متعصب تھی کہ کسی نے ابو یاسر کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ لیکن آخر عہد مین جب علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کا تاج علماے یورپ کے سر پر رکھا گیا اور بہت آزادی و غور و فکر کے ساتھ ہر فن اور ہر مسئلہ کی تحقیق و تدقیق شروع ہوئی تو صاف ثابت ہوگیا کہ جو کچھ فیثا غورس نے کہا وہی صحیح تھا۔ اور بطلیموس ایک بہت بڑی غلطی مین مبتلا تھا۔ فیثا غورس کی اعلیٰ تحقیقات اُس کے دماغ کے نہایت ہی صحیح اور اُس کی رائے کے صائب ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ جس مسئلہ کو دنیا نے بہت ٹھوکرین کھاکے اور بہت سی غلط راہین قائم کرکے مدتون و صدیون کے بعد معلوم کر پایا اُسے وہ محض اپنی ذہانت سے اُس ابتدائی دور ہی مین سمجھ گیا تھا۔ جو یورپ اپنی اس جدید تحقیقات پر بہت بڑا فخر کر رہا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اولیت اور اولویت کا تاج فیثا غورس ہی کے سر پر ہے اور اُسی کے سر پر رہے گا۔

مصر سے واپس آکے ساموس مین تھوڑے ہی دنون اپنے فلسفہ و علم ہیئت کی تعلیم دیتا رہا تھا کہ وہان کا سب سے بڑا مقتداے دین فولو قراطیس مرگیا جس نے اُسے خط دے کے فرعون مصر کے پاس بھیجا تھا۔ چونکہ اب فیثا غورس سے بڑا کوئی عالم و فاضل اور عابد و زاہد نہین نظر آتا تھا لہذا سب لوگون نے مل کے اُسی کو اپنا مقتداے دین اور فولو قراطیس کا جانشین بنا لیا۔ چند ہی روز اس امامت اور پیشوائی کی خدمت سرانجام دی تھی کہ یکایک اُسے خیال آیا کہ حکومت و مقتدائی ایک حکیم نیک نفس اور فلسفی نکتہ رس کی شان کے خلاف ہے۔ خیال آتا تھا کہ پھر وطن کو رخصت کیا۔ اب مملکت ایطالیا کی راہ لی۔ اور وہان

کے شہر قرد طونیا مین پہونچا۔ اُن لوگون نے اُس کا علم و فضل اور زہد و ورع دیکھا تو فوراً حاضر ہو کے قدم چومے اور سب اُس کی اتباع و اقتدا کرنے لگے۔ فیثا غورس اگرچہ امامت و پیشوائی سے بھاگتا تھا مگر اُن لوگون کو طالب حق دیکھ کے متوجہ ہوا اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سے سکھانے لگا کہ بزرگون کی رفتار اختیار کرو۔ گناہون اور جرمون سے بچو۔ پھر اس کے بعد اُس سرزمین کے معزز سن رسیدہ اور لائق لوگون کو آمادہ کیا کہ اخلاق و حکمت کی کتابین مدون کرین۔ نوعمرون کو عمدہ تعلیم دین۔ اور جہان تک ہو سکے اپنے وطن مین علمی مذاق کو بڑھائین۔ ان باتون نے یہ رنگ جما دیا کہ مرد و عورت ہر طرف سے ہجوم کر کے اُس کا وعظ سننے کو آتے۔ اور اُس کے فیوض علمی سے فائدہ اُٹھاتے چند روز مین ہر جگہ اُس کی شہرت تھی۔ اور جدھر دیکھیے فیثا غورس ہی کا نام لوگون کی زبان پر جاری تھا۔ اسی قدر نہین تھوڑے ہی زمانے مین اُس کی تعلیم و تلقین نے یہ رنگ دکھایا کہ روم مین بہت سے لائق و فاضل حکیم پیدا ہو گئے اور ہر جگہ حکمت و فلسفہ کا چرچا تھا۔ قرد طونیا کے قیام مین فیثا غورس کو اس قدر شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ اُس کا نام سمندر کی لہرون کے ساتھ سواحل افریقیہ تک پہونچا۔ اور علاقہ بربر کے تمام حکمران و سلاطین اُس کی زیارت کو حاضر ہوئے۔

ان دنون بلاد روم مین جور و تشدد بہت بڑھا ہوا تھا۔ امرا و صاحب اثر لوگ غریبون اور بیکسون کو پیسے ڈالتے تھے۔ فیثا غورس کے وعظ نے اپنی سحر نما برکت سے اس ظلم و جور کو دور کیا۔ اور اُن مظالم کا یہان تک استیصال کر دیا کہ یہ اخلاقی مرض اہل روم کی نسلون مین سے بھی فنا ہو گیا۔ عام نفع رسانی کے لیے صرف وہی وعظ نہین کہتا تھا بلکہ اُس کی پاکدامن و نیک نفس بیوی خاتونان قرد طونیا مین بیٹھ کے اور اُس کی باعصمت و نوعمر بیٹی وہان کی کنواری لڑکیون مین جا کے وعظ کہتی۔ اور یہ دونون ستودہ صفات عورتین اپنے شوہر اور باپ کی برکتین روم کی کنواری اور بیاہی عورتون مین جوش و خروش سے پھیلا رہی تھین۔ فیثا غورس کی نرم زبان اور اُس کے دلکش الفاظ کے سامنے ہر منکر و سرکش کا سر جھک جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے سنگدلون کے دل موم ہو جایا کرتے تھے چنانچہ قالطورنیا کے سردار سماخس پر اُس کے پند و نصائح کا ایسا اثر ہوا کہ سلطنت اور ملک چھوڑ کے فقیر ہو گیا۔ جو کچھ اپنے پاس تھا بھائیون اور اہل شہر کے

حوالے کیا اور گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

لیکن اسی وعظ و نصیحت کے اثر نے اُس کی زندگی بھی ختم کی جس سے تجربہ ہو گیا کہ دنیا مین ہمیشہ اور ہر وقت بعض ایسے لوگ بھی رہتے ہین جن کے دلون پر نہ کسی کی آہ و زاری نے اثر کیا اور نہ کسی کی پند و نصیحت نے۔ ایک دن فیثا غورس اپنے شاگردون اور شمع علم کے جانباز پروانون مین بیٹھا وعظ کہہ رہا تھا کہ قروطونیا کا ایک رئیس آگیا جس کا نام قولون تھا۔ یہ ایک بڑا خاندانی شخص تھا۔ اہل شہر مین بہت اثر رکھتا تھا۔ اور انتہا سے زیادہ متکبر اور نخوت پرست تھا۔ اس صحبت علم مین بھی اُس نے آکے دماغ دکھانا شروع کیا۔ تبختر و تمکنت کے ساتھ اپنی تعریفین کرنے لگا۔ اور اُس کے تیورون سے معلوم ہوا کہ اپنے سامنے سب کو ذلیل و ہیچ خیال کرتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کے فیثا غورس کو تاب نہ آئی۔ اُسے ڈانٹا۔ اور کہا "اے قولون۔ اپنے نفس کی اصلاح کر۔ اور ایسا کر کہ اُسے نجات و فلاح حاصل ہو" قولون اس کا جواب تو کچھ نہ دے سکا۔ مگر اسی وقت سے اُس حکیم ربانی اور دانائے رموز توحید کا دشمن جانی ہو گیا۔ پہلے تو یہ کیا کہ اپنے دوستون اور طرفدارون کا ایک بڑا جتھا قائم کیا۔ اور یکایک الزام لگانا شروع کیا کہ "فیثا غورس بددین لا مذہب اور کافر ہے" جہلا کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقعون پر ہمیشہ افواہ کے تابع ہوا کیے ہین۔ اور جہان کسی کی نسبت جھوٹ یا سچ کوئی الزام قائم کیا گیا اُس کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے۔ الغرض اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ ہر جگہ اور ہر طرف لوگ فیثا غورس کے دشمن ہو گئے۔ جا بجا جستجو کی جانے لگی۔ اور قرار پایا کہ جہان ملے قتل کر ڈالا جائے۔ مجبوراً وہ اپنے پیرون کے ساتھ ادھر اُدھر بھاگنے اور چھپنے لگا۔

آخر دشمنون کو ایک دن پتہ لگ گیا کہ فلان مکان مین فیثا غورس بیٹھا اپنے شاگردون کو تعلیم دے رہا ہے۔ فوراً قولون اپنے ساتھیون کی ایک بڑی جماعت سے جا پہونچا۔ مکان کو گھیر لیا۔ اور اندر گھس کے طلبہ اور شائقان علم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر مین چالیس کے قریب طلبہ مار ڈالے گئے۔ اور باقی اپنے اُستاد کو لے کے کسی تدبیر سے بھاگ گئے۔ دشمنون نے اُنکا تعاقب شروع کیا۔ اور ایک زمانے تک یہ حالت رہی کہ وہ گرفتار کر کرکے قولون کے سامنے لائے جاتے اور قتل ہوتے۔ چونکہ

بچ رہے انھیں اپنی جان سے زیادہ فیثاغورس کے بچانے کی فکر تھی جب دیکھا کہ کہین پناہ نہین ملتی تو شہر قالودنیا مین پہونچے - وہان کے ٹھہرنے مین بھی اطمینان نہ نظر آیا تو شہر لوقریا کی راہ لی - لامذہبی کا الزام جو فیثاغورس پر لگایا گیا تھا اُس کی خبر یہان خود اُس کے پہونچنے سے پہلے پہونچ چکی تھی - اہل شہر اور مقتدایان دین نے جمع ہوکے کہا "ہمارے پاس کوئی ایسا قانون تو نہین ہے جس کی روسے ہم اس حکیم فلسفی کو قتل کی سزا دے سکین - مگر اس کے عقائد مین چونکہ فتور ہے لہذا اسے یہان ٹھہرنے کی بھی اجازت نہین دی جا سکتی،، پھر فیثاغورس کے شاگردون کو بلا کے کہا "تم ہم سے زاد راہ خرچ سفر لو اور یہان سے چلے جاؤ" - اب یہ خوف زدہ اور پریشان خاطر قافلہ اس شہر سے نکل کے شہر طارنٹا مین پہونچا - یہان چند ہی روز قیام کرنے کی نوبت آئی تھی کہ ایک دن ناگاہ اہل قرطونیا نے آکے اُس مکان کو گھیر لیا جس مین یہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے - لیکن ابھی تک خدا مہربان تھا - بھاگنے کا کوئی موقع مل گیا - سب کی آنکھ بچا کے یہان سے بھی نکل بھاگے - اور ایک اور پرانے شہر میٹا بونطیون مین جا کے دم لیا -

اب اس کی مخالفت کا فتنہ زیادہ اُبھرتا جاتا تھا - اور ہر جگہ شہر شہر اور گاؤن گاؤن مین لوگ اُس حکیم خداشناس کے خون کے پیاسے تھے - اگرچہ اس کی بنیاد محض قولون کی فتنہ پردازی سے پڑی - مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیثاغورس بت پرستی اور مُروجہ مذہب کے خلاف تھا - اور جو صدائے توحید سقراط نے اُس کے بعد بلند کی وہی صدا اُس نے بھی اضلاع روم مین بلند کی تھی - اسی کا نتیجہ تھا کہ اب اس غریب فلسفی اور خداشناس حکیم کو کسی جگہ اور کہین پناہ نہ ملتی تھی - ہر مقام اور ہر شہر مین ایک ہنگامہ بپا تھا - اور جا بجا ایسے ہنگامے اور فساد برپا ہوگئے کہ اہل اٹالیا کو مدتون یاد رہے اور جب تک وہ نسل باقی رہی ایک خاص حیرت کے ساتھ فیثاغورس کی مخالفت کے فتنون کو یاد کیا کرتی تھی - ادھر جھگڑون اور فسادون کا تو یہ حال تھا دوسری طرف فیثاغورس اور اُس کے جانباز طلبہ ورفقا کی یہ حالت تھی کہ بھاگے بھاگے اور پناہ ڈھونڈھتے پھرتے تھے - مگر کہین پناہ نہ ملتی تھی - آخر ہر جگہ کی ٹھوکرین کھاتے کھاتے اور خاک اُڑاتے اُڑاتے یہ لوگ ہیکل اسنان مین پہونچے - یہ ایک بہت بڑا مندر تھا جس مین غالباً ہر شخص کو امان مل جاتی ہوگی - لیکن ان غریب خاک نوردون کو یہان

بھی پناہ نہ ملی۔ قروطونیا کے لوگون نے آکے مندر کو گھیر لیا۔ اور اس سختی سے محاصرہ کیا
کہ بیچارہ فیثاغورس اپنے شاگردون کے ساتھ چالیس دن تک بے آب ودانہ گھرا پڑا رہا
آخر دشمنون نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نہ دروازہ کھولتے ہین اور نہ باہر آتے ہین تو اُنکے
مندر مین آگ لگا دی۔ جب چارون طرف سے شعلے بلند ہوکے اندر پہونچے اور سوا جل مرنے
کے اور کوئی بات نہ نظر آئی تو شاگردون نے جو مرتے دم تک اپنے اُستاد کی حمایت کرتے رہے
فیثاغورس کو اپنے درمیان مین کر لیا اور چارون طرف حلقہ باندھ کے کھڑے ہوگئے کہ جب
تک ہم زندہ ہین خداشناس اُستاد کو گرمی کی تکلیف نہ ہو۔ مگر کب تک ہا آگ قریب تک
جا پہونچی۔ شاگرد جل جل کے گرے۔ اور اُنھین کے ساتھ خود فیثاغورس بھی غش کھا کے
گرا۔ اور چند ساعت مین جل کے مرگیا۔ الغرض اس طرح اُس حکیم خداشناس اور فلسفی
حق پرست نے مع تمام شاگردون کے اس مندر مین آگ سے جل کے جان دی۔

افسوس دنیا۔ تو لائق لوگون مصلحان قوم۔ اور آزاد حق پرستون کی ہمیشہ دشمن رہی
ہے۔ تو نے کیسے کیسے قابل قدر لوگون کی جانین سخت بے رحمی سے لی ہین۔ اور اگر آج
برٹش گورنمنٹ کی برکتون نے ایسے مصلحون کو اپنے دامن عافیت مین نہ لے لیا ہوتا تو
آج بھی تو اُن کی ویسی ہی دشمن تھی۔ اس دم بھی تو اپنے دوستون اپنے مصلحون اور
اپنے ہمدردون کو ایسی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت سزائین دینے کو تیار رہی۔ مگر کیا
کرے کہ مجبور ہے۔ اور اب تہذیب سلطنت کے سامنے تیرا کوئی زور نہین چلتا۔ جاہل لوگو۔
تم نے فیثاغورس کو زندہ جلایا۔ سقراط کو زہر دیا۔ ارسطو کو ایتھنز سے بھگایا۔ حضرت
مسیح کو یا اُن کے دھوکے مین کسی اور کو سولی پر لٹکایا۔ حضرت رسول آخرالزمان صلعم کو
جلاوطن کیا۔ جناب شہید کربلا کو دشت نینوا مین اور فرات کے کنارے ایک قطرۂ آب
کے لیے ترسا ترسا کے بھوکا پیاسا ذبح کیا۔ اور خدا جانے کیا کیا کرچکے ہو۔ آہ!
تمھارے ظلمون کی کوئی فہرست ہوتی تو ہم بتاتے کہ تم کیا کیا کر چکے ہو۔ کس کس کی تکفیر
کے فتوے دے چکے ہو۔ اور کس کس کو واجب القتل ٹھہرا چکے ہو۔ مگر مطمئن نہ ہو
یہ فہرست قیامت کے دن خدا کے سامنے ضرور پیش ہوگی۔ مگر جب تمھارا یہ حال
ہے تو اگر تم موجودہ مصلحون اور دوستون پر کوئی ستم کر بیٹھو۔ اُنھین ستاؤ۔ اُن کو کفرو
بے دینی کا الزام دو۔ اُن کی تحقیق و تفتیش حق پسندی وراست بازی پر غصہ کرو تو کوئی

نہایت نہیں۔ اس لیے کہ جن مقدس اور مستند نفوس قدسیہ کو ستا چکے ہو وہ اِس زمانے کے لوگون سے بہت ہی اچھے اور قدر و منزلت مین بدرجہا زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔

لیکن دنیا نے جہان ستایا ہی وہان ستا چکنے کے بعد مخالف سے تھک کے ہمیشہ قدر بھی کی ہی۔ چنانچہ فیثاغورس کے بعد دمیطریوس نام ایک قدردان وحق پسند شخص نے فیثاغورس کے رہنے کے مکان مین آکے اُسے ایک عبادت خانہ بنا دیا۔ جس کی طرف جلد ہی روز مین اُن لوگون کی بھی توجہ ہوگئی جو اُس کے خون کے پیاسے۔ اور آخر وہی دشمن اُس زمین پر اور اس گھر مین آکے اپنے دیوتاؤن کی عبادت کرتے تھے جس کو فیثاغورس کے قدمون نے برکت دی تھی۔

کہتے ہین کہ فیثاغورس بابل کے بادشاہ کورس کے عہد مین جوان تھا۔ اور بیس برس بعد جب کورس کا بیٹا قامبوسیس تخت بابل پر بیٹھا ہی ایک سن رسیدہ فلسفی تھا اور اپنے اصول حکمت کو رواج دے رہا تھا۔ ساٹھ سال تک اپنے وطن مین رہا۔ جس مین اُس کے طالب علمی کے سفر کا زمانہ بھی شامل ہی۔ پھر مملکت اطالیہ مین گیا۔ جہان پانچ سال رہ کے ۶۵ برس کی عمر مین حضرت رسالت سے ۱۰۷۴ سال قبل بے رحم اہل قروطونیا کے ہاتھ سے شہید ہوا۔

افسوس اس پرانے حکیم کا حُلیہ ہمین نہین معلوم ہو سکا ورنہ اپنے ناظرین کو اُس کی تصویر بھی دکھا دیتے۔

خوشی

از جناب مولوی محمد قطب الدین علی صاحب تسلی سکرٹری انجمن آصفیہ حیدرآباد دکن

کچھ بھی بقا نہین ہی احساس ظاہری کو — یہ کلیہ نتیجہ مانا ہوا ہی سب کا
کیا فائدہ پھر اسسے اچھی ہو شکل ظاہر — جب باطنی قویٰ کا بگڑا ہوا ہو نقشا
دل پا لیا ہی اکثر معشوق خوبرو نے — پر باد فاصلہ کا قبضہ ہی دلپہ دونا
نیت تو فرض سی سے شرع مبین مین بھی ہی — اعمال مین نہون تابے ربطیان ہی پیا
اسباب ظاہری جب پورے نہین موثر — کیسے خوشی لقب ہو حاصل مسرتون کا
تصویر یکرخی سے حاصل نہین ہی کچھ بھی — ہوگا کہان مقابل آئینہ صاف دل کا

انسان کی طبیعت کیا خاک ہو موثر
جو خارجی ہو وہ کیا اُس چیز کا اثر کیا

اک شئے منفصل کا دل پر اثر ہو مشکل
جب تک کہ قابلیت خود دل مین ہو نہ پیدا

غمگین ہو اگر دل کیا فائدے کی امید
اسباب ظاہری سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا

ہان وہ خوشی خوشی ہو جو دل سے متصل ہو
جس کے جنم کی دل ہی مخصوص ایک ہو جا

بنتی ہو اصل جس سے یہ ظاہری مسرت
ہر منہ سے خود بخود ہو جس کا اثر ہویدا

گو ظاہری اثر بھی کچھ ہین موید اس کے
پر وہ سبب نہین ہین علت نہین ہین اصلا

ہر دل مین خود بخود ہو ہر جا نمود اس کی
ہر دل مین فطرۃً ہو اک آشیانہ اس کا

ہوتی ہو جب وہ پیدا آرام پھر ہو آرام
ہوتی ہو جب وہ ظاہر ہر شے ہو خوشنما

افکار و رنج سارے گھبرا کے بھاگتے ہین
دل سے بلند اس کا ہوتا ہو جب کہ جھنڈا

"اے وہ خوشی! جو اصلی ہو اور باطنی ہو
پوشیدہ اور ظاہر یکسان اثر ہو تیرا

سارے نشاط ظاہر تجھ سے ہین نئی مسرت
اور باطنی قوی کا تجھ سے چمن ہو تازا

اک تیرا دم نہو گر افکار ایسے گھیرین
انسان دم کے دم مین بن جائے غم کا پتلا

دنیا کی ساری باتین لغو و ردی ہو جائین
بزم خیال ہی مین گر تو ہو جلوہ آرا

آئندہ کامیابی کی آس ہو تجھی سے
امید بھی ہو تیرا ادنا سا ایک شعبا

ق
انعام کی ہوس مین لڑکون کو مدرسہ مین
تیرے ہی عکس نے تو بندہ بنا لیا تھا

ازبر کرا دین لاکھون کو بیسیون کتابین
اور اپنی محنتون پر بھی شاد شاد رکھا

ق
فرہاد کی نظر مین فرقت کی انتہا پر
نقشہ وصال کا جب جلوے نے تیرے کھینچا

شیرین کی اُس نے فرقت بھی تو قبول کر لی
اک کوہ بے ستون کا تہا ہی تراشا کیا

نام اک نکاح کا ہو تیرے سبب سے شادی
تیرا ہو عین جلوہ دنیا مین رسم جلوا

عشاق کا تعشق تیرا ظہور کامل
اولاد کی محبت بالذات تیرا خاکا

تیرے سبب محقر ہر نیک سے بُرا ہو
تیرے سبب ممیز ہر اک بُرے سے اچھا

تیرے سبب مجھے بھی اک گونہ ہو تسلی
میرے گناہ سے ہو رحم خدا زیادا"

نظم غیر مقفی

اس پرچے مین ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس ڈراما کا کوئی حصہ شائع کرین۔ بلکہ پرچے کے لیے بعض اور مضامین مرتب کیے جا چکے تھے۔ لیکن بعض قدر دان اور قدر افزا احباب نے تاکیدی

خطوط بھیج کے اس قدر اصرار کیا اور یہان تک مجبور کیا کہ ہم ایک نثر مضمون کو نکال کے اس ڈرامہ کو خوشی کے ساتھ شائع کرتے ہین - فی الحال معزز ایڈیٹر پنجاب آبزرور اور مسلم کرانکل وغیرہ نے رائین بھی کچھ ایسی موافقت مین دین کہ تعلیم یافتہ جماعت مین زیادہ شوق پیدا ہو گیا - اور اب یہ مناسب ہو گا کہ یہ سلسلہ جہان تک ممکن ہو پورا کیا جاے اور دلگداز مین آخر تک تھوڑی بہت اس قسم کی نظم ضرور شائع ہوتی رہے -

تیسرا سین - آدھی رات

اشخاص

کونٹ جولین حاکم سبطہ - افسران فوج - گالیس فلورنڈا کا غلام -

سین

قلعہ سبطہ جب کہ عرب اُسے چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہین - کونٹ جولین کا خوابگاہ -

حالت

کونٹ جولین ایک بچھونے پر تنہا لیٹا سو رہا ہے - سوتے سوتے کچھ شور سُن کے چونک پڑتا ہے - گھبرا کے اُٹھ بیٹھتا ہے - اور آپ ہی آپ کہہ رہا ہے -

جولین - (فکرمندی و پریشانی کے ساتھ) شور یہ کیسا ہے! کیون غل ہو رہا ہے! کیا عرب
اس طرف بھی آ گئے ؟ لیکن نہین - ساحل پہ یان
کون آسکتا ہے ان میرے جہازون کی فصیل
توڑ کے ؟
(کچھ آہٹ پا کے) کون ؟
(چند افسران فوج ایک شخص کو پکڑ کے لاتے ہین)

افسر آپ کے خادم

جولین بتاؤ کیا ہوا ؟

افسر (ہاتھ جوڑ کے) خیریت - اقبال شاہی کا ستارہ ہو بلند
اور جو اس تاج کا بدخواہ ہو پامال ہو

جولین (ناگواری سے) کیا ہوا جلدی کہو -

افسر بہتر حضور۔ اس اجنبی
شخص کو پکڑا ہو ہم نے جو کہ اس سنائے مین
ایک کشتی سے اُتر کے چپکے چپکے آگیا
تا کہ داخل ہو ہمارے قلعہ مین

جولین اس سے بھی کچھ
تم نے پوچھا تھا؟

افسر حضور اس کا بیان یہ ہو کہ یہ
شاہزادی کے غلامون مین ہی۔ اور لایا ہو اُن
کا پیام اسپین سے سرکار مین

جولین تو کون ہو؟
(غور سے دیکھ کے) گالیس؟

غلام جی

جولین تو ہی ہ کیونکر آسکا توان دنون؟

گالیس سخت دشواری سے اپنی جان پر مین کھیل کے
آیا ہون۔ جبرالٹر مین ہفتہ بھر سوچا کیا
اور کچھ تدبیر آنے کی نہ بن آئی تو پھیر

جولین سیکھ کر مین پیرنا وان سے چلا

گالیس بے کشتی کے؟
جی نہین۔ ساتھ ایک کشتی تھی۔ مگر جب دشمنون
نے مجھے دیکھا تو دریا مین مین کودا۔ اور بس
مار کے غوطہ بڑی مشکل سے یان تک پہونچا ہون

جولین واقعی انعام کے قابل ہو تو۔ اچھا بتا
کیا خبر لایا ہو؟

گالیس (افسرون کی طرف اشارہ کرکے) پہلے ان کو رخصت کیجیے۔

جولین (افسرون سے) یہ تمھاری ہوشیاری قابل تعریف تھی۔

خیراب جاؤ۔

افسر — ابھی

(جاتے ہین)

جولین۔ (گالیس سے) بتلا فلورنڈا کا حال

گالیس۔ خیریت سے ہین۔ مگر جاتے ہی وان امیر بادشاہ
پھنس گئین اک سخت آفت مین

جولین — وہ آفت کیا ہے بول؟

گالیس — رادرق نکلا عجب بدکار و ظالم اے حضور۔
پہلے تو اُس نے بڑی خاطر تواضع کی۔ مگر
اب تو دشمن عزت و ناموس کا ہے۔ در پے ناز ہے
آبرو لینے پہ آمادہ ہے۔

جولین۔ (بیتاب ہوکے) آہ ظالم رادرق!

گالیس۔ شاہزادی کی ابھی تک تو بچی ہے آبرو۔
لیکن اب صورت نہین بچنے کی کوئی۔ جلد آپ
اُن کو یان بلوائین۔ ورنہ خوف ہے اس بات کا
ساتھ عزت کے وہ اپنی جان بھی دے دین گی۔

جولین۔ آہ!
وہ نہ جاتی تھی۔ مگر مین نے اُسے بھیجا بہ جبر۔
گر اُسے صدمہ کوئی پہونچا تو مین مرجاؤن گا
زہر کھا کے مر گئی گر وہ تو یہ جانو کہ مین
اُس کا قاتل اور اُس کی جان لینے والا ہون
(غصہ سے) رادرق ملعون۔ بے دین۔ بے حیا و بے نصیب
کیا ملے گا تجھکو میرا دل دُکھا کے؟ آہ اب
انتقام اُس سے بھی مل سکتا نہین ہے ان دنون
یان عرب کی یورشین ہین اور اُدھر وہ بھیجا

عزت و ناموس کے پیچھے پڑا ہو - کیا کرون ؟
مین تو یان اُس کے لیے دشمن سے لڑتا ہون اُدھر
وہ مری بیٹی کی عزت لے رہا ہو ! خیر اب
گر مجھے دشمن بناتا ہو تو مین بھی خود سے
اُس کا دشمن بنتا ہون - ان مشرقی لوگون سے یہ
جنگ کیون ہو ؟ بس فقط دینی حمیت کے لیے
ساری سبطہ کی رعایا - یہ بہادر - یہ ڈیوک
جان دیتے اور خون اپنا بہاتے ہین یہان -
قلعہ سبطہ گھرا ہو ہر طرف سے - اور آگ
تیر - پتھر - رات دن برساتے ہین دشمن سبب
محض اس کے واسطے برداشت ہم کرتے ہین یہ
وہ نہین باز آتا اپنی حرکتون سے - اور آہ
خود مری عزت کا دشمن ہو - تو خیر اب صبح ہی
صلح کراون گا مسلمانون سے - جو ہین باوفا -
باحمیت - قول کے سچے - بہت ہی راستباز
بات کے اپنی دھنی - سب کو ہو اُن کا اعتبار
مین بھی بن کے دوست اُن کا - اور کر کے آشتی
اُن سے کہتا ہون کہ مجھکو اور میری فوج کو
ساتھ لے کے اندلس پر حملہ آور ہون - یونہین
انتقام اُس سے ملے گا - اور مین سب ظلمون کا
اُس سے بدلہ لون گا اپنا - غیطشہ کے خاندان
کے بھی آنسو پونچھون گا دے کے سزا کمبخت کو
بس یہی اب ٹھیک ہو - اے رادرق - رہ منتظر
اُس گھڑی کا ہنہناتے جب عرب کے بادپا
سرزمین مین اندلس کے خوب زور و شور سے

تیرا جھنڈا اور تیرا اقبال یہ پامال ہو
اور وہ برج طلسمی کا سمان پیش نظر
تیرے ہو اُسوقت مین مسرور ہون گا رب
ظلم کے تیرے ستائے ہون گے شادان دیکھ کر
تجھکو لتھڑا خون مین تجھکو تڑپتا خاک مین
خراب ہو (گالیس سے) گالیس جا کل ملون گا صبح کو
اور بھیجون گا کسی کو اندلس مین تا کہ جلد
وہ فلورنڈا کو لائے اُس شقی کے قصر سے -

گالیس انتظام اس کا مگر جلدی ہو -

مین خود چاہتا
ہون کہ بلواؤن مگر جب تک نہوگی صلاح کچھ
بھی نہین بن پڑتا ہو

گالیس گر حکم ہو تو یہ غلام
جانے کو حاضر ہو

جولین لیکن گالیس اس کام کے
واسطے بھیجون گا مین اپنے امیرون کو جو عقل
سے عرب لوگون کو راضی کر سکین جاتے ہی وُہ ان
اور اُس کے دوسرے ہی دن مین بھیجون چند لوگ
اُندلس مین تا کہ لائین وہ فلورنڈا کو ساتھ

گالیس جو ہو مرضیِ مبارک

ہان بس اُس کے آتے ہی
اُترے گی فوج عرب اسپین مین جو ہر طرف
لوٹین گے اُس سرزمین کو اور مین گھس جاؤن گا
قصر مین رزریق کے لینے کو ایسا انتقام

(گالیس سلام کرکے جاتا ہو جولین بچھونے پر لیٹ جاتا ہو اور پردہ گرتا ہو)

سفرنامہ شہنشاہ جرمنی

پارسال شہنشاہ جرمنی نے حضرت سلطان سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے بعد ارض مقدس شام کا سفر کیا تھا واپسی کے بعد اُنھون نے ایک مختصر سفرنامہ لکھا تھا جس کا یہ ترجمہ ہو اور قیصر جرمن کے خیالات کو لیاقت سے اُردو کا جامہ پہنایا گیا ہو - ۸ر

عصمت ایک نہایت ہی بامذاق ناول کا ترجمہ جہان مین ایک خوشنما پر فریفتہ ہوکے بیوقوف بنتا - قیمت ۸ر

ضرور ملاحظہ فرمائیے

دلگداز مین ۱۹۰۴ء کی ابتدا سے ایک جزو اور بڑھایا جائے گا - ہم نے ایک نفیس اور مختصر انگریزی تاریخ حروب صلیبیہ کا ترجمہ کرایا ہو اور محنت سے عمدہ نوٹ چڑھا کے اُسے چھاپ رہے ہین - یہ تاریخ غالبًا بارہ جزمین ختم ہو جائے گی - جو صاحب دلگداز کی قیمت ایک روپیہ اضافہ کر کے تین روپیہ سال دینا پسند فرمائین اور ہمین لکھ بھیجین کہ جنوری کا پرچہ اُنھین تین روپیہ دو آنے پر ویلیوپے ایبل روانہ کیا جائے اُنھین سال بھر تک شاہ تاریخ کا جز بھی دیا جائے گا - لیکن جو صاحب اُسے لینا نہ چاہتے ہون اُنھین حسب معمول بغیر جز کا پرچہ ملا کرے گا - بشرطیکہ حسب ضابطہ جنوری کا پرچہ ویلیو پے ایبل بھیجنے کی اجازت دین

آپ کا خادم مہتمم دلگداز

قدر افزایان دلگداز

دلگداز نمبر ۱ - جلد ۸ - بابت ماہ جنوری ۱۹۰۴ء تمام خریدارون کی خدمت مین حسب ضابطہ ویلیو پے ایبل روانہ کیا جائے گا - جن صاحبون کو آئندہ سال خریداری نہ منظور ہو ایک کارڈ بھیج کے فورًا منع کر دین - ورنہ اُن کے سکوت سے یہی خیال کیا جائے گا کہ وہ اجازت دیتے ہین - اور منع بھی نہ فرمائین اور ویلیو بھی واپس کر دین یہ امر قطع نظر ہمارے نقصان کے یقین ہو کہ اُن کی شان کے بھی خلاف ہو گا -

الملتمس ایڈیٹر دلگداز

آپ کا کتب خانہ ان کتابون سے خالی تو نہین ؟

نشاے راز۔ زمانے کی رفتار اور ابنائے جنس کی بدسلوکیان۔ ۱۲؍

ذلی قسمت۔ مسٹر ڈلٹن کا ترجمہ جعلسازی غداری کی شکست۔ نیک نفسی و پاک طینتی کی فتح قیمت ۸؍

(مشفقی سید عاشق حسین صاحب لکھنوی کی قابل قدر تصانیف)

تارا۔ میڈوز ٹیلر کے اسی نام کے نہایت دلچسپ ناول کا ترجمہ بیجاپور کا منظر حسین کی بیوگی اور اس کا انجام۔ ۱۲؍

نشیب و فراز۔ متلون مزاجیون کے نتائج۔ اور شاہی خاندانون کا عروج و زوال۔ ۸؍

شادی و غم۔ لڑائی اور عشق۔ شہنشاہ اکبر کا زمانہ۔ ۸؍

مظفر و راما بائی۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا ایک سچا واقعہ نہایت دلچسپ۔ ۱۲؍

غزالی ادا۔ نام ہی بتا رہا ہے کہ کیا چیز ہوگی۔ ۱۰؍

ناوک حسرت۔ ابنائے زمانہ کی بدسلوکیان۔ ۱۰؍

مشتاق و زہرہ۔ سلطان عالم واجد علی شاہ کے عہد کا واقعہ۔ غدر کے سین شرفا کی تباہی بربادی۔ ۸؍

سلیم و جمیلہ۔ حسن و عشق کے سچے واقعات ۱۰؍

تاثیر۔ نہایت دلکش خیالات۔ نگر نیا خیال نیا ڈھنگ ۸؍

کاوش دل۔ ایک عجیب سچا اور عبرت خیز واقعہ ۸؍

(تصانیف جناب حکیم محمد علی خان صاحب ایڈیٹر مرقع عالم)

عبرت۔ جان و ہنوریا کا دلچسپ ناول تین حصے۔ ۱؎

جعفر و عباسہ۔ پردہ نہ کرنے کی خرابیان سچا واقعہ۔ ۸؍

اختر و حسینہ۔ تعلیم نسوان کے فوائد اور رضامندی کی شادی کا ضرر۔ ۶؍

نیل کا سانپ۔ مصر کی ملکہ کلیوپیٹرا کی حسرت بھری داستان۔ ۹؍

گورا۔ حکیم صاحب ممدوح کا سب سے نیا ناول۔ ۶؍ ۲؍

(مختلف مصنفون کے ناول)

عزیز مصر۔ نہایت ہی اچھا اور سچا قصہ ۱۲؍

عروج و زوال۔ پاکیزہ زبان اور اصلی واقعات ۲؍

ریسلاس۔ ڈاکٹر جانسن کے معرکہ آرا ناول کا ترجمہ یہ ناول انگریزی زبان کا زیور خیال کیا جاتا ہے۔ ۲؍

خون عاشق۔ ویانا دارالسلطنت آسٹریا کا ایک سچا قصہ قزاقون اور دلالون کی تعجب خیز چالاکیان اور حسن و عشق۔ ۵؍

امراؤ جان۔ نہایت ہی شستہ زبان۔ ایک شاہد بازاری کی سرگذشت اسی کی زبانی ۱۲؍

نشتر۔ اور وہ جو دل ہی کی خبر لے۔ ایک دفعہ پڑھیے اور مدتون مزہ لیجیے۔ ۸؍

عقد الجواہر۔ نہایت دلچسپ۔ جن لوگون نے اس ناول کو کبھی پڑھا ہے وہی جانتے ہون گے کہ کس قدر مزے دار ناول ہے۔ ۸؍

چاک گریبان۔ مسلمان بیواؤن کی حسرت ناک حالت۔ ۸؍

کیفر کردار۔ مرزا عبد اللہ سرتی اس ناول کو اپنی ۸۰ سال کی تجربہ بینی و ناول خوانی کا ثمرہ بتاتے ہین ۱۲؍

مادھوی کنگن۔ ایک نہایت دلچسپ بنگالی ناول کا ترجمہ ۸؍

وصال۔ ایک دلچسپ ناول۔ ۸؍

سلیمہ۔ نہایت پردرد افسانہ۔ ۶؍

جذب دل۔ صرف حسرت والے ۱۲؍

نتیجہ محبت۔ ایک انگریزی دلچسپ ناول کا ترجمہ۔ ۸؍

امانہ۔ تارا۔ لیلا۔ رادھا۔ چار دلچسپ بنگالی ناولون کے ترجمے۔ ۱۳؍

نور جہان۔ ایک دلچسپ خیالی ناول۔ ۸؍

ہیرے کی کنی۔ حسن و عشق۔ شریفانہ جوش محبت۔ ۱۰؍

طلسمی بدلہ۔ انتہا سے زیادہ بامحاورہ اور دلچسپ ۶؍

ذات شریف۔ مرزا رسوا کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ ۸؍

سلطان و نازک ادا۔ بہت دلچسپ۔ ۶؍

لال کپتان۔ بڑے مزے دار ناول کا ترجمہ۔ ۸؍

پردگ۔ بنگالی ناول کا ترجمہ ۵؍

قسمت۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے۔ ۸؍

کامنی۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول تو آپ کو پسند ہی ہوگا۔ ۶؍

مثنوی امید و بیم۔ مرزا محمد ہادی صاحب کی نظم سراپا سحر یا معجزہ۔ ۲؍

کمند گیسو - نازنیان فرانس کے ذریعے سے خفیہ پولیس کی حیرت انگیز کامیابیان مترجمہ حاجی علیم الدین مرحوم قیمت -

ناخواندہ مہمان - ایک بہت ہی دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ -

ہر دل عزیز - ایک پُر لطف اور دلچسپ ناول -

مریم - ایک باعصمت خاتون کی سرگزشت دہلی کا سچا واقعہ -

ڈاکٹر کی بیٹی - حیرت انگیز اور پُر لطف - ایک ... پڑھنے کی چیز ہی -

ترجمہ تاریخ اعثم کوفی - اس تاریخ کے ترجمے کا مدت سے انتظار تھا - اور نہایت عمدگی کے ساتھ اب اس کے دو حصے چھپ کے تیار ہوئے ہین قیمت حصہ اول -

حصۂ دوم

تاریخ انگلستان - ایک نہایت شریف و لائق خاتون کی علمی لیاقت اور تاریخی ذوق کا عجیب نمونہ - یہ کتاب اس قابل ہی کہ درس مین داخل کی جائے اور چھپی بھی بہت واضح ہی قیمت

آبحیات - مولوی محمد حسین صاحب آزاد دہلوی کا معرکہ آرا تذکرۂ شعرا - زمانہ جس قدر آگے قدم بڑھائے گا اُسی قدر اس کتاب کی قدر بڑھتی جائے گی - قیمت

محبوس گذشت - پڑھیے اور مزہ لیجیے -

الفاروق - اس نادر و بیش بہا کتاب کو جلدی منگوائیے ورنہ پہلے چھاپے کی کتابین ختم ہوا چاہتی ہین پھر نہ ایسی کتاب چھپے گی اور نہ ملے گی قیمت -

سفرنامۂ روم و شام و مصر - مصنفہ مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی - چند جلدین بڑے اہتمام سے منگوائی گئی ہین - منگوائیے ورنہ نہ ملین گی - قیمت -

المامون - مولوی شبلی صاحب ممدوح کی پہلی پسندیدہ اور مقبول عام تصنیف -

سیرۃ النعمان - مولنٰا ممدوح کی وسعت نظر اور دقیقہ سنجی کا بے مثل نمونہ -

بزم و رزم - سلطان علاء الدین خلجی کا عہد - اور قنوج کی فتح - ہر دو حصہ - قیمت -

سفرنامۂ شہنشاہ جرمنی - پارسال شہنشاہ جرمنی نے حضرت سلطان سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے بعد ارض مقدس شام کا سفر کیا تھا واپسی کے بعد اُنھون نے ایک مختصر سفرنامہ لکھا تھا - جس کا یہ ترجمہ ہی اور قیصر جرمن کے خیالات کو لیاقت سے اُردو کا جامہ پہنایا گیا ہی -

عصمت - ایک نہایت ہی اعلیٰ مذاق ناول کا ترجمہ جہاز مین ایک عورت پر فریفتہ ہوکے بیوقوف بنا - قیمت

مسافر دمشقی - ایک نہایت ہی بامزہ ناول قیمت -

ہمایون خاتون - زمانۂ غدر کے انقلابات مصیبت اور عشق -

ٹیپو سلطان - ایک انگریزی ناول کا مختصر ترجمہ نہایت ہی دلچسپ -

نازنین - ہر دو حصہ مولوی سید برکات احمد صاحب لکھنوی کی جادو بیانی -

ثریا - ناول کے ذریعے سے نیچر کے دلفریب سین اور حسن و عشق کے کرشمے -

قومی ماتم - سر سید مرحوم و مغفور کے انتقال پُر ملال کے وقت جو تاریخین اور مرثیہ مختلف شعرا نے تصنیف کیے اس رسالہ مین ایک جگہ جمع کر دیے گئے ہین اور ضمیمہ کے طور پر ابتدا مین وہ چند مضامین تھوڑے تصرف کے بعد اضافہ کیے گئے ہین جو مولنٰا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے قلم سے نکل کے جریدۂ روزگار مدراس مین شائع ہوتے تھے -

زلف لیلیٰ - ایک بہت عمدہ دلچسپ اور پُر لطف ناول جو اکثر صحبتون مین پسند کیا گیا ہی -

افسون - بالکل جادو اور چلتا ہوا -

اِن کتابون کے علاوہ ہر قسم کی اُردو فارسی اور عربی کتابین اس ایجنسی سے روانہ ہو سکتی ہین - تاجرون کے لیے رعایت کی جاتی ہی جس کے لیے اُنھین خط و کتابت کرنے کی ضرورت ہی - دلگداز پریس فرمائشی کتابین بھی مناسب معاوضہ پر نہایت اہتمام کے ساتھ چھاپ سکتا ہی -

المشتہر

منیجر دلگداز پریس و دلگداز بک ایجنسی

لکھنؤ - کٹڑہ بزن بیگ خان -

دلگداز

نمبر ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء جلد [illegible]

مُرتبہ

خادم قوم محمد عبدالحلیم شرر مہتمم و ایڈیٹر دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

بیسوین صدی

ہر برس کی ابتدا مین یا اُس کے خاتمے پر لوگ زمانے کے معمولی تغیرات کو محسوس کر کے بڑے بڑے مضامین لکھتے اور طرح طرح کے خیالات ظاہر کرتے ہین۔ برس یا آفتاب کے گرد زمین کا ایک پورا دورہ ہر قسم کے سامان اہل عالم کو دکھا دیا کرتے۔ اُس مین خوشیان بھی ہوتی ہین۔ ماتم بھی ہوتے ہین۔ عیدین بھی آتی ہین۔ اور محرم کے حسرت ناک دنون سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ فکرون اور پریشانیون کی گھڑیان بھی آتی ہین۔ اور اطمینان و فارغ البالی کی ساعتین بھی اپنے لطف دکھاتی ہین۔ لیکن بجز اُن اتفاقی و ناگہانی آفتون کے جو ہمیشہ بے خبر کیے مرگ مفاجات کی طرح آجاتی ہین۔ یا اُن خوشیون کے جنھین محض اتفاقی ہونے کی وجہ سے انسان نعمت غیر مترقبہ خیال کرتا ہے عام معاملات مین ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ بارہ مہینے کے بعد پھر یہی اور ایسا ہی اچھا یا بُرا دن نصیب ہوگا۔ اگرچہ بعض سن رسیدہ یا موت کی گھڑی سے ڈرنے والے اکثر کہہ اُٹھتے ہین

ع تا سال دگر کہ خورد زندہ کہ ماند + مگر پھر بھی اُنھین زندگی اور اس منظر کے دوبارہ دیکھنے کی ایک حد تک امید ضرور ہوتی ہے۔ اور اسی اُمید کے سہارے پر ہم بھی ہر شروع سال کے وقت یا ہر برس کے ختم ہونے کے زمانے مین آئندہ کی بہت کچھ اُمیدین ظاہر کر دیا کرتے ہین۔ مگر افسوس فی الحال اس موقع پر یا یون لکھیے کہ سنہ ۱۹۰۰ع کے خاتمے پر ایسا انقلاب عظیم نظر آتا ہے۔ اور زمانہ ٹھوکرین کھلاتے کھلاتے ہمین ایک ایسے تغیر کا سمان دکھا رہا ہے جس کے بعد پھر ایسی گھڑی دیکھنے کی کسی کو امید نہین ہو سکتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اُسے بیسوین صدی کا آغاز دیکھ کے پھر اکیسوین صدی کا آغاز بھی دیکھنا نصیب ہوگا؟

یہ صدی جس وقت ختم ہوگی اُس وقت ہماری ہڈیان بھی خاک ہو چکی ہون گی۔ قبرون کے

نشان بھی خدا جانے موجود ہون یا نہون۔ جانتے ہین کہ نسل انسانی جس طرح آج ہو اُسی طرح اُس وقت بھی ہوگی۔ مگر اُس وقت کی نسل انسانی نے کس قدر ترقی کی ہوگی۔ اور ایجاد و اختراع کی سحر نمائیان اُس وقت کیا کیا اور کیسے کیسے کرشمے دکھا رہی ہون گی اسے کوئی نہین جانتا۔ انسانی زندگی برسون سے وابستہ ہو۔ صدیون کے ساتھ قومون کی زندگی وابستہ ہوا کرتی ہو۔ صدی کی ابتدا اور انتہا پر یہ خبر دیکھنے اور غور کرنے کے قابل ہوتی ہو کہ کس قوم نے کتنی ترقی کی۔ اور کون قوم تباہ ہوئی۔ کس گروہ کو نیا نیا عروج حاصل ہوا۔ اور کن جماعتون کا زور و شور اور دور دورہ دامن فنا مین آگیا۔

جس صدی کے حدود مین ہم نے اس وقت قدم رکھا ہو اس کے حالات اور انقلابات کا اندازہ کرنا ہو تو ہمین گذشتہ صدی کے کارنامون پر نظر ڈالنی چاہیے۔ ان پچیس تیس کرور آدمیون مین جو ہندوستان مین آباد ہین کتنے ہین جو کہہ سکتے ہون کہ انھون نے اُنیسوین صدی کے شروع ہونے کا سمان اُسی طرح دیکھا تھا جس طرح ہم نے بیسوین صدی کی آمد کو دیکھا ہو۔ مین جانتا ہون کہ شاید ایک بھی نہ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کوئی پیر فانی مل بھی جائے اور دعوے کر بھی بیٹھے تو اُس کے ہوش و حواس ایسے صحیح نہ رہے ہون گے کہ ہم اُس کی باتون کا اعتبار کر سکین۔

مگر محض واقعات دریافت کرنے کے لیے ہمین کسی زندہ انسان کی ضرورت نہین۔ تاریخین ہمارے ہاتھ مین ہین جن کے صفحات گذشتہ تمام صدیون کے مرقع بنے ہوئے ہین۔ انھین صفحون پر ہم محمد شاہ بادشاہ دہلی کو دیکھین گے جو اس صدی کے آغاز مین دہلی کے تخت پر بیٹھا ہوا ہو۔ سلطنت مین اگرچہ بدنظمی ہو مگر ہر جگہ اُس کے نام کی عزت کی جاتی ہو۔ اگرچہ اپنا تاج سنبھالنے کی اُس مین طاقت نہین۔ مگر بادشاہ بنانا اور تاج بخشی کرنا اُس کا بہت آسان کام ہو۔ لیکن خاتمہ پر ہمین کچھ اور ہی نظر آتا ہو۔ دانایان مغرب ساری سواد ہند پر حکمران ہین۔ آزادی و علم کے ہر طرف ڈنکے بج رہے ہین۔ اور گویا یہ دنیا ہی دوسری ہو۔

انیسوین صدی کی ابتدا مین ہم دیکھ رہے ہین کہ رستہ پرخطر ہین۔ ٹھگون اور ڈاکوون کا خوف ہو کچی اور خراب سڑکون پر تاجرون کے قافلے اور اُمرا و سرداران فوج کی سواریان بڑی مشکلون اور زحمتون سے گذر رہی ہین لوگ رتھون بیلون اور چھکڑون پر سوار ہین۔ آہستہ آہستہ اور زمین ناپتے ہوئے جاتے ہین۔ اور ایک صوبے سے دوسرے صوبے مین ایک مدت کی بادیہ پیمائی و صحرا نوردی کے بعد پہونچتے ہین۔ مگر اب ہم دیکھتے ہین کہ سڑکین مضبوط اور پختہ بن گئین۔ انسان نے اپنی راحت کے لیے وہ سامان فراہم کر لیا جو اس سے پیشتر دنیا اپنی پوری عمر مین نہین ہم پہونچا سکی تھی۔ شکرمون

اور اونٹون کے عوض ریلوے ٹرینین ہین جو تخت سلیمان کی طرح ہوا پر اُڑتی نہین تو ہوا سے باتین کرتی ہوئی چلی جاتی ہین - اور جس راستے کو انسان عمرون مین طے کرتا تھا دنون مین اور برسون کے رستے کو گھنٹون مین طے کر رہا ہے - جس دشواری سے اس گذشتہ صدی کے ابتدائی عہد مین ہم ایک صوبے سے دوسرے صوبے مین پہونچتے تھے اُس سے بدرجہا زیادہ آسانی کے ساتھ آج ہم دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے مین پہونچ سکتے ہین - یا یون کہیے کہ کرۂ زمین کے گرد چکر لگا آتے ہین -

کاش حضرت مسیح کی طرح کوئی خدا کا مقبول بندہ اس زمانے مین بھی کسی اُنیسوین صدی کے پہلے دس سال کے اندر مرے ہوئے شخص کو زندہ کرکے اُٹھا بٹھاتا تو آپ دیکھتے اور اُس کی حیرت د حالت سے آپ کو کچھ پتہ لگ سکتا کہ اس ایک صدی نے ہندوستان کو کیا سے کیا بنا دیا - افسوس اُس وقت کے پُرانے بڈھون کا موجود نہ ہوا ورنہ اب تو وہ لوگ بھی خاک مین مل گئے جو سلطنت اودھ کے انتزاع کے بعد شب و روز نوابی و بادشاہی کے انتظار مین زندگی بسر کیا کرتے تھے -

سنہ ۱۸۰۱ء مین جس کسی نے جان دی ہے اُسے زندہ کرکے اگر سنہ ۱۹۰۱ء کا تماشا دکھایا جاتا تو واقعی وہ مجنون ہو جاتا کہ یہ وہی ہندوستانی لوگ ہین یا کوئی اور قوم آکے آباد ہو گئی ہے - وہ پرانی قبائین اور عبائین - چھجے دار درباری پگڑیان اور چپکنین سب تشریف لے گئین اور لوگ خدا جانے کس ملک کا لباس پہنے ہوئے ہین - زبان بھی وہ نہین رہی - لہجے اور محاورات کا بدلنا درکنار ایسے ایسے اور عجیب و غریب لفظ زبان مین شامل ہو گئے ہین جو کسی طرح اُردو سے جوڑ ہی نہین کھاتے -

بس یہی حالت اُس شخص کی بھی ہو گی جو انقلابات زمانے کا تماشا دکھانے کے لیے بچا لیا جائے اور اُس عہد کی حالت دیکھے جب سنہ ۱۰۰۱ء ہو - سنہ ۱۰۰۰ء کے خاتمے پر مسیحی دنیا مین لوگون کو قیامت کا یقین ہو گیا تھا - اور عموماً عیسائی جانتے تھے کہ ولادت مسیح کو پورے ایک ہزار برس گذرتے ہی حشر برپا ہو جائے گا اور مُردے قبرون سے نکل کھڑے ہون گے - مگر اب دو ہزار برس پورے ہونے پر قیامت کا خیال پیدا ہونا درکنار کوئی تعجب نہین کہ انسان اپنی صنعتون پر فخر اور اپنے کمالون پر ناز کرتے کرتے خود خدائی کا دعوی نہ کر بیٹھے -

بے شک اگر آج انسان ہوا کی طرح تیز روی سے سفر کرتا ہے تو ایک سو برس بعد فضائے عالم مین اُڑتا پھرتا ہو گا - اگر آج آتش باری سے حریف کی فوجون کو تباہ کیے دیتا ہے تو ایک صدی بعد برقی قوت کی مدد سے حریف کے ملک کو جلا کے تہ و بالا اور خاک سیاہ کر سکے گا -

سب سے زیادہ ہمین یہ دیکھنا ہے کہ اُس وقت دلگداز بھی ہو گا یا نہین - شاید ہو - لیکن ہوا بھی

تو ہین کیا - اس لیے کہ نہ ہم ہونگے اور نہ ہمارے یہ ناظرین - شاید اُس وقت ہندوستان مین ایسے ایسے بہت سے کامیاب اور مقبول عام رسالے نکل رہے ہون جن کے سامنے دلگداز کی کچھ اصل و حقیقت نہین - مگر نہین - یہ کہنے کو ہمارا جی نہین چاہتا - ہم امید کرتے ہین کہ یہی دلگداز ہوگا - مگر زمانے کی رفتار کے ساتھ بدلتا اور ترقی کرتا ہوا - اور اُس مذاق و رنگ مین ڈوبا ہوا جس کی اُس وقت ضرورت و قدر ہوگی - اور غالباً ناظرین کے لیے یہ مژدہ بہت پسندیدہ ہوگا کہ اُس وقت یہ ایک مقبول پرچہ پوری طرح پابندی اوقات اور استقلال سے نکلتا ہوگا -

علامات اوقاف

ہمارے فاضل و لائق دوست مولنا مولوی نظام الدین حسن صاحب بی - اے - بی - ال - جج ہائی کورٹ دولت آصفیہ نظام نے کمال ذکاوت و ذہانت اور نہایت ہی جستجو و دقیقہ سنجی کے ساتھ ایک بالکل نئی اور اچھوتی تحقیقات کی ہی جس کی طرف جہان تک ہم جانتے ہین اس سے پیشتر کسی کا خیال نہین گیا تھا - اُنھون نے ایک مختصر مضمون انگریزی مین ایک چھوٹے پمفلٹ کی شان مین شایع کیا ہی - جو فلسکیپ کے تین صفحون سے کم پر ختم ہوگیا ہی - لیکن ان گنتی کے تین صفحون کی قدر و قیمت سچ یہ ہو کہ بڑی بڑی ضخیم کتابون سے بھی زیادہ ہی - ہمارے فاضل مولنا ثابت کرتے ہین کہ انگریزی خط مین جو مختلف علامتین طرز ادا ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہین نہ پُرانی انگریزی مین تھین - نہ یونانی مین - نہ لاطینی مین - اس کے ثبوت مین وہ انسائکلوپیڈیا برٹانکا جلد ۱۸ - صفحہ ۱۶۳ کی یہ عبارت پیش کرتے ہین کہ "جو علامات یورپ کی تحریرون مین مستعمل ہین اِن کی اصلیت نہ یونانی الفاظ سے ہاتھ آسکتی ہو اور نہ رومی الفاظ سے - اس کے بعد اُنھون نے یہ بھی بوضاحت اور مستند طریقون سے بتا دیا ہو کہ جو چند علامات یونانی اور رومی تحریرون مین استعمال کیے جاتے تھے وہ موجودہ خط یورپ کی علامات سے بالکل جدا تھے - اور اُن کا ان مروجہ علامات سے کوئی تعلق نہین ثابت کیا جا سکتا -

اور جب صاف ثابت ہوگیا کہ ان علامات کو یورپ کی قدیم زبانون سے کسی قسم کا تعلق نہین تو وہ دعوی کرتے ہین کہ یہ علامتین اُن علامتون سے لی گئی ہین جو سنہ ء سے ۱۴۹۱ء تک مملکت مسانیہ مین عربی زبان کے طلبہ اور اہل علم مین مروج تھین - وہ یہ بھی کہتے ہین کہ قاہرہ و مصر کے عربی اہل مین بھی بعض علامتین مروج تھین مگر وہ ان سے جدا تھین اور اور قسم کی تھین -

اب اس کے بعد مولوی نظام الدین حسن صاحب ان علامات اور اُن کے منشاء انتزاع کی تصریح فرماتے ہین اور ہر ایک علامت کو جُدا جُدا یون بیان کرتے ہین -

کا ما Comma جو انگریزی خط مین اس وضع مین (،) لکھا جاتا ہو عربی کے لفظ "وقف" سے نکلا ہو - جس کے معنے ٹھہرنے کے ہین - اور چونکہ خود "و" کے معنے عربی مین "اور" کے ہین لہذا وہ عربی مین اُس محل پر بھی استعمال کیا جاتا تھا جہان انگریزی مین اُسلئے "کا ما" Inverted Commas استعمال کیے جاتے ہین - انگریزی مین نہ اس حرف کے معنے "اور" کے ہین - اور نہ کسی لفظ کا جز بتایا جا سکتا ہو - اور نہ اس کی کوئی ضرورت ثابت ہوتی ہو کہ یہ حرف کیون اُلٹ کے لکھا گیا - عربی مین ان علامات کے محل پر یہ کاما یعنی (و) ہمیشہ اُلٹا اور اس طرح (،) لکھا جاتا تھا - اور یہ بھی مروج تھا کہ جب کسی اور کی یا اور جگہ کی عبارت نقل کی جاتی تو اُس کے دونون طرف دو دو اُلٹے واو (اِنورٹڈ کاما) لکھے جاتے اور یہی طریقہ یورپ کے اہل علم کے عمل درآمد مین ہو - اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ (،) خواہ وقف کے محل پر استعمال کیا جاے یا عبارت نقل کرنے کے محل پر دونون موقعون کے لیے عربی ہی سے لیا گیا ہو -

سمی کولن Semicolons جو انگریزی مین یون (؛) لکھا جاتا ہو یہ بھی عربی کے الفاظ "نصف وقف" سے لیا گیا ہو - نقطہ لفظ "نصف" کے نون کا قائم مقام ہو - اور "و" لفظ وقف کا پہلا حرف ہو - اور جن معنون اور جس محل پر عربی مین مستعمل تھا اُسی طرح انگریزی مین بھی نصف وقف کے محل پر استعمال کیا جاتا ہو -

کولن Colon (:) البتہ ایک ایسی علامت ہو جس کا عربی مین پتہ نہین لگتا اور یورپ کے موجودہ خط مین نیچے اوپر دو نقطہ بنا کے قائم کی گئی ہو - لیکن صاف نظر آتا ہو کہ عربی ہی کے علامات دیکھ کے مستنبط کی گئی ہو -

علامت فل اسٹاپ Full stop انگریزی مین ایک گول نقطہ (.) کی وضع مین لکھی جاتی ہو یہ بھی عربی مین نہ تھی - اس کی جگہ عرب لوگ "بت" لکھا کرتے تھے جس کے معنے قطع کرنے کے ہین - لیکن اس مین شک نہین کہ کثرت تحریر مین "بت" کی صورت صرف ایک لکیر رہ گئی تھی اور انگریزی مین ڈیش (—) جو مختلف علامتون کے ساتھ اور جا بجا بنائے جاتے ہین اصل مین عربی کی علامت "بت" ہی سے ماخوذ ہین -

سوال کے محل پر انگریزی خط مین جو قریب قریب ساری یورپین زبانون کا خط ہو علامت (؟) بنائی جاتی ہو۔ اس کو عربی مین علامت استفہام کہتے ہین۔ استفہام کا اصلی مادہ فہم ہو۔ اور اسی لفظ فہم کی قائم مقام علامت ؟ ہو۔ جس مین ابتدا کے دو حرف "ف" اور "ہ" اپنی اصلی صورت پر قائم ہین۔ اس کے سوا اور کوئی بنیاد اس علامت کی بنائی ہی نہین جا سکتی۔

پکارنے اور مخاطب کرنے کے محل پر انگریزی مین علامت (!) استعمال کی جاتی ہو۔ یہ علامت بھی صاف طور پر بتا رہی ہو کہ عربی کے لفظ "ندا" کی قائم مقام ہو جس کے معنے پکارنے کے ہین۔ نیچے نقطہ نون کی جگہ ہو۔ اور اُس پر الف قائم کر دیا گیا جو اصلی لفظ کا آخری حرف ہو۔

(اسی طرح بریکیٹ [ ]۔ ( ) جنھین عربی مین خطوط وحدانی اور قوسین کہتے ہین یہ بھی عربی ہی سے ماخوذ ہین۔

مندرجۂ بالا اشارات و علامات اور اُن کا پتہ دیکھ کے لوگ اندازہ کر سکتے ہین کہ مولوی نظام الدین حسن صاحب نے کیسا کام کیا ہو۔ اور کس خوبی سے ثابت کر دیا ہو کہ انگریزی رسم خط کی تہذیب بالکل عربی کی زیر بار احسان ہو۔ بہتر ہو کہ اس مضمون کو جس کا نام "ڈرابویشن آف پنکچویشن مارکس" (تخریج علامات رسم خط) ہو ہمارے ہم عصر ایڈیٹران اخبار خصوصاً وہ جن کے ہاتھ مین انگریزی اخبار ہین مولوی نظام الدین حسن صاحب سے منگوائین۔ اور اُن پر بحث کر کے اور پوری طرح کوشش کر کے انگریزی پبلک کو بتاوین کہ انگریزی تحریر عربی رسم خط کی کس قدر خوشہ چین ہو۔

گم شدگان سلف

ہمارے مخدوم و مکرم دوست نادر علی خان صاحب کاکوروی کی ایک بیش بہا نظم دلگداز کے صفحون پر شایع ہو چکی ہو۔ جسے عام طور پر اخبارات اور اہل سخن نے بہت پسند کیا۔ لہذا اب ہم بڑے فخر کے ساتھ اُن کی یہ تازہ نظم شایع کرتے ہین جو بہت ہی دلچسپ پُر اثر عبرت ناک اور قابل قدر ہو۔

ہمارے ہزارون بزرگان نامی ہزارون معزز مقدس گرامی
ہزارون عراقی حجازی و شامی کہ تھے قوم ملک اور مذہب کے حامی
رہے مدتون منزلون دور اپنے

وطن اور وطن کی ہر اک نعمتین ہے

کسی سخت منزل مین ہمت نہ ہارے — جہان بھر کے دشت و جبل چھان مارے
سے کیے طے سمندر زمانے کے مارے — چلے جس طرف کو وہ بھرتے ترارے

تو اک سیل تھا جو بہالے گیا سب
بُری رسمین اور سارے گندہ مذاہب

یہ جھنڈے اُنھین کے اُڑائے ہوئے ہین — یہ ٹکے انھین کے بٹھائے ہوئے ہین
یہ قانون اُنھین کے بنائے ہوئے ہین — یہ سب گُر انھین کے بتائے ہوئے ہین

یہ رستے کہ اب چل رہے جن پہ ہم ہین
اُنھین رہ نوردون کے نقش قدم ہین

شریعت کے قانون کیا خوب شایان — حکومت کے آئین کیسے نمایان
گذر کے وسایل وسیع و فراوان — ذریعے ترقی کے کیا سہل و آسان

خدا وہ نہ تھے یہ تو ہم بھی ہین کہتے
پر احسان ہین سارے خدائی پہ اُن کے

بہت کچھ ہمارے لیے ساتھ لائے — بہت علم ہم کو سکھائے پڑھائے
بہت بھید کھولے بہت گُر بتائے — بہت کی اعانت بہت کام آئے

کہان تک اب اظہار اُس کا کرین ہم
کہان تک کمالات اُن کے گنین ہم

مگر آہ رونا تو اس کا پڑا ہی — کہ جو کچھ ہمین فیض اُن سے ملا ہی
وہ اک جزو اُن کل کمالات کا ہی — نہ اب وہ نہ اُن کے فنون کا پتا ہی

وہی وقت پاتے تو ہم کو بتاتے
ہم اسنے کہان جو پتا کچھ لگاتے

خدا جانے کس شغل مین وہ مرے ہون — خدا جانے وہ کس قدر کر گئے ہون
بہت قصد ایسے کہ پورے ہوئے ہون — بہت دل کے ارمان دل مین رہے ہون

بہت دب رہے ہون کہ دینے نہ پائے
اُٹھا کر ہی ہون رہ گئے ہاتھ اپنے

عجب کیا کہ منطق سے بڑھ کر مدلل عجب کیا کہ علم ریاضی سے افضل
کوئی علم ایجاد کرتے وہ اکمل کسی خاص عقدے کو کر ڈالتے حل
ابھی اور وہ روشنی تیز کرتے
جو نقشے جمائے ہین وہ اور اُبھرتے

الٰہی وہ مردانِ غازی کہان ہین سواران ترکی و تازی کہان ہین
وہ عالم کہان وہ نمازی کہان ہین یمانی کہان وہ حجازی کہان ہین
کدھر ہی وہ سلطان محمود غازی
کہان ہین وہ سالار مسعود غازی

وہ غازی جو حامی ہمارے ہوئے تھے ہماری حفاظت کو باہر گئے تھے
ہمارے لیے دشمنون سے لڑے تھے مگر پھر وہ واپس ہم تک پھرے تھے
خدا جانے کیا حال اُن کا ہوا ہو
زمین کھا گئی ہو فلک لے اُڑا ہو

عجب کیا کہین دشمنون مین گھرے ہون ہزارون جراحات کاری لگے ہون
کہین تھک کے بیہوش ہو کر گرے ہون پھر آخر وہین خاک مین مل گئے ہون
مگر اُن کا مدفن کہان ہو کدھر ہے
ہمین خاک بھی اُن کی کحل البصر ہے

ہزارون ولی اور لاکھون پیمبر کہ تھے دشت غربت مین ہادی و رہبر
بہت عاشقانِ خدا مست ہو کر رہے جنگلون یا پہاڑون مین اکثر
وہین مر مٹے یاد کیسی وطن کی
نہ مدفن کی حاجت نہ گور و کفن کی

چمکتی ہوئی ریگ نجد و یمن کی بہت پاؤن سے روندتے جاتے ہین حاجی
مگر ہم کو ہی ہر گھڑی فکر اس کی کہ اُس مین ملی ہو نہ مٹی کچھ اُن کی
وہ ذرّے اُسی خاک کے تو نہین ہین
وہ تارے اُن افلاک کے تو نہین ہین

زمین تجھ پہ یہ سُرخ پھولون کے گچھے رُلاتے ہین اک یاد ہم کو دلا کے

کہ یہ سخت پتھریلے سینے پہ تیرے — اُنھین کے ہین بے گنہ خون کے دھبے

یہ قطرے جو تم پہ زیب نگین ہین

پسینے کی اُن کے تو بوندین نہین ہین

جہان گرد اے چاند سورج سیّارو — فروغِ زمین آسمان کے تارو

تم اے سربلند و تم اے خاکسارو — ہمین اس طرح تو گھلا کر نہ مارو

بتا دو کہ وہ سب کہان سو رہے ہین

جنھین ڈھونڈھتے ہین ہم اور رو رہے ہین

تم اے صاف شفاف فیاض نہرو — سمندر کی اے تیز رفتار لہرو

تم اے خوش نصیبو تم اے نیک بہرو — بہے جاؤ اور ایک دم بھی نہ ٹھہرو

مگر اس قدر ہم کو جاؤ بتاتے

ہمارے وہ محسن کہان جا کے ڈوبے

کوئی اُن کا اب نوحہ خوان بھی نہین ہے — کوئی مقبرہ سائبان بھی نہین ہے

کوئی شمع اور عود دان بھی نہین ہے — کچھ اُن کی لحد کا نشان بھی نہین ہے

مگر دل مین داغ اُن کے روشن ہین باقی

یہ شمعین ہین باقی یہ مدفن ہین باقی

جگر تفتگان آہ کروٹ نہ لو تم — اب اے پاک بندو نہ بے چین ہو تم

خوش آرام گاہون مین سوتے رہو تم — جہان ہو بہر حال اچھے رہو تم

تمھارے تصور سے گو بے کلی ہے

مگر اس تصور سے تسکین بھی ہے

زمانہ بہت کچھ امیدین دلا دے — نئی پود وہ اس چمن مین لگا دے

نئے نوجوانون کو لا کر بٹھا دے — تمھین وہ اُٹھا دے گرا دے مٹا دے

مگر تم بہی خواہ قوم اور وطن کے

کہین قوم کے دل سے ہو بھول سکتے

زمین سو طرح سے پھلے اور پھولے — نئی نشست و نشو سے نیا رنگ ڈھولے

ہوا پینگ دے شاخِ گل اُس مین جھولے — یہ سب کچھ ہو جب ابھی اُن کو تو بھولے

کلی دل کی اِن سے کھلے غیر ممکن
یہ تصویر بولے ہنسے غیر ممکن

ودارغ شبِ غم نویدِ سحر ہی — خبر روزِ روشن کی دیتا گجر ہی
نہین آج والون کو کل کی خبر ہی — مدار اک زمانے کا امید پر ہی

بہت تم سے ہرچند ابھی دور ہین ہم
یقین ہی کہ اک وقت مین آملین ہم

نظمِ غیر مقفّٰی پر ایک تائب شاعر کے خیالات

پھر بہار آئی چمن مین زخمِ دل آئے ہوئے
پھر مرے داغِ جگر آتش کے پرکالے ہوئے

نظم کا ہم ذکر نہین کرتے - مگر نثر مین ضرور یہ دو شخص ایک ہمارے عزیز دوست حضرت ایڈیٹر مرقع عالم اور دوسرے جن کے ہم اب تک غائبانہ نیاز مند ہین یعنی حضرت ایڈیٹر دلگداز اُردو لٹریچر کے آسمان کے دو بڑے چمکتے ہوئے تارے ہین یا یہ اُردو علم ادب کی فضا جوی مین دو آفتاب ہین جن کے چارون طرف بہت سے سیارے چکر کھا رہے ہین - ہم اس وقت ان پر اور ان کے نادر تصانیف پر ریویو کرنے نہین بیٹھے ہین - ہان اگر خدا راست لائے تو ضرور ہم اپنے مضمون "اُردو لٹریچر" مین اُن کے ان احسانات کا ذکر کرین گے جو اُنھون نے اُردو لٹریچر پر کیے ہین -

آمدم برسر مطلب - حضرت شرر نے غالباً مئی سنہ ۱۹۰۴ء کے پرچے مین میدان سخن کے وسعت دینے کے بارے مین کچھ لکھا تھا - اور بعد اُس کے جون کے پرچے مین کسی ڈرامے کا ایک سین بھی نظم غیر مقفّٰی مین شایع کیا تھا - ہم نے بھی اُس کو بہت غور کی ڈوبی ہوئی نظرون سے دیکھا تھا - اور بہت خوش ہوئے تھے - اور ہمارے اکثر معزز عنایت فرماؤن نے بھی جو اُردو لٹریچر اور انگلش لٹریچر دونون کو جانتے ہین بہت پسند کیا تھا - مگر ہم نے اب تک اس کے لیے قلم تک نہ اُٹھایا -

مگر اب کئی سین شایع ہو جانے کے بعد ہمارے استقلال کا دامن دامان خیال یار کی طرح ہمارے دل و دماغ کے ہاتھون سے چھوٹ گیا اور ہم بھی بے اختیاری کے جوش کے ساتھ

راے دینے کو بیٹھ گئے -
ہندوستان کی لٹریری سوسائٹی ہم سے کچھ نہ کچھ واقف ہو - اور دلگداز اور مرقع عالم کے قدردان ہم کو کم و بیش جانتے ہین - کہ فلان شخص نے شاعری کو ترک کر دیا - پھر ہم کو کیا غرض تھی کہ پھر اس مین دخل دیتے - مگر ہمین حضرت شرر نے اپنی سحر بیانی دکھا کر اور وہ بھی نظم کے پردے مین ہم کو اُسی طرح بے اختیار کر دیا جس طرح کسی آہوان ختن کی سی آنکھین رکھنے والے کا تیر نظر یا کسی ہندی مہ جبین حور کی سی وہ آنکھ جس مین سرمہ کی سیاہ تحریر بھی ہو - یا پھر کسی بنگالی ماہوش کا چلبلا پن -
قبل اس کے کہ ہم اپنی راے ظاہر کرین یہ مناسب خیال کرتے ہین کہ یہ امر دکھا دین کہ نظم غیر مقفےٰ کس کس زبان مین موجود ہو -
ہمارے انگریزی دان احباب نے ضرور یونان کے ہومر کا نام سُنا ہوگا اُس کی مشہور کتابین الیڈ اور آڈیسے اسی نظم غیر مقفےٰ مین ہین - ایطالیہ کے مشہور شاعر ورجل کی انیڈ اسی طرز مین ہو - شکسپیر اور ملٹن اسی کی بدولت مشہور ہوئے - ملٹن کی کتاب پیریڈ ایز لاسٹ کے سے خیالات کیا کوئی پیدا کر سکتا ہو - ملک الشعرا لارڈ ٹینیسن کے کلیات جنھون نے افسوس ابھی حال مین (۶ - اکتوبر سنہ ۱۸۹۲ء کو) اِس دنیاے فانی سے رحلت کی - کا زیادہ حصہ اسی مین ہو - اُس کی مشہور کتاب اڈلز آف دی کنگ جس مین آرتھر کے کارنامے اُسی طرح ظاہر کیے گئے ہین جس طرح امیر حمزہ کے ممالک مشرقی مین - نئی دنیا مین بھی یہی شاعری زیادہ مروج ہو - ان کو جانے دو - یہ غیر ملک کی باتین ہین ہندوستان کی زبان کو دیکھو - سنسکرت مین نظم غیر مقفےٰ ہی ہو -
طبیعت کی کمزوری سے بلینک ورس نہین لکھی جاتی ہو - بلکہ قافیہ مضامین وخیالات کا قافیہ تنگ کر دیتا ہو - اور اسی لیے نظم مین یہ نیا ایجاد کیا گیا ہو -
جب ہم دیکھتے ہین کہ نظم کی یہ نئی طرز ہر زبان مین موجود ہو اور اس سے بہت بڑے فائدے حاصل ہوتے ہین تو اگر اردو مین کیون نہ جاری ہو -

---

عــہ ہم مین یہ سخت عیب ہو کہ ہم عمدہ لفظون مین ترجمہ بہت مشکل سے کر سکتے ہین یہ ہمارا انکسار نہین ہو بلکہ یہ سچ بات ہو - اس مین خاص خاص لفاظ کا ترجمہ اور بھی مشکل ہو جاتا ہو - ہم مولانا شرر کے مشکور ہین کہ انھون نے بلینک ورس ترجمہ کی پوری شان نہایت خوبی سے اردو مین دکھا دی -

ہم اپنے مکرم مولانا کو بہت خوشی سے شکسپیر آف انڈیا کا خطاب دیتے ہین۔
یہ حضرت شرر ہی کی شرر بیانی کا نتیجہ ہو کہ پھر ہم کو شاعری کی طرف کھینچ رہا ہو اور گو ہم پر تلون کا الزام لگا دیا جاے گا مگر ہم مجبور ہین۔

اگرچہ ہم حضرت جلال کی ایک نازیبا حرکت کے سبب سے شاعری سے بگڑ کر تائب ہو گئے تھے مگر اب ہم کو پھر شروع کرنا پڑی مگر اب کی ہماری شاعری کیا عجب ہو کہ بلینک ورس کے پردے مین ملک اور لٹریچر کے لیے مفید ہو جائے۔ اور اسی وجہ سے ہم یہ سوچ کر کہ

پھرے ہین ہم سے وہ خیر بہتر ہم اُن سے اے قدر ہین مکدر
ہین جہان مین نہ قحط دلبر انھین نہ عالم مین کال دل کا

حضرت منشی امیر احمد صاحب کے قدمون کے نیچے آئے تھے مگر آہ اُن کے بے وقت دنیا سے چلے جانے پر سہ

فوج اندوہ والم ٹوٹ پڑی دھوکے مین آرزوئین ہوئین سب قتل پڑا رن کیسا

مگر وہ جوش کم نہین ہوا ہو۔ بیسوین صدی سے نیا دور شروع ہوتا ہو پرانا تخلص بھی ترک کرتے ہین اور مقفیٰ شاعری کے لیے قیس تخلص کرتے ہین۔ اور غیر مقفیٰ کے لیے میری راے مین نہ تو کسی تخلص کی ضرورت ہو اور نہ مین نے اُس مین آتے دیکھا۔ اور نہ ہومر۔ ورجل شکسپیر۔ ملٹن ٹینسن سے گرامی قدر شاعرون کا کوئی تخلص تھا۔
ہم نے بھی لارڈ ٹینسن کی ایک مشہور نظم۔ ڈریمز آف دی فیر ویمن" کا ترجمہ نظم غیر مقفیٰ مین کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور خاص خاص احباب اور عنایت فرماؤن کو سنایا بھی تھا۔ (وہ ترجمہ ہی حضرت شرر کی طرح بحر رمل مین تھا۔) مگر چونکہ اصلی نظم مقفیٰ شاعری مین تھی اور ترجمہ ہوتا غیر مقفیٰ مین تو شاید لوگ اس کو طبیعت کے عجز پر محمول کرتے۔ اس لیے مین نے ترک کر دیا۔ گو وہ نظم مجھ کو بہت شیرین معلوم ہوتی ہو۔ اگر یہ امر عیب نہ سمجھا جاے تو اڈیٹر دلگداز! آپ ہمین آگاہ فرمائیے۔ ہم بہت جلد پورا کر کے قدردانان دلگداز کے سامنے پیش کر دین۔

اڈیٹر دلگداز! آپ نے یہ کام جو غیر مقفیٰ کی ایجاد کا شروع کیا ہو واقعی میری راے مین ملک و قوم اور لٹریچر کے ساتھ بہت بڑا احسان کرنے والا کام ہو۔ اگر دقیانوسی خیالات کے شعرا آپ کا ساتھ نہ دین تو نہ دین۔ نئی روشنی والے لوگون کی تعداد خدا کے فضل سے بہت ہو۔ وہ

آپ کو مدد دین گے -

آپ کو بددل نہ ہونا چاہیے - اور یہ آپ جانتے ہین کہ ایک نکتہ شناس لاکھ پر بھاری ہے -
اس ڈرامے کو ممکن ہو تو جلد ختم کیجیے - جس طرح یہ آگے بڑھتا گیا ہو اس مین کچھ عجب دلکشی کی لکڑ سی پیدا ہوتی گئی ہو -

بلینک ورس کو صرف ڈرامے ہی تک محدود نہ کر دینا چاہیے بلکہ اس مین قصائد رباعیان - قطعے - اور غزلین سب کچھ ہون - اور ہر بحر مین نظم غیر مقفی کہی جاے -

اب ہم اپنی مختصر راے ختم کرتے ہین - پوری راے انشاء اللہ تعالے جلد دین گے - اور غالباً سنہ ۵ء مین اور دلگداز ہی کے ذریعے سے - یا زندہ صحبت باقی -

خاکسار محمد عمر

باولی - از جے پور

چوتھا سین

اشخاص

عیسی بن مزاحم - ایک نوخیز لڑکی مریم جسے عیسی فلورنڈا سمجھتا ہو - اور تھیوڈورا جولین کی بی بی -

حالت

عیسی اپنے برج سے نکل کے قلعے کے اوپر دریا کے کنارے کنارے ٹہل رہا ہو - اور غروب آفتاب کا تماشا دیکھتا ہو -

عیسی - (خود بخود)

آہ دنیا - تجھ مین کیا کیا لطف ہین اکس شان سے
دیکھو سورج ڈوبتا ہو ! اور کرنین کس طرح
پانی پر افشان چھڑکتی ہین ! ادھر اس کوہسار
کو طلائی کپڑے سورج نے پہنائے ہین - جہان
گھانس کی وہ ننھی ننھی پتیان اس دھوپ مین
جگنوؤن کے مثل تابان ہین - وہان اس بیل نے
کیا طلائی جھالرین مقیش کی لٹکائی ہین !
پھول بھی ہر رنگ کے اس جا کھلے ہین - اور وہ
دیکھو کلیان مسکراتی ہین عجب انداز سے !

دیکھ کر یہ لطف چڑیان کیسی خوش ہین! اور کس
جوش سے سب چہچہا اُٹھی ہین! کیسی شاد ہین!
جس کو دیکھو خوش ہی۔ لیکن آہ! اک مین ہُون کہ دل
کو قرار آتا نہین۔ اُلجھن ہی۔ بیتابی ہی! اور
ہر گھڑی اک درد ہی۔ پیاری فلورنڈا! تجھے
اک نظر دیکھون تو چین آئے۔ کہان اپنے نصیب!
مین تڑپتا ہون یہان۔ تو اُندلس کے باغون مین
سیر کرتی ناز سے اٹھلاتی۔ ہنستی۔ بولتی۔
کھلکھلاتی۔ توڑتی پھولون کو۔ پھر اُن کو عجب
ناز سے سر پر لگاتی ہوگی ــــــ

(کچھ آہٹ پاکے اور ایک آواز سُن کے)

(اِدھر اُدھر دیکھ کے) کیا! یہ کون تھا؟
کس کی یہ آواز تھی؟ دلکش۔ سُریلی۔ نغمہ خیز۔

(تھیوڈورا اور مریم آجاتی ہین)

(ٹھٹھک کے اور کچھ کہتے کہتے رُک کے) کون ہین یہ؟ حورین ہین؟ پریان ہین؟ اِن کا نور تو
سب پہ غالب ہی۔ مگر ایسا نہ ہو یہ بھاگ جائین
دیکھ کر مجکو یہان۔ اچھا چھپا جاتا ہون مین۔
اور دیکھون آکے کیا کرتی ہین۔

(اپنے کمرے مین چھپ کے کھڑا ہو جاتا ہی)

تھیوڈورا۔ بیٹی دیکھ۔ یان
گر گھڑی بھر کو بھی آجا وُ بہل جاتا ہو دل

مریم (کہتی جاتی ہی اور آگے بڑھتی آتی ہی) واہ واوا! خوب سیرین ہین یہان۔ اور اس گھڑی
تو مجھے جنت سے زیادہ لطف آتا ہی نظر۔
وہ پہاڑ۔ اُن کے درے۔ سبزہ۔ درخت۔ اور طیور
یہ سمندر۔ اس کی لہرین۔ کشتیان۔ اور یہ جہاز۔

یہ ہوا سے کھولے پھولے بادبان - پھر اُنکے ساتھ
ڈوبنا خورشید کا - قوس قزح کی یہ بہار -
کیا ہی جنت ہو؟

تھیوڈورا — بیٹی جس جگہ انسان کا
دل بہل جاسے وہی فردوس ہو -

مریم — اے اماجان
مین تو رہتی رات دن یان
(جس برج مین عیسیٰ ہو اُسے دیکھ کے) اور یہ کمرہ تو مین
جانتی ہون خالی ہوگا ؟

تھیوڈورا — اک معزز میہمان
اس مین ٹھہرے ہین

مریم — وہ کون؟

تھیوڈورا — اک افسر فوج عرب
گھیرے تھے اِس قلعے کو پہلے مگراب وست ہین
صلح نے ہم کو ملاکے کردیا شیر و شکر -
اور بے خوف و خطر رہنے لگے وہ اس جگہ
ہم بہی خوش ہین دیکھ کر ایسا معزز میہمان
اپنے گھر مین -

(عیسیٰ یکایک باہر نکل آتا ہو -)

عیسیٰ - (جوش کے ساتھ) بی بیو - شکریہ ان الطاف کا
غیر ممکن ہو - مگر یہ آپ کا لطف و کرم -
نقش ہو دل پہ مرے -
(مریم کی طرف متوجہ ہوکے) اور آپ اے زہرہ جبین
شاہزادی! شوق سے رہیے یہان مین جاکے اب
فوج مین اپنی رہون گا -

مریم (شرما کے) میرا یہ مطلب نہین
تھا کہ میری وجہ سے کچھ آپ کو تکلیف ہو
محض یونہین کہہ اُٹھی تھی - ورنہ حضرت آپ تو
مہمان ہین - اور ہم پر فرض ہو سر آنکھون سے
آپ کی خدمت کرین -

عیسی لیکن میرے نزدیک تو
آپ مجھ سے بڑھ کے یان رہنے کے لائق ہین.

مریم یہ کیون؟

عیسی کیونکہ مین خالی پڑا رہتا ہون اس کمرے مین اور
جب کبھی گھبراتا ہو دل سیر کرنے کو نکل
آتا ہون یان دیکھنے کو یہ سمان لیکن جناب
آپ یان ہون گی تو اس گورے - پیارے - دلربا -
نازنین نازآفرین چہرے سے رونق پائیگی
یہ بہار - اور آپ کا حسن وجمال اک شمع کے
مثل اپنے اپنی روشنی سے بزم قدرت کو بہت
جگمگا دے گا - تو اہ غنچہ دہن اس سین کا
لُطف بڑھ جائے گا - اور اس کی یہ روح افزا ہوا
ہوگی دہ چند آپ کے ان لالہ گون رخسارون سے -
اس لیے بس آپ ہی رہیے یہان یہ خاکسار
جاتا ہو

مریم یہ غیر ممکن ہو

عیسی نہین بس آپ ہی
رہیے اس کمرے مین جن کی ذات سے ہو رونق
باغ قدرت اور جو ——

تھیوڈورا بیٹی بس اب چل

مریم چلتی ہوں

عیسیٰ جائیے گا خیر - لیکن سیر کیجیے دو گھڑی
جلدی کیا ہی؟

تھیوڈورا پھر کبھی آئیں گے اب اس وقت ایک
کام ہی جس کے لیے جاتے ہین

(تھیوڈورا مریم کو ہاتھ پکڑ کے کھینچ لے جاتی ہی)

عیسیٰ (تھوڑی دیر سناٹے مین رہ کے) کیون؟ یہ کون تھی؟
حور کیا اس سے زیادہ خوبرو ہوگی؟ نہین
تو فرشتہ ہوگی یہ؟ یہ بھی نہین - پریون کا حسن
بھی سنا ہی دلربا ہوتا ہی - لیکن اس قدر
دلستانی اُن مین ہو - ممکن نہین - پھر کون تھی؟
بس فلورنڈا ہی تھی اور اُس کے ساتھ تھی
اُس کی مان - بیٹی کہا بھی اُس نے تھا - کیا آگئی
اُندلس سے وہ؟ مگر موسیٰ تو کہتے تھے کہ بعد
چند دن کے آئے گی - کیا جولین نے جھوٹ موٹ
اُن کو فقرہ دے دیا؟ بے شک یہی ہو ورنہ یان
کس طرح وہ آگئی؟ اُس کے سوا پھر اور کون
خوبرو ہو سکتا ہی ایسا کہ پہلی ہی نگاہ
لے گئی دل سے مرے صبر و قرار؟ اور کس کے حسن
کے مقابل روشنی سورج کی مٹ سکتی تھی؟ یا
چاند کا چہرہ اُتر جاتا؟ فلورنڈا ہی تھی
تو گئی کس جا؟ کہان غائب ہوئی؟ اور آہ مین

(موسیٰ آکے سامنے کھڑا ہو جاتا ہی)

دل کو کیونکر ہجر مین بہلاؤن؟

(کچھ آہٹ پاکے)

موسی

موسی (مسکرا کے) کیسے کس
سوچ میں ہیں؟

عیسی آپ تو کہتے تھے وہ آئی ہیں
ہو مگر میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا یہاں

موسی (قریب آکے) کس کو صاحب؟

عیسی شاہزادی فلورنڈا کو۔ اور
کس کا میں مشتاق ہوں؟

موسی وہ تو جناب اس قلعہ سے
مدتیں گذریں روانہ ہوچکی۔ جب ہم یہاں
فوج لے کر آئے تھے اور گھیرا تھا سبطہ کو اس
سے بھی پہلے جا چکی تھی وہ

عیسی غلط

موسی خود جولین
مجھ سے کہتا تھا

عیسی غلط اس نے کہا

موسی کیوں کیا سبب
جھوٹ کہتا مجھ سے وہ؟

عیسی میرے سبب سے ای امیر
آپ کو فقرہ دیا اس نے

موسی تو میں پھر پوچھوں گا۔

عیسی اب تو ای سردار مجھ میں ضبط کی طاقت نہیں
جائیے اس وقت میں اک دو گھڑی کے واسطے
جا کے تنہائی میں روؤں اپنی قسمت پر ذرا

(کمرے میں جا کے دروازہ بند کر لیتا ہے۔ اور موسی بھی چند ساعت کے بعد چلے جاتے ہیں)

افسوس صد ہزار افسوس

وہ آفتاب غروب ہوگیا جس کی کرنین مشرق و مغرب کو یکسان روشنی سے منور کر رہی تھین وہ مادر شفقہ ہم سے چھین گئی جس کے آغوش کی راحت اہل عالم کو قیامت تک نہ بھولے گی۔ اُس فرمان روائے اعظم نے سفر آخرت کیا جس کے عہد سے زیادہ امن و امان دنیا کو کبھی نہین نصیب ہوا تھا۔ آہ! آج دنیا مین وہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند نہین جن کے عہد سے زیادہ پُر امن عہد جن کے دور سے زیادہ ترقی کا دور ہندوستان کو کبھی نہین نصیب ہوا تھا نہ جن کے عہد سے زیادہ رحم دل فرمان روا مل سکتا ہے۔ اور نہ جن سے بڑھ کے شفیق مان نصیب ہو سکتی۔ کیا اِس سے بھی بڑھ کے کوئی اندوہ خیال مین آسکتا ہے کہ آج مشرق سے مغرب تک ہر ملک اور شہر مین ماتم ہو رہا ہے؟ اور دنیا کے ہر کونے مین لوگ سیاہ پوش ہین؟ انگلستان مین تہلکہ مچا ہوا ہے۔ یورپ مین ماتم پُرسے کی رسمین ادا ہو رہی ہین۔ کناڈا اور امریکہ والے خاک اُڑا رہے ہین۔ افریقہ مین لوگ خون کے آنسو بہا رہے ہین۔ آسٹریلیا وغیرہ تمام جزائر مشرق مین ماتم ہو رہا ہے۔ اور ہندوستان کے ہر زن و مرد بوڑھے اور بچے کو زندگی بھر کا عیش بھول گیا ہے۔ ہم مسلمانان لکھنؤ کے ممنون ہین کہ اُنھون نے اس شاہی غم سے متاثر ہو کے صدہا شادیان جو عید الفطر کے مہینے مین ہونے والی تھین ملتوی کر دین۔ اور غم کے پیچھے اپنی تمام خوشیان بھول گئے ہین۔

اہل علم کو مژدہ

ضرورت ہے کہ جہان تک ممکن ہو ملک مین انشا پردازی کی قدر و قیمت بڑھائی جائے۔ انگلستان اور یورپ مین جتنے مشہور اور معرکہ آرا رسالے نکل رہے ہین اُن سب مین معمول ہے کہ ہر انشا پرداز مضمون نگار کو فی صفحہ ایک گنی اظہار قدر دانی کے طور پر نذر کی جاتی ہے۔ اِس طریقے کا ہندوستان مین بھی جاری ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہم ابھی اتنا روپیہ دینے کے لیے تو تیار نہین ہین لیکن آیندہ سے دلگداز کے واسطے یہ خاص اہتمام کیا جاتا ہے کہ جن لائق جادو نگارون کے مورخانہ یا ایسے مضامین شائع ہون گے جن مین انشا پردازی کی خاص شان اور طبع آزمائی کا کمال دکھایا گیا ہو اُن کی خدمت مین فی صفحہ ایک روپے کے حساب سے نذرانہ پیشکش کیا جائے گا۔ لہٰذا اب آیندہ دلگداز کے صفحون پر اڈیٹر کے مضامین کے علاوہ صرف وہی

قیمتی مضامین شایع ہو سکین گے جو نذرانہ دینے کے لیے منتخب کیے جائین - ضروری اشتہارات
مباحث کے متعلق جو معمولی خط وکتابت شایع ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہو - امید ہو کہ منتہی طلبا اور
نکتہ سنج ہموطن اپنے اس قومی پرچے کی طرف توجہ فرمائین گے -

المشتہر مہتمم و پروپرائٹر دلگداز

ہمارا جدید ناول

قدردانان دلگداز - ناول ایام عرب ختم ہو گیا - اور اُس کی مکمل جلدین دفتر دلگداز مین موجود
ہین - فی الحال ہم ایک انگریزی ناول کا ترجمہ بہت ہی درست کر کے اور اپنی زبان مین سے کے
شائع کرتے ہین جو ہمین نہایت ہی دلچسپ معلوم ہوا - یہ ناول زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ مہینے
مین ختم ہو جائے گا - پھر ہم اپنا ایک نیا اسلامی اور تاریخی ناول شروع کرین گے -

ایڈیٹر دلگداز

پچھلی ڈاک کی تازہ خبرین

ترکستان یعنی بخارا اور خیوا کے پینتیس مسلمان حج کی نیت سے سفر کر کے قسطنطنیہ مین پہونچے
جمعے کے روز جامع حمیدیہ مین صف باندھ کے کھڑے تھے کہ سلطان المعظم قریب سے گذرے -
اور اُنھون نے زور سے نعرۂ جوش بلند کیا - سلطان اُن کا جوش دیکھ کے خوش ہوئے اور
اُنھین کچھ روپیہ مرحمت فرمایا -

امیر عبدالرحمن خان کے چچا سردار غلام محمد خان ایک عرصۂ دراز سے شہر دمشق مین قیام پذیر
تھے - فی الحال نوئے برس کی عمر مین اُنھون نے انتقال کیا -

شہنشاہ جرمن نے سلطان صلاح الدین اعظم کی قبر پر چڑھانے کے لیے جو ہار بڑے اہتمام
سے تیار کرایا تھا اُسے فی الحال جرمن کے ایک ڈپوٹیشن نے شام مین آکے قبر پر چڑھایا اور سلطان
المعظم کی جانب سے اُن لوگون کی بہت کچھ خاطر داشت کی گئی -

سلطان المعظم نے حکم دیا ہو کہ علما کی ایک جماعت منتخب ہو جو شیخ الاسلام کی جانب سے
ولایت کسوود مین جاکے دین اسلام کی تبلیغ کرین -

ارض مکہ تک جو تار برقی کا سلسلہ قائم ہو رہا ہو عنقریب تکمیل کو پہونچنے والا ہو - گیارہ
دفتر قائم ہو چکے ہین اور آخری ایک ریگ زار مین عقبۃ الشام نام ایک مقام مین قائم
ہوا ہے -

آپ کا کتب خانہ ان کتابون سے خالی تو نہین؟

(مسٹر رینالڈز کے دلچسپ ناولون کے ترجمے)

حرم سرا کا قتل ۔ لوز آف دی حرم کا ترجمہ۔ ترکون کی شان و شوکت کا زمانہ اور حرم سرا کی عشق بازیان دو جلد ۔ سے

راز و نیاز "کیمین برج ہوس" کا ترجمہ۔ رینالڈز کے اس دلچسپ ناول کا ترجمہ جس مین انگلستان کی عمر بھر کنواری رہنے والی ملکہ الزبتھ (اور جون کوبڈن) کے پوشیدہ راز کھولے گئے ہین۔ اور دکھایا گیا ہے کہ وہ اصل مین لیاقتی اور کیا بتائی جاتی ہے ۔ دو حصے ۔ ؏

وحشو کا یا طلسمی فانوس ۔ رینالڈز کا ناول اور مسلم الثبوت زبان دان بذلہ سنج منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ کا ترجمہ۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت اس ناول کی دلچسپی کا ہو سکتا ہے ؏

افشائے راز ۔ زمانے کی رفتار اور ابنائے جنس کی بدسلوکیان ۔ ؏

خونی قسمت ۔ ٹریڈمن کا ترجمہ جعلسازی غارتگری کی شکست۔ نیک نفسی و پاک طینتی کی فتح ۔ قیمت ؏

(رفیق سید عاشق حسین صاحب لکھنوی کی قابل قدر تصنیفات)

تارا ۔ میڈوز ٹیلر کے اسی نام کے نہایت دلچسپ ناول کا ترجمہ بیجاپور کا منظر بیجین کی بیوگی اور اس کا انجام ۔ ؏

نشیب و فراز ۔ متلون مزاجیون کے نتائج ۔ اور شاہی خاندانون کا عروج و زوال ۔ ؏

شادی غم ۔ اطاعت اور عشق شہنشاہ اکبر کا زمانہ ۔ ؏

مظفر ورامابائی ۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا ایک سچا واقعہ نہایت دلچسپ ۔ ۱۲؍

نرالی ادا ۔ نام ہی بتا رہا ہے کہ کیا چیز ہوگی ۔ ۱۰؍

ناوک حسرت ۔ ابنائے زمانہ کی بدسلوکیان ۔ ۱۰؍

مشتاق و زہرہ ۔ سلطان عالم واجد علی شاہ کے عہد کا واقعہ۔ غدر کے سین۔ شرفا کی تباہی و بربادی ۔ ؏

سلیم و حبیبہ ۔ حسن و عشق کے سچے جذبات ۔ ۱۰؍

تاثیر ۔ نہایت دلکش خیالات۔ نگر نیا خیال نیا ڈھنگ ۔ ؏

کاوش دل ۔ ایک عجیب سچا اور عبرت خیز واقعہ ۔ ؏

(تصانیف جناب حکیم محمد علی خان صاحب ایڈیٹر مرقع عالم)

عبرت ۔ جان و منور کا دلچسپ ناول تین حصے ۔ ؏

جعفر و عباسہ ۔ پردہ نہ کرنے کی خرابیان ۔ تیار ہو گیا ۔ ؏

اختر و حبیبہ ۔ تعلیم نسوان کے فوائد اور زبردستی کی شادی کا ضرر ۔ ؏

نیل کا سانپ ۔ مصر کی ملکہ کلیوپیٹرا کی حسرت بھری داستان ؏

گورا ۔ حکیم صاحب ممدوح کا سب سے نیا ناول ۔ ؏

(مختلف مصنفون کے ناول)

عزیزہ مصر ۔ نہایت ہی اچھا اور سچا قصہ ۔ ۱۲؍

عروج و زوال ۔ پاکیزہ زبان اور اصلی واقعات ۔ ۱۲؍

رلیسیلاس ۔ ڈاکٹر جانسن کے معرکہ آرا ناول کا ترجمہ یہ ناول انگریزی زبان کا زیور خیال کیا جاتا ہے ۔ ۱۲؍

خون عاشق ۔ ویانا دارالسلطنت آسٹریا کا ایک سچا قصہ۔ قزاقون اور دلالون کی تعجب خیز چالاکیان اور حسن و عشق ۔ ۵

امراؤ جان ۔ نہایت ہی شستہ زبان ۔ ایک نامور بازاری کی سرگذشت اسی کی زبانی ؏

نشتر ۔ اور وہ جو دل ہی کی خبر لے ۔ ایک دفعہ پڑھیے اور دیکھئے کون مزہ لیجیے ۔ ؏

عقد الجواہر ۔ نہایت دلچسپ جن لوگون نے اس ناول کو کبھی پڑھا ہے وہی جانتے ہون گے کہ کس قدر مزے دار ناول ہے ؏

چاک گریبان ۔ مسلمان بیواؤن کی حسرت ناک حالت ؏

لیفٹر کروار ۔ میرزا عبد اللہ حسرتی اس ناول کو اپنی ۲۰ سال کی کتب بینی و ناول خوانی کا ثمرہ بتاتے ہین ۔ ؏

مادھوی کنکن ۔ ایک نہایت دلچسپ بنگالی ناول کا ترجمہ ۔ ؏

وصال ۔ ایک دلچسپ ناول ۔ ۸؍

سلیمہ ۔ نہایت پُر درد افسانہ ۔ ۸؍

جذب دل ۔ صرف حسرت والم ۔ ۱۲؍

نتیجہ محبت ۔ ایک انگریزی دلچسپ ناول کا ترجمہ ۔ ؏

اُما ۔ تارا ۔ لیلا ۔ رادہا ۔ چار دلچسپ بنگالی ناولون کے ترجمے ۔ ۱۲؍

نورجہان ۔ ایک دلچسپ خیالی ناول ۔ ؏

ہیرے کی کنی ۔ حسن و عشق شریفانہ جوش محبت ۔ ۱۰؍

طلسمی بدلہ ۔ انتہا سے زیادہ بامحاورہ اور دلچسپ ۔ ؏

ذات شریف۔ مرزا رسوا کے سوا کون ہو سکتا ہے ۸؍

سلطان وناز ک دا۔ بہت عجیب ۶؍

لال کپتان۔ بڑے مزہ دار ناول کا ترجمہ ۱۲؍

بروک۔ بنگالی ناول کا ترجمہ ۸؍

تسنیم۔ پڑھیے اور لطف اُٹھائیے ۱۰؍

کامنی۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول تو آپ کو پسند ہی ہوگا ۸؍

مثنوی امید و بیم۔ مرزا محمد ہادی صاحب کی نظم سحر یا معجزہ

کمند کیسو۔ نازنینان فرانس کے ذریعے سے خفیہ پولیس کی حیرت انگیز کامیابیاں مترجمہ حاجی حلیم الدین مرحوم قیمت ۱۰؍

ناخوانده مہمان۔ بہت ہی دلچسپ انگریزی ناول کا ۱۲؍

دل عزیز۔ ایک پر لطف اور بحیل ناول ۹؍

مریم۔ ایک با عصمت خاتون کی سرگذشت دہلی کا سچا واقعہ ۸؍

ڈاکٹر کی بیٹی۔ حیرت انگیز اور پر لطف ۸؍

المشتہر منیجر دلگداز ایجنسی لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

پردۂ عصمت

ایک نہایت ہی قابل قدر پر زور پر جوش اور پر لطف پرچہ جو عورتوں کو اُن کے دینی و دنیاوی حقوق دلوانے اُن میں تعلیم کو رواج دینے۔ اُنھیں ذلت سے نکالنے۔ اور اُن میں قومی اصلاح کی قوت پیدا کرنے کے لیے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ ہر نمبر میں کسی لائق و محترم خاتون کی سوانح عمری بھی ہوتی ہے۔ قیمت مع محصول ڈاک صرف ایک روپیہ سالانہ۔ نمونے کا پرچہ ۲ کا ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔ بیویو۔ اپنے اس خادم کو ضرور لو۔ دیکھو۔ پڑھو۔ اور اس کی قدر کرو۔

المشتہر۔ منیجر پردۂ عصمت۔ بچھے گنج۔ لکھنؤ۔

معلم نسوان

لڑکیوں کی تعلیم کا زبردست داعی۔ عورتوں کی حالت سدھارنے کا سچا اور دردمند حامی یعنی وہ ماہوار رسالہ جو ۲۲×۲۰ تقطیع کے چار جزو کا ماہوار شائع ہوتا ہے۔ اور اُن لوگوں کی توجہ کا محتاج ہے جنھیں عورتوں کی حالت پر ترس آتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ سال۔

المشتہر۔ محب حسین ایڈیٹر حیدرآباد دکن۔ گوشہ محل

بیمار دوڑو دوڑو! بیمارو دوڑو!

یوں تو آپ نے بہت سی دواؤں کا تجربہ کیا ہوگا مگر ذرا اِن کا بھی تجربہ کرکے دیکھ لیجیے۔ یہ دوائیں ایسی ہیں اور ایک دفعہ منگانے کے بعد ممکن نہیں کہ آپ ہمیشہ نہ منگائیں۔

طلاء مسیحا اعجاز مسیحائی۔ زمانے نے ہماری خلائقوں کو ایسی ترقی دلادی ہے اور بے تربیتی کی وجہ سے نوجوان بلکہ بچے تک نابالغ بھی ایسی ایسی آوارگیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ نسل انسانی کو ضرر پہونچنے لگا ہے۔ ہندوستان کی مردم شماری جاری ہے کہ یہاں کی آبادی کو ایسی ترقی نہیں ہوتی جیسی کہ ممالک یورپ وغیرہ میں ہوتی ہے اور جیسی کہ ہونی چاہیے جو مخلوق بقائے نسل کا سامان نہ کرسکے اُس کی زندگی بیکار ہے اس لیے کہ پیدایش کی حقیقی غرض وہ پوری نہیں کرسکتا ہے نقصان کے رفع کرنے کے لیے ہم نے یہ خاص طلاء تیار کیا ہے جو استعمال کے ساتھ ہی اپنا اثر دکھاتا ہے آزمایئے گا تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا یہ اشتہار کہاں تک اور کتنے لوگوں کے تجربوں کا نتیجہ ہے قیمت فی شیشی بقدر استعمال ایک شخص ساتھ روپیہ

معجون مقوی ومبہی۔ تین ہی خوراکیں بتادیں گی کہ کیا چیز ہے اور سات خوراکیں یقین ہے کہ ہمیشہ کے لیے بے پروا کردیں گی۔ سات خوراک کی قیمت۔ چار روپیہ

اباز یر حالینوسی۔ ایک سفوف ہے جسے گوشت میں ملاکے پکائیے۔ اور ایک ہفتے تک کھاکے دیکھیے۔ نہایت مجرب اور حکمی اکسیر ہے فقط سفوف سات دن تک کافی ہو سکے اس کی قیمت سات روپیہ

سفوف دافع جریان۔ رقت سرعت۔ درد کمر اور اس مرض کی تمام لاحقہ شکایتوں کو بیس دن میں بالکل دفع کردیتا ہے کہ گویا کوئی شکایت تھی ہی نہیں قیمت۔ تین روپیہ

حبوب ضیق النفس۔ یعنی دمے کی گولیاں۔ یہ مرض قریب قریب لاعلاج سمجھ لیا گیا ہے مگر ہم نے پوری طرح تجربہ کرلیا ہے کہ دو ہفتے میں انسان کو اس آزاردہ بیماری سے ہمیشہ کے لیے نجات ملجاتی ہے۔ دو ہفتہ کی خوراک چار روپیہ

دواء الاکسیر۔ ایک نمک یا خاک ہے گرسنہ نہیں لگنا معدے کی تمام شکایتوں کو ایک ہی خوراک میں شادینی اور اکیس دن کے استعمال میں معدے کا فعل ایسا صحیح ہوجاتا ہے کہ حیرت معلوم ہوتی ہے۔ اکیس خوراک کی قیمت۔ تین روپیہ

المشتہر

محمد اکبر علی۔ لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

دلگداز

نمبر ۲ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۰۱ع جلد ۵

مُرتّبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مالک و ایڈیٹر دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

مصنفات جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

مقدس نازنین - یا پوپ الجنس - بالکل نیا اچھوتا اور انتہا سے زیادہ دلکش - ناول - پُرانی مسیحیت رہبانیت و علم و فضل - ایک حسین مسیحیہ عورت کا پوپ منتخب ہوجانا اور آخر مسلمانون کی تدبیر سے نجات پانا - قیمت ۸؎

ایام عرب - دو حصہ - جاہلیت عرب کے دلچسپ سنسنی خیز اور سبق آموز واقعات - اُس سادی زمین کی سرگذشت جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی - عربی حسن و عشق کی جیتی جاگتی تصویرین - قیمت ۱؎

فردوس برین - عجب پُرلطف اور حیرت مین ڈالدینے والے اسرار - جیتے جی فردوس برین کی سیر - فرقہ باطنیہ و اسماعیلیہ کی سچی تاریخ - کوہسار طالقان کی باطنی سلطنت فلسفہ الٰہی کے نازک مباحث حقیقی بے نفسی و رکنادی کی ریاکاری مین نمایان امتیاز - نہایت دلچسپ و عبرت انگیز - ۱۲؎

فلورا فلورنڈا - نہایت دلکش اور دل پر اثر کرنے والا ناول - اسپین کے عیسائیون کا مجنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت کی معدلت پروری - ۱۲؎

ملک العزیز ورجینا - صلیبی لڑائیان - اسلامی جوش سلطان صلاح الدین اور رچرڈ شیر دل - اس کے ساتھ حسن و عشق - قصہ نہیں جیتی جاگتی تصویرین - ۱۲؎

حسن انجلینا - روم و روس کی لڑائیان یا آرمینیون کا جوش دین - اور آخر مین نا اتفاقی کے نتائج - ۸؎

منصور موہنا - خالص مذہبی جوش - سومنات قومی غیرت محمود غزنوی کے حملے اور سندھ و مسلمانون کے ابتدائی تعلقات - ۱۲؎

شہید وفا - حسرت بھری داستان اندلس کی اسلامی حکومت کا آخری دور - عشق و دیانت - مظلومی و وفاداری - ۱۲؎

درگیش نندنی - ایک بنگالی دلچسپ ناول کا ترجمہ ۱۲؎

دلکش ہر دو حصہ - وہ دلچسپ ناول جو بغیر ختم ہوئے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا - ۱۴؎

دلچسپ ہر دو حصہ - لائق مصنف کی سب سے پہلی تصنیف - ہندوستانی معاشرت - خاندانی جھگڑے - ۱۴؎

بدر النسا کی مصیبت - جو ترمیم و اصلاح کے بعد از سر نو چھاپی گئی ہے - نہایت پُرلطف اور پُرعبرت - ۶؎

ملکہ زنوبیہ - حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک عربیہ شاہزادی کے حالات زندگی - ۳؎

حسن بن صباح - شیخ الجبال بانی فرقہ باطنیہ اور حشیشین کے کارنامے - اس مذہب اور اُس کی سلطنت و سطوت کی دلچسپ تاریخ - لوگون کو ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے ۶؎

اسلامی سوانح عمری - چند مستند و مشہور علمائے اسلام کے تاریخی حالات -

لارڈ بیکن - فلسفہ کے نامور مجدد اور یورپ کی موجودہ ترقیون کے بانی مبانی کی سوانح عمری - ۸؎

تاریخ بغداد - دارالخلافت بغداد کے عروج و زوال کا مختصراً اور مجملاً حال - ۶؎

افسانۂ قیس - مجنون عامری کی سوانح عمری از ابتدائے عشق لیلیٰ تا مرگ - ۳؎

دلگداز - ۱۸۸۹ء ۱۲؎
دلگداز - ۱۸۹۰ء ۱۲؎
دلگداز - ۱۸۹۱ء ۱۲؎
دلگداز - ۱۸۹۳ء ۱۲؎
دلگداز - ۱۸۹۵ء ۱۲؎

المشتہر
منیجر دلگداز -
لکھنؤ - کٹرہ بزن بیگ خان

پردۂ عصمت

ایک نہایت ہی قابل قدر پُرزور - پُرجوش اور پُرلطف پرچہ جو عورتون کو اُن کے دینی و دنیاوی حقوق دلوانے - اُن مین تعلیم کو رواج دینے - انھین ذلت سے نکالنے - اور اُن مین قومی اصلاح کی قوت پیدا کرنے کے لیے ماہوار شائع ہوتا ہے - ہر نمبر مین کسی لائق و محترم خاتون کی سوانح عمری بھی ہوتی ہے - قیمت مع محصول ڈاک صرف ایک روپیہ سالانہ - نمونے کا پرچہ ار کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا - ہدیۂ اپنے اس خادم کو ضرور لو - دیکھو - پڑھو - اور اُس کی قدر کرو

المشتہر - منیجر پردۂ عصمت - سیکھے گنج

اس سے پیشتر ہم نے جتنے لوگون کے حالات لکھے ہین وہ سب حکیم اور فلسفی تھے مگر اب ہم ایک ایسے نامی گرامی شخص کی طرف توجہ کرتے ہین جو نہ حکیم تھا نہ فیلسوف بلکہ صرف ایک طبیب تھا اور حکیم تھا بھی تو انھین معنون مین جن معنون مین کہ ہماری زبان مین بیمارون کا علاج کرنے والے "حکیم صاحب" کہلاتے ہین۔ لیکن جس طبیب کو ہم نے اُس کے حالات زندگی لکھنے کے لیے منتخب کیا ہو وہ طبیب بھی ہو تو اتنا بڑا اور اس پایے کا کہ دنیا کے تمام حکیم اُس کے پیرو ہین اور اُسی کے نقش قدم پر چل رہے ہین۔ اور تسلیم کرتے ہین کہ علم طب کا وہی موجد و بانی تھا۔

موجودہ یورپین تاریخ اہل یونان کی تحریرین۔ اور عرب مورخین سب کو اتفاق ہو کہ بقراط ہی دنیا مین پہلا شخص ہو جس نے دوا اور علاج کے فن کو علم طب بنایا۔ اُس کو یہ وقعت دی۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک مین کثرت سے طبیب پیدا کر دیے۔

بیمارون کی دوا کرنا۔ اور دفع مرض کے طریقے معلوم کرنا فطرتی چیز ہو۔ جب سے انسان دنیا مین آیا جب سے وہ بیمار ہوا اُسی وقت سے اُسے علاج کی بھی فکر ہوئی۔ مگر ابتدا اگر درد و مرض مین نفع بخشنے والے چٹکلے خدا کی رحمت و نعمت خیال کیے جاتے تھے اور ان کا معلوم ہوجانا خدا کی خاص مہربانی بلکہ الہام و وحی تصور کیا جاتا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ یہ چیزین اب بھی اور حقیقت مین خدا کی برکت و عنایت ہین مگر اُس وقت یہ چیزین خلاف قیاس معجزے اور غیر معمولی نعمتین سمجھی جاتی تھین۔ اور اب کوئی خلاف قیاس کرامت یا معجزہ نہین باقی رہین۔

یہی وجہ ہے ابتداءً ہر جگہ علاج کرنا اور دفع مرض کی تدبیرین بتانا مذہبی مقتداؤن کاہنون اور زاہدون کے ساتھ مخصوص تھا۔ وہ لوگ اُنھین کے ذریعے سے اپنی فضیلت جتاتے۔ اپنے آپ کو خدا کا مقبول بندہ ثابت کرتے۔ اور جو تدبیرین علاج کی معلوم ہوجاتین اُنھین کیمیا کے نسخون کی طرح مخفی رکھتے۔

یونان مین بھی یہ فن اسی عنوان اور اسی صورت سے شروع ہوا خصوص سقلیبیوس نام ایک شخص سے جسے لوگ خدا جانے کیا کچھ مذہبی وقعت دیے رہے تھے سقلیبیوس بھی اپنے معلومہ نسخون اور اپنے طرز علاج کو کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا۔ اُس کے بعد یہ فن اسی کے خاندان مین چلا۔ اور نہایت ہی مخفی رموز کی طرح نسلاً بعد نسلٍ سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا اس خاندان کے وارث یونانیون مین دینی اور دنیاوی حیثیت سے معظم ومحترم سمجھے جاتے تھے۔ اور امیر وغریب ہر شخص کے مرجع وماوی تھے۔ یہان تک کہ نوین پشت پر پہونچ کے قریباً میس نام اسی خاندان کا ایک شخص یونان کا بادشاہ ہوگیا۔ مگر اب بھی فن طب ایک لعل بے بہا کی طرح انھین لوگون کے خزانے مین تھا۔ اور رہا تھا۔ الغرض تین سو سال کے اندر اٹھارہ پشتین گذری تھین۔ اور اُن مین سات بڑے معزز گران پایہ اور معجز نما طبیب ہوچکے تھے کہ اٹھارھوین پشت مین بقراط پیدا ہوا جس کا نام زیب عنوان ہو۔ بقراط کا نام یونانی مین الیفوقراطیس تھا۔ مگر عربون نے تصرف کرکے اپنی زبان مین بقراط بنا لیا۔ جو اُن کے ذریعے سے ساری مشرقی دنیا مین پھیلا۔

بقراط کے باپ کا نام ایراقلیدس تھا۔ اور دادا کا نام بقراط۔ اس لیے کہ عربون کی طرح یونانیون مین بھی یہ رواج تھا کہ اکثر دادا اور پوتے کا ایک ہی نام ہوتا اُس کی ماں فرکسیشا نام ایک خوش نصیب عورت تھی جو حکیم ایرقلیس کے گھرانے کی بیٹی تھی۔ اور جس کے بطن سے ۴۶۰ء قبل مسیح مین یعنی ولادت حضرت سرور کائنات سے ایک ہزار تیس سال پیشتر یونان کے شہر قو مین بقراط پیدا ہوا۔ ابھی اچھی طرح ہوش وحواس نہین سنبھالنے پایا تھا کہ باپ نے اپنا خاندانی علم سکھانا شروع کیا۔ چونکہ دادا ہنوز زندہ تھے لہذا اُنھون نے بھی اپنی پختہ مغزی اور اپنے تجربون سے اُسے سبق دیا۔ اکثر قواعد علاج اور ادویہ کے خواص اول تو صرف باپ دادا کی لوح دل پر لکھے ہوئے تھے۔ اور جو چند تحریرون مین تھے بھی تو اس وضع سے ایسے مجہول اشارون

اور علامتوں مین اور ایسے نامعلوم خط مین کہ جب تک بتائے نہ جائین کوئی پڑھ نہ سکتا تھا۔ الغرض عنفوان شباب ہی تھا کہ خاندانی رموز و تجربات کو حاصل کر کے بقراط ایک باکمال طبیب بن گیا۔ چنانچہ اُس کے حالات لکھنے والے مورخ کہتے ہین کہ وہ ننانوے برس دنیا مین رہا جن مین سے صرف سولہ برس طالب علمی اور علم طب سیکھنے مین صرف کیے۔ اور باقی زندگی اُستاد فن اور ایک باکمال طبیب کی حیثیت سے بسر کی۔

اُس نے غالباً باپ دادا کے مرنے کے بعد غور سے دیکھا تو علم طب بہت ہم تنزل کی حالت مین تھا۔ جاننے والے گنتی کے لوگ تھے۔ اور اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو ان چند لوگون کے ساتھ یہ شریف اور ضروری فن بھی ختم ہو جائے۔ علاوہ برین اُس نے خیال کیا کہ علم طب نوع انسانی کے لیے عام طور پر ضروری ہو لہذا اُس کو بھی اُسی حد تک عام ہونا چاہیے جس حد تک کہ انسان بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہو۔ الغرض انھین اسباب و امور کو سوچ کے بقراط نے کوشش کی اور اس بات پر کمر باندھی کہ اس شریف فن کو عام کر دے۔ اور جہان تک بنے اُس کے جاننے والون کی تعداد بڑھائے۔

ان دنون رموز طبی کے ماہر صرف دو شخص تھے۔ ایک تو یہی بقراط جو یونان کے شہر قو مین تھا۔ اور دوسرا دمیقراطیس جو شہر ابدیرا مین تھا۔ دمیقراطیس کی طبیعت پر فلسفہ اور حکمت کے الٰہیات اس قدر غالب آئے کہ زہد و تقوی مین منہمک ہو کے گوشہ نشین ہو گیا لہذا بقراط تن تنہا ہی اپنے اغراض کے پورے کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ توجہ کرتے ہی اس کو ایک اور بات نظر آئی وہ یہ کہ اُس کے خاندان والے اطبا مین باہم اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور اُسے خوف ہوا کہ یہ اختلاف منجر بفساد ہو کے فن طب ہی کو نہ مٹا دے۔ اُس نے پہلا یہ کام کیا کہ مسائل طب اور رموز علاج کو کتابون اور عام فہم تحریرون مین مدون کرنا شروع کیا۔ پہلے اپنی بیٹی مالانا ارساد، بیٹون تاسلس اور درا قن کو اور ایک ذہین و طبیعت دار شاگرد فولوبس کو یہ فن سکھانا شروع کیا۔ پھر غریبون اور فقیرون کے لڑکون کو عام طور پر سکھانے لگا تاکہ علم طب کے فوائد اور خاندان اسقلیبیوس کی برکت گھر گھر پھیل جائے۔ اور اس صحت بخش چشمے سے ہر شخص یکسان طور پر فیض یاب ہو سکے۔

شہر قو مین اپنے مکان کے قریب اپنے ہی ایک باغ مین سب سے علحدہ ایک جگہ مقرر کی جہان مریض لا کے رکھے جاتے۔ اور اُن کے لیے تیمار دار اور خدمتگار مقرر کیے جو ہر وقت مریضون

کی خبر لیتے رہتے۔ اس مقام کا نام خشند وکین رکھا جس کے معنے "بیمارستان" کے ہین۔ اسی بنیاد پر کہا جاتا ہو کہ بقراط ہی وہ شخص جس نے دنیا مین سب سے پہلا شفا خانہ قائم کیا۔

درس و تدریس کے لیے اپنی اور اپنے شاگردون کی مدد سے اُس نے تین درس گاہین قائم کین۔ ایک تو خاص شہر قو مین جہان خود رہتا تھا۔ دوسر شہر رودس مین اور تیسری شہر قنیدس مین۔ مگر جب دیکھا کہ علم طب کے جاننے والے کثرت سے پیدا ہوتے جاتے ہین۔ اور یہ فن شریف اسقلیبیوس کے خاندان ہی سے نہین بلکہ اُس کی گرفت سے بھی باہر ہوا جاتا ہو تو ایک عہد نامہ اور حلف نامہ مرتب کیا جس کے مطابق ہر طالب علم سے قول و قسم لے لیا جاتا تھا۔ وہ عہد نامہ سچ پوچھیے تو ایک طبیب کے لیے نہایت ہی ضروری چیز ہو۔ اور چونکہ یونانی اطبا مین سے ہر متنفس بقراط ہی کے گھرانے کا شاگرد ہو اور اُسی کے نقش قدم پر چلتا ہو لہذا ہمین ضرورت معلوم ہوتی ہو کہ اُس عہد نامے کو تمام و کمال نقل کر دین۔ ہمارے اطبا کو ضرور ہو کہ اُسے پڑھین اور اُس کے پابند بنین۔ ورنہ وہ بقراط کے سچے پیرو اور شاگرد رشیدنہ ہون گے۔ اُس کی عبارت حسب ذیل ہو:-

"مین قسم کھاتا ہون اُس پروردگار عالم کی جو پیدا کرتا اور مارتا ہو۔ اور شفا اور ہر دوا کا خالق ہو۔ اور قسم کھاتا ہون اسقلیبیوس کی اور تمام اولیاء اللہ کی عام اس سے کہ وہ عورتون مین ہون یا مردون مین۔ اور اُن سب کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین اس عہد کو پورا کرون گا۔ اس کی تمام شرطون کو بجا لاؤن گا۔ اور اس علم و فن مین اُستاد کو بجاے باپ کے سمجھون گا۔ اپنی آمدنی مین سے اُس کی مدد کرون گا۔ اور اُسے جب کبھی روپیے کی ضرورت ہو گی اپنے سرمایے سے اُس کی خدمت کرون گا۔ اور جو دولت اُس کے ورثے مین مجھے ملی گی اُس مین سب بھائیون کو شریک سمجھون گا۔ اُنھین اگر اس علم کے سیکھنے کی ضرورت ہو گی تو مین سکھاؤن گا۔ اور بغیر اس کے کہ اُن سے کچھ اُجرت لون یا کوئی نئی شرط کرون۔ اپنی اولاد اُستاد کی اولاد اور اُن تمام شاگردون کو جن سے حرمت طب کا عہد لیا گیا ہو اور جن سے یہ شرطین لی جا چکی ہون اُن سب کو وصیتون طلبون اور اس علم کے تمام متعلقات مین اپنا شریک و سہیم سمجھون گا۔ مگر غیرون کے ساتھ یہ سلوک نہ ہو گا۔ حتی الامکان اپنے تمام معالجات اور اپنی جملہ تدابیر مین میرا مقصود صرف یہی ہو گا کہ مریضون اور بیمارون کو نفع پہونچاؤن۔ اور جو چیزین اُن کے حق مین مضر ہون یا جن سے اُن پر جور کرنا ملحوظ ہو اپنی راے کے مناسب

انھین اُن سے منع کرتا اور روکتا رہون - مجھ سے اگر کوئی ستمی اور قاتل دوا مانگی جاے گی تو نہ دون گا - اور نہ کسی کو ایسی دوا کے استعمال کا مشورہ دون گا - اور نہ عورتون کو کسی ایسی چیز کے قریب جانے دون گا جس سے اسقاط حمل کا اندیشہ ہو - اپنی تدبیرون اور اپنے اعمال طبی کی ضرورت سے اپنے نفس کو ہمیشہ پاک اور طاہر رکھون گا - جس کے مثانے مین پتھری پیدا ہو گئی ہو اُسے بھی مین اپنے ہاتھ سے چاک کر کے نہ نکالون گا بلکہ اس کام کو اُنھین لوگون کے لیے چھوڑ دون گا جن کا یہ کام ہے - مین جس گھر مین داخل ہون گا میری نیت یہی ہوگی کہ مریضون کو نفع پہونچاؤن - ہر عیب و فساد کے ارادے سے ہمیشہ اپنے آپ کو بچاؤن گا - عام اس سے کہ وہ مردون کے متعلق ہو یا عورتون کے متعلق - آزادون کے متعلق ہو یا لونڈی غلامون کے متعلق - جن امور کو مین اثناے علاج مین دیکھون یا سنون گا - اور وہ ایسے امور ہون جو راز کی حیثیت رکھتے ہون اور پوشیدہ ہون اُن کو راز سمجھ کے اپنے سینے مین محفوظ رکھون گا - اور کبھی کسی پر انھین ظاہر نہ کرون گا - جو اس عہد و پیمان اور قول قسم کا پابند رہے اپنے علاجون مین کامیاب ہو - اپنے تدابیر مین مقصدور اور بامراد رہے - اور ہمیشہ لوگ اُس کی مدح و ثنا کرین - اور جو کوئی اُس کے خلاف کرے اُس کی حالت بھی اس کے خلاف ہو"

یہ ہین شرطین اور اقرار جن کی پابندی ہر علم طب سیکھنے والے کو کرنی پڑتی تھی - **بقراط** کو ان ہدایات مین اور لوگون کو ان اصول اخلاق کا پابند بنانے مین یہان تک اہتمام تھا کہ اس قسم کے اقرار نامے لینے پر بھی اطمینان نہ ہوا - اور ایک وصیت نامہ لکھ کے اپنے تمام پیرون مین پھیلا دیا - یہ اقرار نامہ گویا ہر اطبا اور عاجون یا علم طب حاصل کرنے والون کے لیے ایک ضروری اور واجب التعمیل دستور العمل ہے - اُس کے الفاظ حسب ذیل ہین :-----

"علم طب کے طالب علم کو چاہیے کہ آزاد ہو - طباع ہو - نوعمر ہو - متوسط القامت اور متناسب الاعضا ہو - ذکی و ذہین ہو - خوش بیان ہو - مشورہ لینے مین اُس کی راے صائب ہو - پاکباز و متقی ہو - گناہون اور معاصی سے بچتا ہو - شجاع ہو - حریص و طامع نہ ہو - غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو - اور نہ ایسا ہو کہ کبھی غصہ ہی نہ آئے - کند ذہن نہ ہو - بیمار کے دُکھ درد کا شریک ہو - اُس کے حال پر شفیق ہو - اور

اُس کے رازون اور رُموز کا محافظ رہے - اس لیے کہ بہت سے مریض ہمین اپنے وہ بچ کے حالات بتا دیا کرتے ہین جو کسی اور کو ہرگز نہ بتائے - سخت وسُست سننے پر برداشت وتحمل سے کام لے - کیونکہ بعض مجنون اور مختل الحواس ہمین گالیان دینے لگتے ہین - ایسی حالت مین ہمین سمجھنا چاہیے کہ یہ اُس کی طبیعت کا فعل نہین بلکہ اُس کے مرض کا فعل ہو - سر کے بالون کی حالت بھی متوسط ہو - یعنی نہ سر منڈاے اور نہ بالون کو اتنا بڑھائے کہ جوڑے اور چوٹی کی طرح باندھے جائین - اسی اعتدال کی ضرورت ناخنون مین بھی ہو - اُس کے کپڑے سفید پاک اور نرم ہون - نہ تیز چلے - اس لیے کہ یہ طیش و برہمی کا خاصہ ہو - اور نہ بہت ہی آہستہ چلے اس لیے کہ یہ نفس انسانی کا نقصان ہو - مریض کے دیکھنے کو جائے تو چار زانو بیٹھے - اور خاموشی سے اُس کے حالات سُنے - اور اُن کے سننے مین بے لطفی اور گھبراہٹ نہ ظاہر کرے "

جالینوس کہتا ہو بقراط طب کے علاوہ علم ہیأت ونجوم کو بھی ایسا اچھا جانتا تھا کہ اُس کے ہم عصرون مین سے کسی کو وہ لیاقت نہین حاصل تھی - جن ارکان سے کہ جسم انسانی کی ترکیب ہو اُن کو بھی خوب سمجھا ہوا تھا - اس امر مین بھی کامل مہارت رکھتا تھا کہ جن اجسام مین کون ونساد ہوتا ہو کیون ہوتا ہو کیونکر ہوتا ہو اور کن اسباب سے ہوتا ہو ان امور سے واقف ہی نہ تھا بلکہ وہی پہلا شخص ہو جس نے ان پر قوی اور قابل تسلیم دلیلین پیش کین - اور اس بات کے ثبوت پیش کیے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے جسمون مین کیونکر صحت قائم رہتی ہو - اور مرض پیدا ہوتا ہو تو کیونکر اور کیون - اسی شخص نے سب کے پہلے امراض جسمانی کا استقراء واستنباط کیا - اور اُن کا علاج بتایا -

زندگی بھر اُس کا اور کوئی کام نہ تھا کہ بجز اس کے کہ علم طب پر غور کرتا - اُس کے قواعد ایجاد کرتا - بیمارون کا علاج کرتا - اور اُن کو آرام پہونچانے کی کوشش کرتا چنانچہ اپنی کتاب "ابیدیمیا" مین بہت سے مریضون کے حالات اور اُن کی سرگذشتین بیان کی ہین -

سب سے بڑی یہ بات تھی کہ حرص وطمع نام کو بھی نہ تھی - دولت وثروت کا ذرا بھی شوق نہ تھا - اور صرف اتنا ہی روپیہ چاہتا تھا جتنا اُس کے حوائج ضروری کے لیے کافی ہو سکے - چنانچہ اسی کی برکت تھی کہ بادشاہون کی خدمت اور درباداری سے بھاگتا تھا

جالینوس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شہنشاہ ایران اردشیر نے جو دارا بن دارا کا دادا تھا اور جسے یونانی ارطخشت کہتے ہین سقراط کو اپنے دربار مین بلوانا چاہا۔ اور سبب یہ ہوا کہ اُن دنون فارس مین ایک وبا نمودار ہوئی تھی۔ اور اُس مین مبتلا ہو ہو کے ایرانی اس کثرت سے مرنے لگے کہ اردشیر نے گھبرا کے اپنے عامل قو کو لکھا کہ بقراط کے پاس سو قنطار سونا بھیجو۔ اور اُسے راضی کر کے نہایت تعظیم و تکریم اور شان و شوکت کے ساتھ ادھر روانہ کرو۔ اُس پہ یہ بھی ظاہر کر دو کہ یہ جو کچھ دیا گیا بمقابل اُس کے جو آیندہ ملے گا بہت کم ہے۔ اور اُس مال و دولت کے علاوہ بہت سا علاقہ بھی دیا جائے گا۔" پھر اُس کے ساتھ اردشیر نے فرمانروائے یونان کے نام بھی اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ بقراط کے ادھر روانہ کرنے مین میری مدد کرو۔ اگر تم نے اس امر مین مدد دی تو سات برس تک تم امن و امان مین ہوگے اور ادھر سے تم پر کوئی حملہ نہ کیا جائے گا۔ الغرض یہ امور بقراط کے سامنے پیش ہوئے مگر اُس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ یونان کی چونکہ خود بھی غرض تھی لہذا اُس نے اصرار کیا۔ اور بالحاح بھیجنے کی کوشش کی۔ جس کے جواب مین بقراط نے یہ مختصر جواب دیا کہ "مین مال و دولت کے معاوضے مین فضیلت و علم کو نہین خرچ کر سکتا۔"

پھر اس کے بعد جب یونان کا بادشاہ برو قس بیمار ہوا تو اُس کے پاس بھی بقراط کبھی نہین گیا۔ بلکہ اُسے چھوڑ کے مسکینون اور غریبون کے علاج مین مشغول رہا۔ اور انھین غربا کے علاج کے شوق مین اُس نے تمام بلاد یونان کا دورہ کیا۔ اور اس قدر پھرتا پھراتا رہا کہ اسی سفر کے تجربات سے فائدہ اُٹھا کے اُس نے اپنی وہ کتاب تصنیف کی جو یونان کے شہرون اور قریون کی آب و ہوا پر ہے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ بقراط بہمن بن اردشیر کے عہد مین بھی تھا۔ ایک مرتبہ یہ فرمانروا بیمار ہوا۔ اور اُس نے خاص اپنے علاج کے لیے بقراط کے بلانے کی کوشش کی۔ اور اہل قو یعنی بقراط کے وطن والون کو لکھا کہ جس طرح بنے اُسے میرے دربار مین روانہ کرو۔ مگر شہر والے اُس کے نام پر اس قدر فدا تھے اور اُس کی خوبیون کے ایسے عاشق تھے کہ ایسے گران پایہ طبیب کا جانا کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اور بہمن کو لکھ بھیجا کہ ہم اُسے نہین بھیج سکتے۔ لیکن اگر زبردستی بلایا گیا تو قبل اس کے کہ اُس کا قدم ہمارے شہر سے نکلے ہم سب لڑ کے مر جائین گے۔ یہ سُن کے بہمن کو ترس آیا۔ اور اپنے ارادے سے باز

آ گیا - اس واقعے سے معلوم ہوتا ہو کہ اردشیر کے وقت تک بقراط کے وطن شہر قو پر فرمانروایان یونان کا قبضہ تھا - اور اب بہمن کے دور مین یہ شہر سلطنت فارس کی قلمرو مین شامل ہو گیا تھا -

یہ عجیب و غریب واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہین ہو کہ بقراط کے زمانے مین اقلیمون نام ایک حکیم قیافہ شناسی کا مدعی تھا اور دعوی کرتا تھا کہ جس شخص کا حلیہ دیکھے یا سُنے اُس کے اخلاق و عادات کو بتا دے گا - بقراط کے شاگردون نے ایک دن باہم بیٹھ کے کہا اب اس وقت روے زمین بقراط سے زیادہ نیک نفس اور لائق کوئی شخص نہین آؤ اس حکیم سے اُس کا حلیہ بیان کر کے پوچھین - دیکھین کیا کہتا ہو - چنانچہ اقلیمون کے پاس گئے اور بقراط کا پورا حلیہ بتا کے کہا فرمائیے ایسے شخص کے اخلاق کیسے ہون گے - اُس نے غور و تامل کر کے کہا "ایسا شخص تو چاہیے کہ زانی و شہوت پرست ہو" طلبہ نے کہا آپ نے غلط بتایا یہ حلیہ بقراط کا تھا جس کی نیک نفسی و پارسائی کو زمانہ جانتا ہو - یہ سُن کے اقلیمون نے کہا تم جو چاہے خیال کرو مین تو اب بھی وہی کہتا ہون جو کہہ چکا - طلبہ وہان سے واپس آئے اور ساری سرگذشت بقراط سے بیان کی - اُس نے سن کے کہا "اقلیمون نے سچ بتایا میری طبیعت زنا و شہوت پرستی کی طرف بہت زیادہ مائل ہو - مگر ہان خدا نے مجھے اپنے نفس پر قابو دیا ہو جس کی وجہ سے کبھی اس کی خواہشون پر عمل نہین کرتا"

چونکہ بقراط کے حلیے کا ذکر آیا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہمارے ناظرین اُس کی تصویر بھی دیکھ لین - اور خیال کرین کہ علم طب کے پہلے موجد و مدوّن کی صورت کیسی ہو - وہ ایک متوسط القامت - گورا چٹّا - اور خوش رو شخص تھا - آنکھین شربتی - ہڈیان بڑی بڑی اور چوڑی - سارے بدن مین اعصاب یعنی پٹھون کی کثرت - متوسط درازی کی سفید نورانی ڈاڑھی - پیٹھ ذرا خمیدہ - اور سر بڑا - آہستگی و وقار کے ساتھ حرکت کرتا ہو - جدھر پھرتا ہو سارے جسم سے پھر جاتا ہو - اکثر سر جھکائے ہوئے نظر آتا ہو - جو بات کہتا ہو - گفتگو مین نرمی ہو - اور جس سے بات کرتا ہو سمجھانے کے لیے مکرر سہ کرر کہتا ہو - جب کسی صحبت مین بیٹھتا ہو تو جوتیان آنکھون کے سامنے رکھی رہتی ہین - اُس کی نظر اکثر زمین پر رہتی ہو - اور گفتگو مین کسی قدر مذاق بھی ہو - اکثر روزہ رکھتا ہو - اور روزہ نہ ہو تو بھی غذا مین تقلیل کرتا ہو - اور آپ جب دیکھین گے اُس کے ہاتھ مین یا تو نشتر ہو گا یا سُرمہ لگانے کی سلائی -

اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ عمل جراحی بھی اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ لیکن اس سے پیشتر جو عہدنامہ نقل کیا گیا ہو اُس سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اپنے اور اپنے شاگردون کے لیے اس کام کو ناپسند کرتا تھا۔ جیسا کہ اطباے یونانی مین مروج ہو کہ صرف دوا اور تدبیر بتا دینا اطبا کا کام ہو۔ اور چیرنا پھاڑنا یا نشتر دینا جراحون کا کام۔ اس کے ساتھ انگریزی مورخین کا بیان ہو کہ وہ طبابت اور جراحی دونون کام کرتا تھا۔ ان اختلافات کا خلاصہ یہ ہو کہ بےشک وہ جراحی بھی کرتا تھا۔ مگر ایک محدود حد تک۔ اور عموماً اُن دنون چیرنا پھاڑنا طبیبون کے علاوہ اور لوگون کا کام تھا۔

آخر ایک طولانی عمر پا کے اور فن طب کو اعلیٰ درجۂ کمال پر پہونچا کے بقراط نے ۳۵۷ قبل مسیح مین یعنی حضرت رسالت سے نو سو اکتیس سال پیشتر سفر آخرت کیا۔ کہتے ہین کہ اُس کا مرض موت فالج تھا۔ مرتے وقت تیمارداروں کو ہاتھی دانت کا ایک ڈبا دیا۔ اور وصیت کی کہ اُسے میرے ساتھ قبر مین دفن کر دینا۔ چنانچہ وہ ڈبا اُس کے ساتھ دفن کر دیا گیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ اُس مین کیا تھا۔ ایک زمانے کے بعد اتفاقاً روم کا قیصر اُس کی قبر پر سے گذرا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ یہ قبر بقراط کی ہو متاثر ہوا۔ اور اس قدر جوش اُس کے دل مین پیدا ہوا کہ حکم دیا قبر از سر نو بنوا دی جاے۔ اس لیے کہ مرور زمانہ سے وہ بالکل شکستہ ہو رہی تھی۔ بنانے اور مضبوط بنیاد قائم کرنے کے لیے قبر کو کھودا تو وہ ہاتھی دانت کا ڈبا ملا۔ قیصر نے اُسے کھول کے دیکھا تو اُس مین ایک چھوٹا رسالہ تھا جس مین پچیس ایسے امراض لکھے ہوئے تھے جن سے انسان ہرگز نہین بچ سکتا۔ اور اُن کے ظاہر ہوتے ہی معلوم ہو جاتا ہو کہ اتنے دنون اور اتنے زمانے کے بعد مریض مر جائے گا۔ یہ رسالہ عربی مین ترجمہ ہوا۔ اور عام طور پر ملتا ہو۔ قانونچے کے آخر مین چھپا ہوا ہو۔

انگریزی مورخین لکھتے ہین کہ وہ علم طب کا موجد تھا۔ اسباب مرض پر بہت کامل غور کرتا تھا۔ نسخے مین بہت سادی اور اکثر مفرد دوائین لکھتا تھا۔ اس اصول کا پہلا مدعی وہی ہو کہ طبیب کو طبیعت کی پیروی کرنی چاہیے۔ وہ طبیب بھی تھا اور جراح بھی تھا۔ مگر یونانیون مین چونکہ مُردون کی بہت تعظیم کی جاتی تھی لہذا تشریح مین اُس کا علم محدود تھا۔ اُس کے تصانیف کا مکمل مجموعہ جرمنی مین چھپ گیا ہو۔

بقراط کی اصل مین تیس کتابین ہین۔ جن مین سے دس زیادہ مشہور مرتب اور درس

مین داخل تھین - مگر خیال کیا جاتا ہو اور قرین قیاس بھی یہی ہو کہ یہ سب کتابین اُسی کی تھین بلکہ اُن تمام اصول و فروع اور تجربات و نسخ کا مجموعہ ہو جو اسقلیبیوس سے لے کے اُس کے عہد یعنی تین سو برس تک مرتب ہوتے رہے - اور نہایت مخفی رازون کی طرح عام نگاہون سے پوشیدہ رکھے گئے۔ بقراط نے اس فن کے عام کرنے کے لیے اُن تمام رموز کو یکایک اپنی تحریرون سے ظاہر کر دیا۔

اُس کے بعد علم طب کے ماہر اور بتانے والے اُس کے دو بیٹے - دو پوتے - ایک بیٹی - اور دس یا بارہ شاگرد تھے جن سب مین اُس کی بیٹی مالا نا ارسا کو بہت زیادہ کمال اور تبحر حاصل تھا - اور اپنے باپ کے کمالات کی سچی وارث وہی تھی -

نظم معرّیٰ

نظم غیر مقفّٰی کو ہم آیندہ سے **نظم معرّیٰ** ہی لکھا کرین گے - ہمارے لائق و معزز دوست جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ آصفیہ حیدرآباد دکن نے اس نظم کے لیے یہ نام تجویز فرمایا ہو جو ہمین بہت پسند ہو - ہمارے نوعمر دوست تجمل شاہ خان صاحب شفق ریاست رامپور سے لکھتے ہین کہ نئے نام کی کوئی ضرورت نہین - وہی پُرانا نام - "نثر مرجز" کافی ہو - یہی مضمون مولوی میر علی حیدر صاحب طباطبائی پروفیسر نظام کالج کی نظم سے ظاہر ہوتا تھا - اور یہی دیگر اساتذۂ فن بھی فرماتے ہین - مگر اصل یہ ہو کہ ہم اگر اس قسم کے کلام کو نثر تسلیم کرتے تو نثر مرجز ہی کہتے - ہم تو اسے نظم سمجھتے ہین - اس لیے کہ بحر اور وزن کی پوری پابندی کی جاتی ہو لہذا ضرور ہو کہ ایک نیا نام بھی تجویز کیا جائے - اور وہ نام یہی اچھا معلوم ہوتا ہو جو مولوی محمد عبدالحق صاحب موصوف نے تجویز فرمایا ہو -

---

پانچوان سین

آدھی رات

اشخاص عیسیٰ بن مزاحم - اکتادیو ہسپانیہ کا ایک معزز سردار - اُس کے چند ہمراہی سپاہی ہسپانیہ کے دو غلام - مریم - جولین - عیسیٰ کے چند ہمراہی سپاہی -

حالت - ساحل بحر - طوفان بپا ہو - موجین اُٹھ رہی ہین - اور رات کے سناٹے مین ہسپانیہ

کی ایک کشتی قلعۂ سبطہ کے نیچے کنارے سے بندھی ہوئی ہو - ہسپانیہ کے چند سپاہی اور غلام کچھ کشتی مین اور کچھ کنارے خاموش کھڑے ہین - سامنے قلعہ کا کوٹھا اور برج ہو جس پر یکایک عیسیٰ آکے ٹہلنا شروع کرتا ہو -

عیسی (خود بخود)

اے سمندر! میرے دل کی طرح تجھ مین بھی یہ جوش
کس لیے پیدا ہو؟ یہ دیوانگی کیون؟ مُنھ مین کف
بھر بھر آتا ہو تیرے - کس پر یہ غصہ؟ کیا کسی
عارضِ گلگون کا دیوانہ ہو تو بھی؟ سچ بتا
ورنہ یون سر کو ٹپکنا - اور دے دے مارنا
پتھرون پر - غیر ممکن تھا - یہی ہو حال سب
عاشقون کا - عشق! پُر اندوہ و پُر آلامِ عشق!
ظلم سے تیرے بچا ہو کوئی بھی؟ کسارے
بہ رہی ہین آنسوؤن کی ندیان - اور آندھیان
خاک اُڑاتی پھرتی ہین - اور آہ تو اے آسمان
ماتمی پوشاک پہنے ہو خود اپنے سوگ مین -
اور تارے گویا انگارے ہین جن پر لوٹتی
ہو نظر میری مری امیدون کو لے کر عجب
بیقراری اور بیتابی کے ساتھ -

(نیچے کشتی اور لوگون کو دیکھتے ہی چونک کے)

این! کون لوگ
ہین یہ جو اس وقت آئے ہین یہان؟ کس کام کو
اس گھڑی آئے گا کوئی؟ خیر کوئی کام بھی
ہو - مگر کیون چُپ ہین یہ سب؟ -

(کچھ آواز سُن کے)

لو سنو کچھ کہتے ہین

(اُن کے عین سر پر آکے جھکا کھڑا ہو جاتا ہو)

ہسپانیہ کا سپاہی

دیر کیون اتنی ہوئی؟

دوسرا - آتے ہی ہون گے

پہلا - خوف ہو -
بھنس نہ جائین قلعہ مین

دوسرا - اکتا دیو ایسے نہین
باز اُڑا ہو گر تو قمری کو پکڑ ہی لائے گا

پہلا - چُپ رہو اب سُن نہ لے یان کوئی -

عیسیٰ - (چونک کے) قمری! قمری کیا؟
کس کو قمری کہتے ہین یہ؟ ہو نہ ہو کچھ راز ہو -
اور اندیشہ بھی ہو تو مستعد ہو جاؤن مین
(تلوار کھینچ کے غائب ہو جاتا ہو - پھر پیچھے ایک دروازے سے سر نکال کے - اور ایک طرف دیکھ کے)
کون لوگ آتے ہین یہ؟ مین چھپ رہون -
دیکھون کیا کرتے ہین؟
(اکتادیو اور مریم باتین کرتے ہوئے گذرتے ہین)

اکتا دیو - بس وہی قدم اور

مریم - ابا جان
کیون یہان آئے ہین آدھی رات کے وقت؟ اور کیون
مجکو بلایا ہو؟

اکتادیو - آیا اندلس سے ہو کوئی
شخص - شاید اُس کو بھجوائین گے
(عیسیٰ اُن کے گذرنے کے بعد دروازے سے سر نکالتا ہو)

عیسیٰ - بے شک کوئی
فتنہ ہونے والا ہو -

اکتادیو - (کشتی کے پاس پہونچ کے) کشتی مین چلیے

مریم — مین نہین
جاؤن گی کشتی مین۔

اکتادیو — کیون؟

مریم — کیون جاؤن ہمکیا کھا ہوا ہون؟

اکتادیو — (اپنے لوگون سے) اس کو لے جاؤ
(دو غلام مریم کو زبردستی پکڑ کے کشتی مین لیے جاتے ہین)

مریم — (چیخ کے) کوئی میری مدد کو آئے۔ ہاے!
مجھ کو یہ پکڑے لیے جاتے ہین۔
(ایک شخص کشتی کو کھولنے لگتا ہے)

عیسی — (جوش سے) وہ تو مین کہتا ہی تھا۔
(جھپٹ کے) آیا مین گھبرانا نہ تم۔
کون ہو تم ظالمو۔ جو رات کو چورون کی طرح۔
ایک لڑکی کو چرا کرلے چلو ہو؟
(جو کشتی کھولتا تھا اُسے تلوار سے قتل کرتا ہے)

سپاہی — مر گیا!
(تڑپ کے مر جاتا ہے)

عیسی — (کشتی مین کود کے) کون ہو بتلا؟
(ایک اور کو قتل کر کے) نہین تو تم سبھون کو اس گھڑی
قتل کر ڈالون گا۔ قبل اس کے کہ کوئی بھی تھمین۔
جان پیارے کون تھے؟ کیون آئے تھے؟ کسواسطے
ایک لڑکی کو لیے جاتے تھے؟

اکتادیو — (بڑھ کے) پائے گا تو اس
کا جواب اس میری شمشیرِ دو پیکر سے

عیسی — (حملہ کر کے) تو لے
(اکتادیو کو مار کے پانی مین گرا دیتا ہے)

مریم۔ (جوش کے ساتھ) واہ! کیا تلوار تھی! کیا ضرب تھی!

ایک ہسپانیہ کا سپاہی۔ اگتا دیو!

آہ تم مارے گئے! تو لون گا مین بدلا

دوسرا سپاہی تو مین

بھی تمھارے ساتھ ہون۔

(دونو جھپٹتے ہین)

عیسی آؤ کرون دونون کو قتل

ایک ساتھ۔۔۔

(دونون عیسی کے ہاتھ سے مارے جاتے ہین)

مریم اے نیک سردار عرب۔ مین آپ کی

لونڈی ہون۔ اس جا نہ ہوتے آپ گر تو یہ شقی

لے گئے تھے مجھ کو۔

عیسی (غلامون سے جو مریم کو پکڑے ہوئے تھے) بولو کون ہو تم لوگ؟ اور

کیون لیے جاتے تھے اس لڑکی کو؟

غلام (دوڑ کے قدمون پر گر کے) حضرت ہم غلام

بادشاہ اندلس کے تھے۔ مگر اب آپ کے

بندے ہین۔

عیسی کیون آئے تھے یہان؟

غلام اصل مین یون ہے حضور

بھاگ آئی تھی یہ لڑکی قصر رذریق کے

جس پہ برہم ہو کے اس نے بھیجے تھے یہ چند لوگ۔

اور افسر ان پہ تھا اگتا دیو۔ جو اک بڑا

ہوشیار افسر تھا اس کی فوج کا۔ دھمکیے سے

ہم کو لایا۔ اور لے آیا یہان اک قصر سے

تا کہ لے بھاگے اسے بٹھلا کے کشتی مین۔ مگر

آپ آپہونچے یہان - یہ بچ گئی - اکتا دیو
آپ کی تلوار سے مارا گیا - اور اُس کے ساتھ
جو سپاہی تھے ہوئے سب قتل - ہم ہین اب غلام
آپکے -

مریم - (غصے سے) سب جھوٹ ہے یہ - او بہادر نامدار
یاورق بے رحم ہے - ظالم ہے - بدکردار ہے -
آبرو لیتا ہے سب کی - مجھکو بھی وہ چاہتا
تھا کہ بے عزت کرے - لیکن مین اک تدبیر سے
بھاگ آئی یان تو اُس نے -

عیسی - (چونک کے اور پہچان کے) شاہزادی! آپ ہین!

مریم - ہان وہی بدبخت شاہزادی ہون مین جو آپ سے
قلعہ کے اوپر ملی تھی -

عیسی - آپ کیونکر آئین یان ؟

مریم - اُس نے یہ فقرہ دیا مجھکو کہ بھیجے ابا جان
آئے ہین مجھکو بلاتے ہین

عیسی - تو مین خوب آگیا!

مریم - ہان غضب ہی ہوگیا تھا - خیر چلیے قلعہ پر
چلیے - اب لونڈی ہون مین تو آپ کی

عیسی - یہ فرض تھا
شاہزادی میرا اس دم -
(غلامون کو رہی مین باندھ کے) آئیے اوپر چلین -
(ہاتھ پکڑ کے اُٹھے اور دونون غلامون کو اوپر لے جاتا ہے)

دلگداز پریس کی ایک نئی تجویز

مین نے ایک تجویز سوچی ہے اور غالباً وہ آپ کی توجہ کو اپنی طرف خود مائل کرلے گی -

اس مین شک نہین کہ دلگداز نے سب سے بہتر اور مفید ناول پبلک کے سامنے پیش کیے جو کہ ملک مین بہت ہی قابل قدر ثابت ہوئے گو دلگداز پریس نے یہ کتابین علاوہ ان ناولون کے بہت ہی کم شایع کی ہین لیکن پھر بھی ہماری بہت سی امیدین اُس سے وابستہ ہین اور ہم امید کرتے ہین کہ وہ اپنے وعدے کے موافق ضرور ضروری اور مفید کتابین ہم کو دے گا جو کہ ہماری اور ہماری نسل کے لیے مفید ثابت ہونگین - ناظرین آپنے جو تجویز دلگداز پریس کے واسطے سوچی ہو وہ یہ ہو کہ مثل ولایتی پریس وغیرہ کے دلگداز پریس بھی ایک نئے اڈیشن کی کتابون کا سلسلہ جاری کرے - اس سلسلے مین ہر ایک علم وطرز کی کتابین شائع ہونی چاہییے - ناول فسانے - تاریخ - سفرنامے - جغرافیے - صنعت وحرفت سوانح عمریان - راگ - وغیرہ وغیرہ غرض ہر ایک علم ومذاق کی کتابین اس سلسلے مین شائع ہون - گو یہ کتابین بہت چھوٹی ہون گی لیکن میری راے مین پبلک کو بہت نفع پہونچاے گین - اس وجہ سے کہ اول تو کم محنت ہون گی بہت شایع ہون گی دوسرے ایک نئی تجویز ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبولیت کی امید ہو - اب رہی یہ بات کہ ان کتابون کا بوجھ صرف اڈیٹر دلگداز کے سپرد رہے یہ کسی طرح نہین ہو سکتا - اکیلا دلگداز کا لائق اڈیٹر کیا کیا کر سکتا ہو - اُس کو بہت سے کام ہین ان کتابون کے سلسلے کا بوجھ اُس پر رکھنا ظلم ہو لیکن ہان اس قدر ضرور ہو کہ اس سلسلے کا انتظام اُس کے سپرد کیا جاے تاکہ اس کا انتظام نہایت خوبی کے ساتھ جاری رہے -

ملک کے لائق اصحاب سے التجا کی جاوے گی کہ قومی خدمت کے واسطے اپنی اپنی بیش قیمت تصانیف سے اس سلسلے کو مدد دین - مین گو اس سلسلے کے قابل نہین لیکن اگر منظور کیا جاؤن تو جہان تک ہو سکے گا اُس کی ہمدردی ضرور کرون گا اور جو کچھ لکھ سکتا ہون لکھون گا -

رہی یہ بات کہ یہ کتابین کن کن اوقات پر شایع ہون - یہ بات ناظرین آپ کے کثرت راے پر منحصر رکھی جاتی ہو تا ہواری - پندرہ دن بعد یا ہفتہ وار جس طرح آپ پسند کرین - اڈیٹر دلگداز صاحب اگر آپ میری اس رائے سے اتفاق کرتے ہین تو مہربانی فرماکر اس مضمون کو دلگداز مین شایع کر دیجیے اور اپنی راے سے اطلاع دیجیے اور ناظرین دلگداز سے بھی راے طلب فرمائیے - تاکہ یہ مفید سلسلہ جہان تک جلد ہو سکے شروع کر دیا جاے

میری راے مین یہ ایک نہایت مفید تجویز ہوگی جو کہ قوم کے ہوشیار نوجوان طالب علمون اور بچون کو بہت ہی فائدہ پہونچا سکتی ہو۔ آخر مین گذارش ہو کہ اگر اس کام کو شروع کیا جاے تو نہایت پابندی کے ساتھ کیا جاے ایسا نہو کہ مسلمانون کے اور کامون کی طرح سے تھوڑے دنون چل کر بند ہو جاے۔ جو صاحب اس سلسلے کو مستقل طور سے لینا چاہین اُن سے سالانہ مقرر کیا جاے اور جو صاحب اس طرح سے لین وہ ایک آنہ فی کاپی دے سکتے ہین۔ بڑے شہرون مین کتب فروش اور ملک کے بہت سے خیر خواہ اس کی ترقی کر سکتے ہین۔ امید ہو کہ ناظرین بہت جلد اپنی اپنی قیمتی راے سے اطلاع دین گے۔

خاکسار عشرتی

اُس تجویز پر ہمارا ریمارک

ہم اپنے معزز دوست عشرتی صاحب کی تحریک اور اُن کے علمی ذوق و شوق کو دیکھ کے خوش ہوئے۔ مگر افسوس کہ ہمارے خیال مین ہندوستان ابھی اس کے لیے تیار نہین ہو۔ فی الحال ہندوستان مین ایک عجیب حالت پیدا ہو گئی ہو۔ ایک طرف تو اکثر حضرات جو اصلاح قوم کے دعوے دار ہین کہتے ہین اور غل مچاتے ہین کہ نوجوان ناولون کا مطالعہ کر کر کے خراب ہوئے جاتے ہین۔ یہ نہایت ہی ناپاک کتابین ہین۔ اِن کو پھینک دو۔ جلا دو۔ یا دریا مین بہا دو۔ اگرچہ یہ مشورہ بالکل غلط ہو۔ کیونکہ ناول خوشگواری کے ساتھ تاریخی اور علمی واقفیت پیدا کر دیتے ہین۔ اور نصیحت کرتے ہین مگر ایسی شان سے کہ نصیحت نہ معلوم ہو۔ تاہم مصلحان قوم کے اس غل غپاڑے کا کچھ اثر ضرور ہونا چاہیے تھا۔ بے شک ہوا۔ اور وہ یہ ہو کہ لوگون مین ریاکاری پیدا ہو گئی۔ اب زیادہ حضرات ایسے نظر آتے ہین جو بظاہر ناولون کی طرف سے بہت ہی متنفر ہین۔ نام سنتے ہی ناک بھون چڑھانے لگتے ہین۔ اور اکثر خود ہم سے فرماتے ہین۔ کہ مجھے ناولون سے تو نفرت ہو۔ یعنی مین اُسے اپنے مذاق سے بہت اودن خیال کرتا ہون۔ اور اُن کا پڑھنا میرے لیے موجب ذلت و تحقیر ہو۔ لیکن اصل مین اور سب سے چھپا کے ہر بُرے بھلے ناول کا ضرور مطالعہ فرماتے ہین۔

الغرض ہمارے ناسمجھ مصلحون نے اہل ملک کی یہ حالت کر دی ہو۔ مگر ناولون کی تجارت روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہو۔ اور بڑھتی جاے گی۔ کیونکہ دل بہلانے کے لیے انسان جس قسم کی انشا پردازی کو چاہتا ہو وہ سوا ناولون کے اور کسی جگہ مل ہی نہین سکتی۔ ایسی حالت مین بجز اِس کے

کہ ناولون کے چھاپنے کی طرف توجہ کی جاے کوئی کارخانہ کامیاب ہو ہی نہین سکتا۔ تاریخی کتابون
کی طرف گو کسی قدر توجہ ہو چلی ہو مگر اس قدر نہین کہ کوئی مطبع محض تاریخون اخلاقی کتابون یا
علوم فلسفہ و سائنس کے تصانیف کو چھاپکے کامیاب ہو سکے۔

لہذا ہم اپنے معزز اور لائق دوست کی تحریک کو قبول کرتے ہین۔ اور ایک نیے عنوان
اور نئی شان سے اُسے پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین۔ فی الحال ہم چند لوگون نے مل کے
تاجرانہ اصول پر ایک بک ایجنسی کھولی ہو۔ جو ناولون کو اور اُن کے ساتھ ساتھ ہر قسم
کی مفید و بکار آمد اور علمی کتابون کو چھاپ چھاپ کے ملک کے سامنے پیش کرے گی۔ اس
ایجنسی کا سرمایہ بیس ہزار تجویز کیا گیا ہو۔ اور سو سو روپیہ کے حصہ مقرر کر دیے ہین۔ فی
صدی عـه نفع کا یقینی اندازہ ابتدا ہی مین کیا جاتا ہو اگرچہ ہمین یقین ہو کہ ہم اس سے
بدرجہا زیادہ نفع اُٹھائین گے۔ ابتدا مین چونکہ چھپانے کے علاوہ مصنفون اور مترجمون
کو بھی بہت کچھ رقم دینی ہوگی اس لیے چوتھائی سے زیادہ نفع کا وعدہ کرنا زیادہ نظر آتا
ہو۔ جن صاحبون کو اُردو انشا پردازی سے ہمدردی ہو وہ بجاے اس کے کہ ہماری کوئی
خاص مدد کرین یا کسی خاص کتاب اور تصنیف مین اعانت کرنے کا بار اپنے سر لین مناسب
ہوگا کہ اس کمپنی کا ایک حصہ مول لے لین۔ حصہ دارون کی آسانی کے لیے یہان تک رعایت
کر دی گئی ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ اپنے حصے کی رقم وہ یکمشت ہی ادا کرین۔ بلکہ اختیار
ہو کہ باقساط تھوڑی تھوڑی کر کے ایک سال کے اندر پہونچا دین۔

ہمارے دوست اور اُردو کے قدردان اگر اپنی زبان کے ساتھ کچھ بھی محبت رکھتے
ہین تو اس سے بہتر مناسب اور نفع بخش کوئی کارروائی نہین ہو سکتی۔ اگر یہ کمپنی آپ کی
اعانت سے قائم ہو گئی اور پورے حصے فروخت ہو گئے تو پھر ملک دیکھے گا کہ اُردو زبان
کو کیسی رونق ہوتی ہو۔ اور چند روز مین کیسی بیش بہا کتابین آپ کی مادری زبان کے خزانے
مین پیدا ہو جاتی ہین۔ امید ہو کہ ہمارے احباب اس تجویز کے متعلق اپنی راے سے ضرور
مطلع فرمائین گے۔

خادم ایڈیٹر دلگداز۔

قدر افزایان دلگداز

آپ کی دلچسپی اور آپ مین قومی مذاق پیدا کرنے کے لیے اب انتظام کیا گیا ہو کہ جب تک

ممکن ہوا اور ہن بڑے دلگداز کے ساتھ ایک عمدہ منتخب اور ضروری تاریخ بھی شائع ہوا کرے۔ اس زمانے مین ہم اکثر حضرات کو یہ فرماتے سنتے ہین کہ ناولون سے قومی مذاق بگڑا جاتا ہو۔ اور اس جانب توجہ نہین کی جاتی کہ عمدہ تاریخین بھی ملک کے سامنے پیش کی جایا کرین۔ مدت تک اس شکایت کو سُن لینے کے بعد اب ہم اس کا بھی تجربہ کیے لیتے ہین۔

ہمارا ذاتی خیال ہو کہ جس قدر دلچسپی سے ناول پڑھے جاتے ہین اور کسی قسم کے تصانیف نہین پڑھے جاتے جس کا تجربہ پہلے ہی مرتبہ اِس حد تک ہو چکا ہو کہ خریداران دلگداز مین سے تاریخ لینے والون کی تعداد نصف سے بھی کم ہو۔ تاہم کوئی مضائقہ نہین۔ چونکہ پہلا پرچہ ویلیوپے ایبل بھیجا گیا ہو۔ لہذا ہم نقصان مین نہین ہین۔ اگر تھوڑے خریدار ہون گے تو بھی ہم اپنا کام چلا لین گے۔

مگر یہ خیال کر کے افسوس ضرور معلوم ہوتا ہو کہ اہل ملک مین ابھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہین جو بے اصول ہین۔ اور جن مین اب تک سچا شریفانہ مذاق نہین پیدا ہوا۔ دلگداز کے تین پرچون مین نہایت موٹے حرفون مین اور زور دے دے کے لکھا گیا کہ جو صاحب آئندہ لینا نہ چاہین وہ صاف لکھ دین کہ اُنھین آئندہ سال خریداری منظور نہین ہو اور ہم نے بھی پوری احتیاط کی کہ جن حضرات نے منع کر دیا تھا اُن مین سے ایک صاحب کے نام بھی ویلیوپے ایبل پرچہ نہین بھیجا۔ مگر اس پر بھی پچاس سے زیادہ ویلیو واپس آئے۔ اور یہ دیکھ کے ہم وطنون اور ہم قومون کی طرف سے کس قدر مایوسی ہوتی ہو کہ ان مین بعض ایسے حضرات تھے جنھون نے بصراحت تحریر فرمایا تھا کہ ہم آئندہ سال خریدار رہین گے اور ہمارے نام پرچہ ویلیوپے ایبل روانہ کیا جائے۔

جس ملک اور جس قوم کی یہ حالت ہو اُس سے کیا اُمید کی جا سکتی ہو۔ ان حضرات مین بعض ایسے بھی ہون گے اور یقیناً ہون گے جو بجائے خود کہتے ہون گے کہ ایڈیٹر کو اچھا فقرہ اور دھوکا دیا۔ مگر اصل مین اُنھون نے ہمین دھوکا نہین دیا۔ بلکہ خود اپنے آپ کو نقصان پہونچایا۔

ہمین اس کی کوئی پروا نہین۔ جہان ایسے دشمنان تہذیب و شرافت ہین وہان سچے قدردان اور علم دوست افتخار قوم بھی موجود ہین۔ جن پر ہمین ناز ہو۔ اور جن کی سرپرستی و مربی گری سے یہ مہذب مشغلہ جاری ہو۔ اور جاری رہے گا۔

جو تاریخ اب کی سال شروع کی گئی ہو یہ حروب صلیبیہ کی تاریخ ہو۔ یعنی اُن لڑائیون کی جو بیت المقدس کے لیے عیسائیون اور مسلمانون مین ہوئین۔ عیسائی حملہ آور تھے۔ سارا یورپ اُبلا پڑتا تھا۔ اور مسلمان فرمان روا اپنی منفردہ قوت سے اُنھین روک رہے تھے۔ اگرچہ یہ تاریخ ایک انگریز کی تصنیف ہو۔ اور حالات کو اس طرح دکھاتی ہو جس طرح مسیحیون کی زبان سے دکھائے گئے ہین۔ مگر ہم نے محققانہ نوٹ چڑھاکے اصل واقعات کو کھول دیا ہو۔ اور دکھاتے گئے ہین کہ اسلام کا مذاق کیا ہو۔ اور اُن کی تاریخون مین کیا لکھا ہو۔ بہتر ہو کہ تمام اہل ملک اس تاریخ کو غور سے ملاحظہ فرمائین۔

آپ کا خادم۔ مہتمم دلگداز

آپ کا کتب خانہ ان کتابوں سے خالی تو نہیں؟

(مسٹر رینالڈز کے دلچسپ ناولوں کے ترجمے)

حرم سرا کا دل لونزاف دی حرم کا ترجمہ۔ ترکون کی شان و شوکت کا زمانہ اور حرم سرا کی عشق بازیان دو جلد۔ ہے

راز و نیاز "کیپن بری ہوس" کا ترجمہ رینالڈز کے اس دلچسپ ناول کا ترجمہ جس مین انگلستان کی عمر بھر کنواری بنی رہنے والی ملکہ الزبتھ (ورجن کوئین) کے پوشیدہ راز کھولے گئے ہین۔ اور دکھایا گیا ہو کہ وہ اصل مین کیا تھی اور کیا بتائی جاتی ہو۔ دو حصہ۔ عہ

دھوکا یا طلسمی فانوس ۔ رینالڈز کا ناول اور مسلم الثبوت زبان دان بذلہ سنج منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ کا ترجمہ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت اس ناول کی دلچسپی کا ہو سکتا ہو۔ عہ

افشاے راز ۔ زمانے کی رفتار اور ابنا ے جنس کی بدسلوکیان۔ عمہ

خوبی قسمت ۔ مے ڈلٹن کا ترجمہ جعلسازی دغابازی کی شکست ۔ نیک نفسی و پاک طینتی کی فتح۔ قیمت عمہ

(تصانیف منشی سید عاشق حسین صاحب لکھنوی)

تارا ۔ میڈوز ٹیلر کے اسی نام کے نہایت دلچسپ ناول کا ترجمہ تلجاپور کا منظر بچپن کی بیوگی اور اس کا انجام۔ عہ

نشیب فراز ۔ متلون مزاجیون کے نتائج۔ اور شاہی خاندانون کا عروج و زوال۔ عمہ

مظفر و راما بائی ۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا ایک سچا واقعہ نہایت دلچسپ۔ ۱۲ر

نرالی ادا ۔ نام ہی بتا رہا ہو کہ کیا چیز ہو گی۔ ۱۰ر

ناوک حسرت ۔ ابنا ے زمانہ کی بدسلوکیان۔ ۱۰ر

مشتاق و زہرہ سلطان عالم واجد علی شاہ کے عہد کا واقعہ۔ غدر کے سین۔ شرفا کی تباہی بربادی۔ ہہ

اسلم و جمیلہ حسن و عشق کے سچے جذبات۔ ۱۰ر

(تصانیف جناب حکیم محمد علی خان صاحب ایڈیٹر مرقع عالم)

عبرت ۔ جان و منوریا کا دلچسپ ناول تین حصے۔ ہے

جعفر و عباسہ ۔ پردہ نہ کرنے کی خرابیان سچا واقعہ۔ ہہ

اختر و حسینہ ۔ تعلیم نسوان کے فوائد اور رضامندی کی شادی کا ضرر۔ عہ

نیل کا سانپ مصری ملکہ کلیوپٹرا کی حسرت بھری داستان ہر گورا۔ حکیم صاحب ممدوح کا سب سے نیا ناول۔ عہ

(مختلف مصنفون کے ناول)

عزیز مصر ۔ نہایت ہی اچھا اور سچا قصہ۔ ۱۲ر

خون عاشق ۔ ویانا دار السلطنت آسٹریا کا ایک سچا قصہ۔ قزاقون اور دلالون کی تعجب خیز چالاکیان اور حسن و عشق۔ ۵ر

نشتر ۔ اور وہ جو دل ہی کی خبر لے۔ ایک دفعہ پڑھیے اور مدتون مزہ لیجیے۔ عہ

عقد الجواہر ۔ نہایت دلچسپ۔ جن لوگون نے اس ناول کو کبھی پڑھا ہو وہی جانتے ہون گے کہ کس قدر مزے دار ناول ہو۔ عہ

چاک گریبان مسلمان بیواؤن کی حسرت ناک حالت عہ

کیفر کردار ۔ میرزا عبداللہ حسرتی اس ناول کو اپنی بیس سال کی کتب بینی و ناول خوانی کا ثمرہ بتاتے ہین۔ ہہ

سلیمہ ۔ نہایت پُر درد افسانہ۔ ۸ر

جذب دل ۔ صرف حسرت والم۔ ۱۲ر

نورجہان ۔ ایک عجیب خیالی ناول عہ

ہیرے کی کنی حسن و عشق۔ شریفانہ جوش محبت ۱۰ر

طلسمی بدلہ ۔ انتہا سے زیادہ بامحاورہ اور دلچسپ۔ عہ

سلطان و نازک ادا ۔ بہت دلچسپ۔ ۶ر

لال کیتان ۔ بڑے مزے دار ناول کا ترجمہ۔ عہ

بروگ ۔ بنگالی ناول کا ترجمہ۔ عہ

تسخیر ۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے۔ ۸ر

کامنی ۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول تو آپ کو پسند ہی ہو گا۔ عہ

کمند گیسو ۔ زنیان فرانس کے ذریعے سے خفیہ پولیس کی حیرت انگیز کامیابیان مترجمہ حاجی علیم الدین حوم قیمت ۸ر

ناخواندہ مہمان بہت ہی دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ عہ

ہر دل عزیز ۔ ایک پُر لطف اور پُر تخیل ناول۔ ۹ر

مریم ۔ ایک باعصمت خاتون کی سرگذشت دہلی کا سچا واقعہ۔ عہ

ڈاکٹر کی بیٹی حیرت انگیز اور پُر لطف۔ ۵ر

المشتہر منیجر دلگداز بک ایجنسی۔ لکھنؤ گڑہ بزن بیگ خان

دلگداز

نمبر ۳ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء جلد ۵

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مالک و ایڈیٹر دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

مصنفات جناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

مقدس نازنین - یا پوپ ایگنس - بالکل نیا اچھوتا اور انتہا سے زیادہ دلکش ناول - پرانی مسیحیت [illegible] و علم و فضل - ایک حسین مسیحیہ عورت کا پوپ منتخب ہوجانا اور آخر مسلمانون کی تدبیر سے نجات پانا - قیمت ۸؎

ایام عرب - دو حصے نہایت دلچسپ سنسنی خیز اور سراپا عبرت واقعات - اس ساوی زمین کی سرگذشت جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی - عربی حسن و عشق کی جیتی جاگتی تصویرین - قیمت [illegible]

فردوس برین - عجیب پُر لطف اور حیرت مین ڈالدینے والے اسرار جیتے جی فردوس برین کی سیر - فرقۂ باطنیہ اسماعیلیہ کی سچی تاریخ - کوہستان طالقان کی باطنی سلطنت فلسفۂ الٰہی کے نازک مباحث حقیقی بے نفسی اور کیادی کی ریاکاری مین نمایان امتیاز - نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز - عہ ر

فلورا فلورنڈا - نہایت دلکش اور دل پر اثر کرنے والا ناول - اسپین کے عیسائیون کا جنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت کی معدلت پروری - ۸؎

ملک العزیز ورجنا - صلیبی لڑائیان - اسلامی جوش سلطان صلاح الدین اور رچرڈ شیر دل - اس کے ساتھ حسن و عشق - قصہ ہے نہین جیتی جاگتی تصویرین - ۸؎

حسن انجلینا - روم و روس کی لڑائیان ایرانیون کا جوش و ریا - اور آخر مین نا اتفاقی کے نتائج - ۸؎

منصور موہنا - خالص مذہبی جوش - شوکت قومی غیرت محمود غزنوی کے حملے اور ہند و مسلمانون کے ابتدائی تعلقات - ۸؎

شہید وفا - حسرت بھری داستان اندلس کی اسلامی حکومت کا آخری دور - عشق و دیانت مظلومی و وفاداری - عہ ر

درگیش نندنی - ایک بنگالی دلچسپ ناول کا ترجمہ - ۸؎

دلکش ہر دو حصہ - وہ دلچسپ ناول جو بغیر ختم ہوئے ہاتھ سے نہین چھوٹ سکتا - ۱؎۲

دلچسپ ہر دو حصہ - لائق مصنف کی سب سے پہلی تصنیف - ہندوستانی معاشرت - خاندانی جھگڑے - ۸؎

بدر النسا کی مصیبت - جو ترمیم و اصلاح کے بعد از سر نو [illegible] نہایت پُر لطف اور پُر عبرت - ۶ ر

ملکۂ زنوبیہ - حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک عربیہ شاہزادی کے حالات زندگی - ۳ ر

حسن بن صباح - شیخ الجبال بانی فرقۂ باطنیہ اور حشیشین کے کارنامے - اس مذہب اور اس کی سلطنت و سطوت کی دلچسپ تاریخ - لوگون کو ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے - ۶ ر

اسلامی سوانح عمری - چند مستند و مشہور علمائے اسلام کے تاریخی حالات - ۵ ر

لارڈ بیکن - فلسفے کے نامور مجدد اور یورپ کی موجودہ ترقیون کے بانی مبانی کی سوانح عمری - ۱۰ ر

تاریخ بغداد - دار الخلافت بغداد کے عروج و زوال کا مختصراً اور مجملاً حال - ۶ ر

افسانۂ قیس - مجنون عامری کی سوانح عمری از ابتدائے عشق لیلےٰ تا مرگ - ۳ ر

دلگداز از ۱۸۸۸ء - ۸؎

دلگداز از ۱۸۹۰ء - ۸؎

دلگداز از ۱۸۹۱ء - ۶ ر

دلگداز از ۱۸۹۳ء - عہ ر

دلگداز از ۱۸۹۵ء - ۸؎

المشتہر منیجر دلگداز -

لکھنؤ - کٹرہ ابزن بیگ خان

پردۂ عصمت

ایک نہایت ہی قابل قدر پُر زور - پُر جوش اور پُر لطف پرچہ جو عورتون کو اُن کے دینی و دنیاوی حقوق دلوانے - اُن مین تعلیم کو رواج دینے - انہین ذلت سے نکالنے - اور اُن مین قومی اصلاح کی قوت پیدا کرنے کے لیے ماہوار شائع ہوتا ہے - ہر نمبر مین کسی لائق و معزز خاتون کی سوانح عمری بھی ہوتی ہے - قیمت مع محصول ڈاک صرف ایک روپیہ سالانہ - نمونے کا پرچہ ارکا ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا - بیویو اپنے اس خادم کو ضرور لو - دیکھو - پڑھو - اور اس کی قدر کرو -

المشتہر - منیجر پردۂ عصمت - ٹیچے گنج - لکھنؤ

ہوا

اِس دور کے فلسفی کسی ایسی چلتی پھرتی مخلوق کے بہت ہی کم قائل ہین جو ہوا اُنھین نظر نہ آتی ہو۔ آج کل یہی اصول اور یہی سب سے بڑا عمل ہو جس نے سحر و طلسم کے قلعے ڈھا دیے جنون اور پریون بھوتون اور چڑیلون سب کے نام اِس زندہ اور روز بروز ترقی کرنے اور ہوشیار ہونے والی دنیا کے صفحے پر سے مٹا دیے۔ مگر آؤ ہم ایک ایسی چلتی پھرتی شوخ اور چلبلی چیز دکھا دین جسے ان فلسفیون اور اپنے عقلی قیاسون پر خدائی کی قسمت کا فیصلہ کرنے والون نے کبھی آنکھ سے تو نہین دیکھا۔ مگر اُسے مانتے ضرور ہین۔ اور کیون نہ مانین اسلیے کہ مجبور ہین۔

فرض کرو کہ ایک مدت کی آرزومندیون اور خدا جانے کتنی حسرت نصیبیون کے بعد عشرتکدۂ یار مین کسی کی پیاری صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور پھر اِس خوش نصیبی کے ساتھ کہ تنہا ہین۔ نہ کوئی رقیب ہو نہ مخل صحبت۔ پیارا ناز آفرین چہرہ پُر شوق نگاہون کے سامنے ہو۔ تمناؤن اور آرزوؤن کا ہجوم دل مین ہوا ور بیخود کیے دیتا ہو۔ دست شوق بڑھنے کی آرزو مین بے صبریان دکھا رہا ہو۔ ادھر آرزومندی دل کو مزے دار تسلیان دے رہی ہو۔ اور اُدھر چودھوین رات کی چاندنی پھول سے رخسارون کو اپنا غازہ مل مل کے اور چمکائے دیتی ہو۔ اِن لذتون اور خلاف امید لطفون سے پورا لُطف بھی نہین اُٹھانے پائے تھے کہ ایک از غیبی رقیب نمودار ہوا۔ جس نے آتے ہی عجب بے تکلفی اور نہایت ہی شوخی و بیباکی سے نازنین ہم پہلو کے جُوڑے کو درہم و برہم کر دیا گیسوے مشکین یکایک کھُل کے چہرے پر بکھر گئے اور زُلف چلیپا کی چھوٹی چھوٹی خم آلود

لٹین گوری پیشانی اور چاند سے رخساروں پر حرکت کرنے لگین - یہ کون تھا؟ کس رقیب مین اتنی جرأت تھی کہ رعب حُسن بھی اُس پر اثر نہ کر سکا؟ کس دیوانۂ عشق مین اتنی جرأت ہوسکتی تھی کہ خلوتکدۂ جانان مین بے خبر کیے اور بغیر اجازت لیے گھس آئے بس یہی وہ چیز تھی جس کو دیکھتا کوئی نہین اور مانتے سب ہین - جو "ہوا" کے نام سے یاد کی جاتی ہو - آج سحر نما رقیب کا ایک جھونکا کسی از خود رفتہ اور مجنون عاشق کی طرح سب کی آنکھ بچاکے اندر آگیا - اور نازنین دلربا کی زلفون کے ساتھ شوخیان کر رہا ہو - الغرض یہی وہ چلتی پھرتی اور شوخ اور چلبلی چیز ہو جسے آنکھ سے کوئی نہین دیکھتا مگر اتنی مجال نہین کہ اس کے وجود سے انکار کر دین -

کہانیون مین ایک ایسا روحانی نسخہ مشہور ہو جس کے استعمال سے انسان کو یہ کمال ہو سکتا ہو کہ اُسے کوئی نہ دیکھ پاے اور وہ سب کو دیکھتا رہے کبھی کسی آدمی کو یہ کمال حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر ہوا کو قدرت نے یہ معجزنما قوت ضرور دے دی ہو جس کی بدولت وہ جو چاہے کر گذرے اور کسی کی مجال نہین کہ ہاتھ پکڑ سکے - زُلف جانان کے ساتھ اس کی جس گستاخی کا نظارہ گذشتہ سین مین دکھایا گیا اس کے اور کرشمون اور اُس کی دیگر شرارتون کے دیکھتے ایک بالکل معمولی چیز ہو - یہ جب کسی حور وش اور پری جمال کے ستانے پر آتی ہو تو ایسی ایسی شوخیان کر گذرتی ہو کہ بیارے ناز آفرین گھبرا اُٹھتے ہین - جو تمنائین ہمارے دل مین ہین اُنھین یہ ہماری آنکھون کے سامنے اچھی طرح جی کھول کے نکال لیتی ہو - اور ہم سوا اس کے کہ تماشا دیکھین اور ترس ترس کے رہ جائین اور کچھ نہین کر سکتے - ناز آفرین نازک بدنون کی یہ بے کسی و بے بسی بھلا دیکھنے کے قابل ہو کہ کلج بیچان گورے ہاتھون سے سنبھلنے نہین پاتی تھی کہ دوپٹہ اُڑا جاتا ہو - ہنوز آنچل اس سنگدل اور شوخ طبع کے ہاتھ سے چھوٹنے نہین پائے تھے کہ پھولون کے ہار جو بڑی نزاکت کے ساتھ گلوے مصفا مین ڈالے گئے تھے ان کی پنکھڑیان ٹوٹ ٹوٹ کے اُڑی جاتی ہین اور کوئی زور نہین چلتا -

اے شوخ و شریر باد تُند تیری یہ دست بُرد ہرگز اس قابل نہ تھی کہ ہم سے آشفتہ مزاج تیری ایسی ایسی دست درازیان دیکھتے اور خاموش بیٹھے رہتے - مگر کیا کرین کہ تو نے وہ الوپ انجن لگا لیا ہو جس کی بدولت تو جو چاہتی ہو کر گذرتی ہو اور ہم کچھ نہین کر سکتے - تو ہزارہا

ہوا اور خود ہمارے پہلو میں شور کے بتا بتا کے نکل جاتی ہو مگر ہم تجھے نہیں پکڑ سکتے۔ صحن چمن میں تیری پچھوا نہ شوخیاں کہ نوجوانان باغ میں سے کسی کے پہلو میں گدگدایا کسی کو دھکیلا۔ کسی کو ٹھوکر لگائی کسی کو تھپیڑا دیا اور صاف نکل گئی۔ نوعروسان چمن یعنی نئے کھلے ہوئے پھولوں میں سے اس کا منھ چوم لیا۔ اس پر دست درازی کر دی۔ اسے گلے سے لگالیا اور ٹھیکی پھرتی نظر آئی۔ ایسی باتیں ہیں کہ ہم دیکھ کے بیتاب ہو ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس کچھ زور نہیں چلتا۔ شب اسے غم میں تو تاریکی رہتی ہی ہو مگر تو وہ ظالم ہو کہ شب وصل و عیش و عشرت کی راتوں کی ہزاروں شمعیں بھی تو نے سرشام ہی سے گل کر دی ہیں۔ اور جن پر یہ مصیبت کبھی گذری ہو گورے سراپا ناز چہرے کو پیہ شوق آنکھوں کے سامنے سے یکایک غائب ہوتے دیکھ کے ایک آہ کر کے رہ گئے ہیں۔ اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے ہیں۔

جن مصیبتوں کا کوئی علاج نہ ہو وہ اکثر گوارا ہو جایا کی ہیں۔ اسی طرح تیری یہ شوخ ادائیاں بھی آخر ہم نے تھک کے قبول کر لیں۔ اسی قدر نہیں بیچ یوں ہو کہ ان بدگمان عشاق کو جو اپنے سے بھی بدگمان تھے آخر تیری ان شوخیوں میں جو کسی ماہوش کے چھیڑنے کے لیے تھیں مزہ آنے لگا۔ افسوس مجبوری میں جو نہ ہو تعجب ہو۔ یہ تھوڑی حیرت کی بات نہیں کہ جن آرزومندوں کے دلرباؤں کو تو چھیڑتی اور ستاتی ہو وہی اب تجھے ایک برہم مزاج رقیب خیال کرنے کے عوض اپنا شریک صحبت سمجھ رہے ہیں۔ اور ایسا شریک صحبت جس کی موجودگی سے صحبت عیش میں زندہ دلی پیدا ہوتی ہو۔ اور جس کے بغیر حسن و عشق کی دنیا میں مزہ ہی نہ آتا ہو۔

اب تجھے ایک زندہ دل دوست اور شوخ طبع ہم صحبت ماننے کے بعد جو ہم غور کرتے ہیں تو نظر آتا ہو کہ فی الحقیقت جب تک تو نہ ہو دنیا میں کوئی لطف نہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہو کہ ہر چیز پانی سے زندہ ہو "کُلُّ شَیٍٔ حَیٌّ مِنَ الْمَاءِ" گو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ہماری زندگی اور ہماری دلچسپی کے لیے اے ہوا تو پانی کیا معنے ہر چیز سے زیادہ ضروری و دلچسپ ہو مانا کہ قوم لوط یا قوم عاد کے لیے تو خدا کا غضب بن گئی تھی۔ مگر ہم تو اپنے حق میں تجھے رحمت الٰہی پاتے ہیں۔ سانس کے ذریعے سے تو ہماری حیات کو قائم کیے ہوئے ہو۔ اور تجھ سے ہم ہر گھڑی یہ لطف اٹھاتے رہتے ہیں کہ "ہر نفسے کہ فرو می رود ممد حیات ہست و چون بر می آید مفرح ذات" یہ تیری ایک ایسی برکت ہو جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم ہستی کی

کل کی کوک تو ہی ہی - اور تو نہ ہو تو یہ تمام حس و حرکت ایک گھڑی بھر مین فنا ہو جاے - مگر یہ برکت بھی زندہ مخلوق کے لیے معمولی چیز ہو گئی ہی - کیونکہ تیری یہ فیاضی سب کے لیے عام ہی کون ہے جو سانس نہین لیتا - اور اسی سبب سے بہت کم ہین جو تیری اس برکت کی طرف اپنا خیال بھی لے جاتے ہون - مگر نہین اس کے سوا تیری اور ہزارون فیاضیان ہین جن کو ہم شمار نہین کر سکتے اور شب و روز ان سے لطف اُٹھاتے رہتے ہین -

صرف اتنا ہی نہین کہ عارض تابان پر زلف شبگون کو خفیف حرکت دے کے تو حسن عالم مین ایک جان ڈالتی ہی - یا تیری نسیم کے خنک اور ہلکے جھونکے ہمین یکایک وہ مسرت و راحت بخش دیتے ہین جس کے بغیر ہم دنیا کی کسی چیز سے لطف نہین اٹھا سکتے اور جتنی لذتین اور دلچسپیان ہین ہمین وہ بھی تیری ہی زندہ دلی کی برکت نظر آتی ہین -

ہر قسم کی آواز تیری ہی شہنائی مین ہو کے ہمارے کانون تک پہونچتی ہی جس کی وجہ سے ہم جان فزا نغمے - پیارے گلون کی تانین - نغمہ سنج طیور کے زمزمے - اور زمی کی روش کی سُریلی آوازین سنتے ہین - ہر طرح کی خوشبوئین تیرے تخت پر بیٹھ کے ہمارے دماغ مین پہونچتی اور روح کو تر و تازہ کرتی ہین - اور ہم پھولون کے مہکنے - اور کاکل پیچان کے بکھرنے سے نیا لطف اُٹھاتے ہین - یہ طیور جو ہمارے سرون پر منڈلا رہے ہین تیرے ہی کل کے گھوڑے پر سوار ہین - اور ہم جو زمین پر کھڑے ہوتے اور چلتے پھرتے ہین تو تیری ہی گاڑی مین بیٹھ کے - اگر تیری جریب ہمارے ہاتھ مین نہ ہوتی تو زمین کی کشش خدا جانے کن کن بلے رحمیون سے دے دے مارتی اور کیسی پٹخنیان بتاتی - اور تیری بیساکھیون کو بغلون کے نیچے دبا کے نہ کھڑے ہوئے ہوتے تو قدم قدم پر گرتے -

تیری بعض شوخیون کا زمانہ شاکی ہی - اور اکثر لوگ تجھے الزام دیتے ہین - مگر نہین ان شکایتون کو تو نے خود ہی رفع بھی کر دیا ہی - اور اس خوبی کے ساتھ کہ اس کے بعد تیری شکایت کرنا ناشکری ہی - جن بحری سیاحون اور جہازیون نے کبھی طوفان کا ہولناک سمان دیکھا ہی کہتے ہین کہ غریب الوطن مسافرون اور رہ پیما جہازون کا تجھ سے بڑا کوئی دشمن نہین مگر وہ اس سے بھی انکار نہین کر سکتے کہ تو ہی وہ بادمراد ہی جو اُنھین ہمیشہ ساحل تک پہونچایا کرتی ہی - جن صحرا نوردون نے عرب و افریقہ اور راجپوتانہ و دشت قبچاق کی خاک چھانی ہے تجھے وہ بادسموم بتاتے ہین جس کا ایک جھونکا بھی انسان کی بھون ڈالنے کے لیے کافی ہی - مگر جب

وہ منزل مقصود پر پہونچ کے آرام سے بیٹھے ہون گے اور پسینہ خشک ہونے لگا ہوگا
اُس وقت خود ہی سمجھے ہون گے کہ وہ بادنسیم بھی تو ہی ہو جو دل کی کلی کھلا دیا کرتی ہو۔
اگر کسی قوم کے جھنڈے کو تو سرنگون گرا دیتی ہو تو تو ہی تحیاب قوم کے پرچم اقبال
کو لہراتی ہوئی آگے بڑھاتی ہو۔ چراغ اگر تیرے کسی سخت جھونکے کی تاب نہ لا کے
گل ہو جاتے ہین تو کوئی مضائقہ نہین۔ اس لیے کہ تیرے ہی دم سے وہ روشن بھی
ہین۔ اور تو نہ ہو تو ایک لمحہ بھر بھی نہ ٹھہر سکین۔ اگر کوئی پھول تیرے تیز تھپیڑے کی
تاب نہ لا کے کمھلا کے گر پڑا تو گر پڑنے دو۔ اس لیے کہ تو ہی ناموس غنچون کو گدگدا کے ہنسانی
اور تو خود ماں ہین کا گھونگھٹ کھولتی ہو۔

بادۂ ناب کے دور سے لطف اُٹھانے کے لیے ہم جب بیٹھ گئے ہین تو تو ذرا دور دی
گئی ہو اور اُن گھنگھور گھٹاؤن کو لاکے ہمارے سرون پر چھا دیا ہو جن کی معرفت ہمین
خدا کی رحمتین اور برکتین ملا کرتی ہین۔ ہجران نصیبی کی جگر گداز اور دلخراش گھڑیون مین
جب ہم حسرت و یاس کے عالم مین بیٹھ کے خون کے آنسو بہانے لگے ہین اُس وقت تو
ایک شفیق دوست کی طرح ہمین تسلیان دینے کو آئی ہو اور کسی وعدہ فراموش کے پاس
ہمارا پیغام لے جانے کو آمادہ ہو گئی ہو۔

کوئی مضائقہ نہین اگر حضرت سلیمان کے تخت کی طرح تو ہمارے تخت کو عالم کی سیر
نہین کراتی۔ اس لیے کہ تو ہی ہو جس کی معرفت ہم اکثر اپنا پیام شوق مہ جبین دلربا ؤن کے
پاس بھیجا کیے ہین۔ وہ تیرا ہی ایک جھونکا سن سے نکل گیا تھا جس پر اکثر ہجران نصیبی کی
راتون مین ہمین پریون کے تخت کا دھوکا ہوا ہو۔ مصیبت کے دنون مین تو نے ہمیشہ
ہماری ہمدردی کی ہو۔ ہمارے دل کی دھڑکن کو تیرے ہی پرلطف جھونکون سے سکون
ہوا ہو۔ جوش دل کے اُبال کو تیرے ہی پنکھون نے فرد کیا ہو۔ اور آخر مین تیری سب سے
بڑی ہمدردی یہ ہو کہ تو ہی ہماری آہ نارسا کو آسمان تک لے جاتی۔ اور ہماری گریہ و
زاری کی آواز کو سنگدلون کے کانون تک پہونچاتی ہو۔

لہذا اے ہوا جس سے ہماری زندگی ہو۔ ہمارا لطف ہو۔ اور ہمارے دلون کو
تسلی ہوتی ہو تیری شکایت کرنا سراسر ناشکری ہو۔ اور تجھے الزام دینا نازیبا ہو۔ ہم
جب تک زندہ ہین تیرے احسان مند رہین گے۔ اور جس وقت تجھ سے لطف اُٹھا

چھوڑ دین گے اور جس روز سانس لینا موقوف کر دین گے اُس روز ہم بھی نہ ہون گے

از ماست کہ بر ماست

من و سلوی کا نام زبان پر آتے ہی خوش اعتقاد دار و دیندار خدا ترسون کے منھ مین پانی بھر آتا ہوگا - اور واقعی جب وہ خدا کی نعمتین تھین تو مزے دار بھی ضرور ہون گی - مگر بنی اسرائیل چند ہی روز مین اس نعمت الٰہی سے اُکتا گئے - اور کہا ہمین تو کھانے کے لیے زمین کی پیداوار ملنی چاہیے - خیر خدا نے اُن کی یہ احمقانہ آرزو پوری کر دی - مگر جب وہ کھیتون پر ہل چلانے - بیلون کی دُم مروڑنے اور جوتنے بونے کو کھڑے ہوئے ہون گے اور سر کا پسینہ ایڑی کو پہونچا ہوگا - اُس وقت ممکن نہین کہ نہایت ہی حسرت و اندوہ کے ساتھ نہ کہہ رہے ہون کہ یہ سب اپنا ہی کیا دھرا ہے اور "از ماست کہ بر ماست"

اسی ایک واقعے پر منحصر نہین - بنی اسرائیل کو اُن کے عروج کے زمانے مین یاد دلا دلا کے اسی بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ جتنی بلائین اور آفتین آتی ہین اور جتنی مصیبتون سے سابقہ پڑتا ہو سب اپنے ہی دنیاوی اعمال کا نتیجہ ہین - وہ "ری تری ہوشن" کے قائل تھے - یعنی اعتقاد رکھتے تھے کہ ہر بُرے بھلے کام کا بدلہ دنیا ہی مین مل جاتا ہو - اور اگر خدا گناہ کی سزا دینے مین دیر لگائے تو تو بہ کرنے کے لیے خود ہمین کو اپنی زندگی ختم کر دینی چاہیے - یہ اصول اگرچہ بعض حالتون مین بظاہر اساب پورا نہین اُترتا - مگر اس مین بھی شک نہین کہ اکثر انسان اپنی ہی بداعمالیون کے بھگتنے پر مجبور رہتا ہو - آخری مذاہب نے اگر جزا و سزا کو اُس دوسری زندگی سے وابستہ بتایا تو کوئی مضائقہ نہین - بے شک انسان مرنے کے بعد اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا مگر کچھ ضرور نہین کہ اپنے حرکات و سکنات کا پھل اس دنیا مین بھی نہ پائے -

اصل یہ ہو کہ جن اُمور کو محض خدا شناسی اور رموز توحید سے تعلق ہو یا یون کہیے کہ جن باتون کا معاملہ صرف خدا کے ساتھ ہو اُن مین ہم ثواب یا سزا اُسی عالم مین پائین گے جس عالم سے کہ اُن اُمور کو تعلق ہو - مگر اخلاقی جرائم جن سے ہم دنیا والون کو ضرر پہونچاتے یا دنیا مین فتنہ و فساد پیدا کرتے ہین اُن کی پاداش ضرور ہو کہ ہمین دنیا ہی

ہو جائے۔ ہم کسی پر ظلم کرین تو یقین کر لینا چاہیے کہ کوئی ہم پر بھی ظلم کرے گا۔ ہم کسی کو ستائین تو دل مین سوچ رکھین کہ ہمین بھی کوئی ستائے گا۔ ہم کسی کی توہین کرین تو خوب جان لین کہ کبھی کوئی ہمین بھی ذلیل کرے گا۔ اور ہم کسی کو نقصان پہونچائین تو اس مین ذرا بھی شک نہ کرین کہ کبھی کسی کے ہاتھ سے ہمین بھی نقصان پہونچے گا۔

اخلاقی اور روحانی دنیا کی جزا کا جو باہمی ردّ و بدل ہوتا رہتا ہو اس کی زیادہ نمایان اور واضح تصویر ہمین اُن شخصی سلطنتون مین نظر آ سکتی ہو جن مین بادشاہ کی زبان ہی قانون ہوتی ہو۔ اور جہان فرمان روائی ادنے سے ادنے بات پر جان ستانی یا جان بخشی کا کافی ذریعہ ہوتی ہو۔ جو برتاؤ فرمان روا اپنے دربار والون کے ساتھ کرتا ہو جس نظر سے اُنھین دیکھتا ہو جس ادب و تعظیم کا اُن سے خواستگار رہتا ہو اُنھین تمام باتون کو اُس کے درباری جو تمام رعایا کے مقابلے مین معزز و محترم خیال کیے جاتے ہین اپنے ماتحتون اور ملازمون سے چاہتے ہین۔ اور یہی سلسلہ درجہ بدرجہ انسان کے ہر درجے سے لے کے ادنے سے ادنے طبقے تک پہونچتا ہو۔ یہانتک کہ ہر شخص اپنے بچون اپنی بی بی اور اپنے دست نگر عزیزون سے اُسی ادب و تعظیم کا خواستگار رہتا ہو جو ہمین تخت شاہی اور دیہیم خسروی کے آگے نظر آئی تھی۔ یہ رنگ دیکھنے کے بعد اب تم نیچے کے طبقے سے ہر درجے کے معزز لوگون کو دیکھتے ہوئے چلو تو تم کو عجب سیر نظر آئے گی اور دیکھو گے کہ ہر شخص ماتحتون کو ذلیل کرنے کے بعد جب بالا دست لوگون کے سامنے جا کے ذلیل ہوگا تو تم اُسے زبان حال سے یہی کہتے سنو گے کہ "از ماست کہ بر ماست" کیونکہ وہ جو کچھ کر چکا ہو اُسی کا خمیازہ بھگت رہا ہو۔ صرف آخری اور سب سے بلند درجے مین پہونچ کے تمھین بادشاہ کی ایک ذات البتہ ایسی نظر آئے گی جو بظاہر سب کو ذلیل کرتا ہو اور اُسے کوئی ذلیل نہین کرتا۔ مگر اُس کی حالت کو اگر غور سے دیکھو تو اصل مین وہ سب سے زیادہ ذلت اُٹھا رہا ہو۔ اول تو خدا کی طرف سے بیماریان پریشانیان آفتین اور مصیبتین غرض جتنی بلائین آتی ہین سب اُس کے حق مین انتقام کی صورت بن کے آتی ہین۔ مگر نہین اِن کے علاوہ سب سے زیادہ اُسے ذلیل کرنے والا اور ہر وقت ملامت کرنے والا اُس کا کانشنس ہو۔ جو ہر گھڑی ایک آفت کی طرح اُس پر مسلط رہتا ہو۔ اور اُس کی ہر غلطی اُس کے ہر ظلم۔ اور اُس کی ہر شہوت پرستی کو ایک نہایت ہی مہیب

جاے۔ سمجھا کے اُس کے سامنے پیش کرتا ہو - اور اُس کے حق مین ایک دنیا دہی عذاب بن جاتا ہو - اور ممکن نہین کہ آزاردہ تکلیفون سے گھبرا کے کبھی کبھی اُس کی زبان سے یہ کلمہ نکل جاتا ہو کہ "از ماست کہ بر ماست"

سچ یہ ہو کہ اگر ہم غور و تعمق کی نظر سے دیکھین تو صاف نظر آجاے گا کہ اُس عالم آخرت کے دوزخ سے پیشتر خدا نے ہمارے لیے دنیا مین بھی ایک سخت اور نہایت ہی اذیت رسان دوزخ بنا رکھا ہو - جس کے عذاب سے شاذ و نادر ہی کوئی بچ سکتا ہو

شادی و غم

ان الفاظ سے یہان ہماری مراد منشی عاشق حسین صاحب کا ناول "شادی و غم" نہین ہو جسے بابو جے نرائن صاحب فی الحال ازسر نو چھپوا رہے ہین - بلکہ اصل مین ہمارا مقصد صرف اس قدر ہو کہ ان الفاظ کے اثر پر نظر ڈالین - اور دیکھین کہ فلسفیانہ طور پر قدرت نے اُنھین کس ترتیب سے رکھا ہو -

دنیا مین کوئی چیز اور کوئی جذبۂ انسانی نہین ہو جس مین اسی قسم کی دو مخالف و متضاد کیفیتین نہ ہون - وہی نسبت جو دوزخ و جنت - اعلے و ادنے - لطیف و کثیف مزے دار و بے مزہ - پُر لطف و بے لطف اور اچھے اور بُرے مین ہو وہی ان دونون نقطون مین بھی ہو - دنیا مین کوئی کیفیت اور کوئی حالت نہ ہوگی جو اسی قسم کی دو متقابل جہتون اور ضدون کی تابع نہو - اور شاید اسی فلسفہ پر نظر کر کے زرتشتی مذہب کے عقلمندون نے نور و ظلمت کا اصول قائم کر کے اپنی تمام کیفیتون کو اسی کے تابع کر دیا اگرچہ اس مین زیادہ منہمک ہونے سے وہ اس عظیم الشان غلطی مین مبتلا ہو گئے کہ خدا اور شیطان کو بھی ایسی ہی دو متباین و متضاد قوتین تسلیم کر لینے سے دو خداؤن کے قائل ہو گئے - اور اُن لوگون کی اصطلاح مین جو سچی توحید اور قوت یزدانی کے سب سے بالاتر ہونے کے معتقد و معترف ہین ثنوی یعنے دو خدا کے ماننے اور مشرک ہونے کے ملزم ٹھہرے -

اصل حقیقت یہ ہو کہ ہر کیفیت اور ہر چیز مین یہ متضاد صورتین محض اس لیے رکھی گئی ہین کہ بغیر اس کے ایک دوسرے کا حسن و قبح معلوم ہی نہین ہو سکتا - دن اس لیے

دن ہو کہ رات کے بعد آتا ہی - اور رات اس لیے رات ہو کہ دن کے بعد آتی ہو - پھر ان دونون کا باہمی مقابلہ ہر شخص کو اپنے خیال و مذاق کے مطابق اس امر کا فیصلہ کرنے پر آمادہ کرتا ہو کہ دونون مین سے کون اچھا ہو اور کون بُرا - اور یہی حالت اور نسبت اسی طرح کی تمام کیفیتون مین خیال کر لیجیے -

فلسفیون مین ایک نازک بحث پیدا ہوئی ہو کہ دنیا مین خوشی زیادہ ہو یا غم - مگر انصاف اور غور سے دیکھیے تو یہ بحث ایسی ہی ہو جیسے کوئی پوچھے کہ دنیا مین دن زیادہ ہے یا رات زیادہ ہی - اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جاے تو دونون کے سرچشمے خدا نے یکسان درجے پر سیراور کبھی نہ خشک ہونے والے پیدا کیے ہین - مگر ہان یہ ہماری استعداد اور قابلیت کا نتیجہ ہو کہ ان مین سے کس کو اور کس مقدار مین حاصل کرتے ہین -

جو لوگ صوفیہ کے خیالات کے زیادہ متبع ہین - اور خاصتہ وہ جو دنیا کی ہر چیز کے چھوڑ دینے کو حقیقت و مذہب تصور کرتے ہین اُن کا اکثر یہ دعویٰ رہتا آیا ہی کہ انسان کو خوشی بہت کم ملی ہو - اور غم زیادہ - وہ انسانی افکار و تردّدات - زندگی کی مشکلون اور دشواریون - اس عالم ہستی کی ناکامیون اور مایوسیون کو پیش کرکے کہتے ہین کہ دنیا دار المحن ہو - اور اس مین بمقابلہٗ رنج و الم خوشی بہت ہی کم ہو - ان لوگون کا یہ خیال قریب قریب اُن لوگون کا سا ہو جو اپنے تمام افعال و اعمال کو قسمت کے محول کرکے ہاتھ پاؤن چھوڑ کے بیٹھ رہنے کے موید ہین -

مگر وہ گروہ جو دنیا کے ”مزرعۃ الآخرہ“ ہونے کا قائل ہو ایسی پست ہمتی اور ایسے معطل محض بن جانے کے خیال کی تائید نہین کر سکتا - واقعی جب خدا نے خوشی اور غم کے خزانون کو یکسان طور پر مملو و معمور بنا کے ہمین ان پر متصرف کیا ہو تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ ہمین غم زیادہ دیا گیا ہو بظاہر ایک ناشکری کا سا خیال ہو -

سچ یہ ہو کہ ہمین خوشی یا غم ان دونون مین سے جو چیز نصیب ہوتی ہو وہ خود اپنے ہی ہاتھون سے نصیب ہوتی ہو - اپنی زندگی کے حالات پر غور کرو - اپنی ضرورتون کو نکتہ چینی کی نظر سے دیکھو - اور اس بات کو خیال کرو کہ جن چیزون کی احتیاج و ضرورت کے ہم دعوے دار ہین اُن مین سے حقیقۃً کتنی ضروری ہین اور کتنی

غیر ضروری - دنیاوی تکلفات مین پڑکے - تعلقات کو بڑھاکے - اور اپنے حوصلون اور اپنی آرزوٗن کو فضول وسعت دے کے ہم نے اپنی یہ حالت بنالی ہو کہ ہوسون کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہین چھوٹتا - اور زندگی کی کوئی ایسی گھڑی نہین ہوتی جس وقت ہم کسی ضرورت کو نہ محسوس کر رہے ہون -

مسرت کیا چیز ہو؟ نہ روپیہ ہو نہ پیسہ ہو - نہ عالیشان قصر و ایوان ہین - نہ خدم و حشم ہین - نہ حکومت و سطوت ہو - اس لیے کہ اگر ان چیزون سے حقیقی مسرت حاصل ہوتی تو ہم کسی بادشاہ و امیر کو کبھی ملول و افسردہ نہ پاتے - اُن کے دل مین اور اُن کی اُس امیرانہ بلکہ شاہانہ دھوم دھام مین سچ پوچھیے تو ہمارے غمون سے بڑے غم اور ہماری حسرتون سے زیادہ حسرتین موجود ہین - جس طرح ایک کوہستانی سلسلہ دور سے تمھین نہایت ہی مسطح پُر فضا اور دلچسپ معلوم ہوتا اور نزدیک سے جاکے دیکھو تو انتہا سے زیادہ غیر مسطح بہت ہی پُر خطر اور وحشت ناک نظر آتا ہو اُسی طرح اسے غریبی کی زندگی بسر کرنے والو امیرون اور بادشاہون کی سطوت و حشمت اور اُن کے عالیشان قصر و ایوان تمھین دور ہی سے عشرت و مسرت کے مامن نظر آتے ہین - مگر اُن کے قریب جاکے خود اُن کی جگہ پر کھڑے ہوکے اور اُن کی اصلی حالت کا اندازہ کرکے غور کرو تو صاف دیکھ لوگے کہ خوشی اور مسرت اُن کے اس وسیع اور بڑے خزانے مین تم سے بھی کم اور بہت ہی کم ہو -

اصلی خوشی ایک دلچسپ خیال سے عبارت ہو جو اکثر اُس دل مین زیادہ ہوتا ہو جس مین خواہشین کم ہین - جس قدر تم اپنی ضرورتون کا دائرہ تنگ کرتے جاوٗگے اُسی قدر تمھاری مسرت بڑھتی جائے گی - ہم نے بڑے بڑے اور نہایت ہی عالی مرتبہ اور صاحب حکومت امیرون کو ادنے طبقے کے مزدورون اور مزدورنیون پر حسد کرتے دیکھا ہو - یہ معمولی درجے کے لوگ جنھین تم اپنے فضول اور بیہودہ غرور سے ادنے و کمتر اور حقیر و ذلیل خیال کرتے ہو اُن کی حالت کا جب اندازہ کروگے تو عام طور پر انھین اپنے سے زیادہ خوش پاوٗگے - سعدی کے کلام مین اُس بادشاہ بن جانے والے فقیر کا یہ جملہ کہ "آن دم غم نانے بود واکنون غم جہانے" آب زر سے لکھنے کے قابل ہو - ان غریبون کو فقط اتنی فکر ہو کہ قوت لایموت کے لیے دن بھر مین کچھ پیسے فراہم کرلین

جن کے حاصل کرنے کی کوشش مین وہ ہر قسم کی محنت کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہین پھر اِس محنت کے بعد جب شام کو اپنی بی بی بچون مین آکے بیٹھتے ہین تو اُن سے زیادہ مسرور اور خوش حال کوئی نہین ہوتا - اُن کی محنت اُن مین رات کے آرام کی قدر پیدا کرتی ہو - اور اِس محنت کا حاصل کیا ہوا مختصر سرمایہ اُن کی فکرین دور کر دیتا ہو - اور یہ دونون ایسی برکتین ہین جن کی بدولت روز شام کو اُنھین وہ اطمینان و فارغ البالی اور وہ خوشی و خرمی حاصل ہو جاتی ہو جو اُن سے زیادہ استطاعت رکھنے والون کو کبھی زندگی بھر نہین نصیب ہوتی -

اِن لوگون کی حالت دیکھ کے تمھین بخوبی سبق مل سکتا ہو کہ اگر تم بھی اپنی فکرین محدود اپنی ضرورتین کم اور اپنی خواہشین دل سے نکال دوگے تو تمھین بھی اصلی خوشی حاصل ہو جائے گی - اِس لیے کہ اگر تمھین حقیقت مین خوشی و مسرت کی تلاش ہو تو اُسے عمارت کے محل سلطنت کے دربار - اور ظاہری عیش و عشرت کی صحبتون مین ڈھونڈھو بلکہ اُسے غریب کے جھونپڑے مین جا کے تلاش کرو - وہ وہین ملے گی - اور اکثر وہین رہتی ہو -

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خدا کے خزانے مین خوشی کی کمی نہین - وہ وہان کثرت سے موجود ہو - اور ہمین کثرت سے مل سکتی ہو - مگر خرابی یہ ہو کہ ہم مین کے اکثر لوگ اپنی ناسمجھی اور غلط خیالی سے اُسے ٹھیک جگہ جا کے نہین ڈھونڈھتے - اُن کے دھوکا دینے کے لیے دنیا والون نے شہوت پرستی کی صحبت کا نام محفل عیش رکھ دیا ہو - اکثرون کے خیال مین بسی ہوئی ہو کہ خوشی صرف ناز و نعمت کے قصرون - دولتمندی و تمکنت کے محلون - اور حکومت و سطوت کے ایوانون مین رہتی ہو - اور وہین اُس کے ڈھونڈھنے کو وہ جاتے بھی ہین - جس کی بدولت طرح طرح کی ذلتین اُٹھاتے ہین - مغلوب و مقہور ہوتے ہین - جھوٹ بولنے اور خوشامد کرنے پر مجبور ہوتے ہین - اور ان سب خرابیون اور تباہیون کے برداشت کرنے کے بعد غور کرتے ہین تو اپنے دل مین خوشی کا نام و نشان بھی نہین پاتے - اس غلط راستے کو چھوڑ کے اگر غربت کے جھونپڑون - اور بے فکری کے چھپرون کے نیچے دیکھین تو وہ لعل بے بہا ضرور ہاتھ آجائے گا - جس کے لیے اُنھون نے دنیا کے بڑے بڑے عالیشان محل اور زبردست قلعے چھان مارے تھے -

انسان جس وقت اور جتنی دفعہ اپنے دل مین کہتا ہو کہ "یہ چیز ملنی چاہیے" اُسی وقت اور اتنی ہی دفعہ ایک فکر اور اُس کے ساتھ ہی ایک غم اپنے لیے پیدا کر لیتا ہو۔ اگر یہ نہ کہے اور اِس جملے کے خیال سے اپنے دل کو بچائے تو بہت ہی جلد غم سامنے سے بھاگ جائے گا۔ اور وہ خوشی مل جائے گی جسے تباہی و پریشانی کے ساتھ لالٹین اُٹھا اُٹھا کے ہر طرف ڈھونڈھتا پھرتا ہو۔

لوگ کہتے ہین اور عام طور پر مشہور ہو کہ "پیٹ کے لیے انسان ذلیل ہوتا ہو اور اُسی کی وجہ سے کبھی اطمینان نہین نصیب ہونے پاتا۔" مگر غور سے دیکھو تو جس قدر سہل الوصول قوت لایموت ہو کوئی چیز نہین۔ خدا نے چونکہ یہ ایک لازمی خواہش انسان مین پیدا کی ہو اسی وجہ سے اُس کے دور ہونے اور بھوک کی ضرورتین رفع ہونے کا جتنا سامان خدا نے پیدا کر دیا ہو اور کسی چیز کا نہین۔ یہ پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خواہش پوری کرنے کے لیے ساری دنیا الوان نعمت کا ایک پُر تکلف خوان بنی ہوئی ہو۔ اگر چاہو تو قدم قدم پر پیٹ بھر سکتے ہو۔ بہت تھوڑی محنت اور بالکل معمولی درجے کی زحمت اُس کے لیے بخوبی کافی ہو سکتی ہو۔ غریب و امیر اور بادشاہ و وزیر کے روزانہ مصارف پر نظر ڈالو تو حیرت سے دیکھو گے کہ سب سے کم خرچ اُسی چیز مین ہوا جو صرف پیٹ بھرنے اور بھوک کی آگ بجھانے کے لیے تھی۔

تمھین ذلیل کرنے والی اور زیادہ پریشان و سرگردان بنانے والی عموماً وہی خواہشین ہین جن کو اس فطری تقاضے یعنی بھوک سے علاقہ نہین۔ بلکہ وہ وہی خواہشین ہین جن کو تم نے اپنی ہوس پرستیون کے لیے خود ہی تصنیف کر لیا ہو۔ اُن سے پیچھا چھڑاؤ اُن کو دل سے بھلا دو۔ اور دیکھو کہ سچی مسرت اور بے غل و غش خوشی تمھارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہو۔

ریختی گوئی

اُردو شاعری کو جس چیز نے سب سے زیادہ ناپاک بنایا اور اُس مین گندگی و نجاست کا ایک بہت بڑا دفتر پیدا کر دیا وہ ریختی ہو۔ شہوت پرست امیرون کی صحبتون مین مسخرہ پن کی صورت مین یہ بیہودگی و بے شرمی شروع ہوئی۔ اور آخر اسی طریقے سے اور ایسے ہی ناپاک مذاق والے رنگیلون کی محفلون مین پرورش پا کے اس درجے

کو پہونچی کہ اُس رنگ کے دیوان مرتب ہونے لگے۔ اور ہر صحبت مین اُس قسم کے شعرون کا چرچا ہونے لگا۔

اس سے بڑھکے بیحیائی اور بے شرمی کا شاید کوئی نمونہ نظر آے گا کہ ایک مرد جو آپ کو شاعر کہتا ہو ڈاڑھی موچھ لگا کے سر سے دوپٹا اوڑھتا ہو اور عورتون کی ترچھی نقل کر نہین سکتا۔ کیونکہ عورت کے جذبات مرد مین پیدا ہون یہ امر فطرت اور قانون قدرت کے خلاف ہی۔ ہان زنانون اور ہیجڑون کی طرح ناک پر اُنگلی رکھ رکھ کے اور تالیان بجا بجا کے زنانے لہجے اور بازاری عورتون کے نخرون کے ساتھ شعر پڑھتا ہی۔

ایسے اشعار کی بنیاد ہی چونکہ بدکاری اور بیحیائی سے پڑی ہی۔ لہذا عموماً اس قسم کے اشعار مین فحش اور ناپاک و ذلیل الفاظ بہت کثرت سے ہوتے ہین جنھین سُن سُن کے ہمارے بے غیرت امیرزادے خوش ہوتے اور کھلکھلاتے ہین۔ کاش عورتون ہی کا مذاق دکھانا تھا تو شریف بہوبیٹیون اور پاکدامن اور باعفت خاتونون کے مذاق کا لحاظ رکھا جاتا۔ مگر نہین یہان تو اس سے غرض ہی کہ بیحیا اور بدکار عورتون کی ادائین اور اُن کی بداخلاقی و بداطواری کی حرکتین دکھائی جائین۔

افسوس ہماری شاعری پر جو الہام ربانی کا نمونہ بتائی جاتی ہی ان ہرزہ سراؤن کے ہاتھون ایسا ظلم ہوتا ہی اور بدمذاق و بدکار امیرزادون کو اپنے نفسانی جذبات کے سامنے اس کی بھی تمیز اور حس نہین باقی رہتی کہ ایسے شرمناک کلام اور بیحیائی کے شعرون سے قوم اور ملک کو کتنا بڑا ضرر پہونچ رہا ہی۔ دوسرے ملکون اور اور دوسری قومون کے لوگ جب اس شرمناک کلام کو دیکھین گے تو اُنھین اس کی تو مطلقاً حس ہو گی کہ یہ بازاری عورتون اور رنڈیون کی زبان اور اُنھین کی وضع ہی۔ بلکہ وہ یقین کر لین گے کہ یہ شریف زادیون کے حرکات اور چال چلن کا نمونہ ہی۔ اور پھر ایسا خیال قایم ہو جانے کے بعد اُردو بولنے والی عورتون کی عصمت وعفت غیرون کی نظر مین کس قدر ادنے اور ناقص ثابت ہو جاے گی۔

جس قسم کا ظلم ریختی کی شاعری نے اُردو زبان اور اُردو شاعری پر کیا ہی ایسا ظلم آج تک کبھی کسی قسم کے اشعار سے کسی زبان پر نہین ہوا تھا سلف سے آج تک کسی بان

مین ایسی ناپاک شاعری نہین پیدا ہوئی تھی جس سے پتہ لگایا جا سکتا ہو کہ آج تک کسی قوم مین ایسے بیہودہ اور ایسے بیحیا شاعر نہین پیدا ہوئے تھے جیسے کہ اُردو مین پیدا ہوئے ہین۔

اکثر ترقی یافتہ قومون اور مشہور و معروف زبانون مین لائق عورتون نے اپنے جذبات اور اپنے خیالات اپنی ہی زبان مین ضرور ظاہر کیے ہین مگر نہایت تہذیب و شائستگی کے ساتھ۔ اس مین کوئی شک نہین کہ عورتون کی زبان جو عموماً سادی اور دلکش ہوتی ہو اور اکثر اس مین ایک خاص قسم کا لوچ اور لطف ہوتا ہو شاعری اور انشا پردازی کی جان ہو۔ مگر اُسی تہذیب کے ساتھ جس تہذیب سے کہ کوئی پاکدامن اور عفیفہ عورت اپنے خیالات کو ظاہر کرے۔ یہ نہین کہ مرد عورتون کا سا دوپٹہ اُوڑھ کے اور زنانی صورت بنا کے اپنی شہوت پرستی کی آرزو پوری کرین۔ اور اپنے ناپاک دل کا حوصلہ پورا کرین۔

انگریزی مین انشا پردازی کا بہت زیادہ حصہ خاتونان قوم ہی کے قلم سے زینت پا رہا ہو۔ جو نیز شاعری کی حیثیت سے اور نیز ناول نویسی کے انداز سے اپنے پاکیزہ خیالات۔ اپنی ستھری زبان۔ اور اپنے مہذب و شریفانہ جذبات کو پبلک کے سامنے پیش کر کے داد خواہ ہوتی ہین۔ اور قوم اور زبان مین تہذیب و پاکبازی کی روح پھونکتی ہین۔ وہان مرد بیحیائی کے یہ کرشمے نہین کرتے کہ عورت بن کے اور بھاؤ بتا بتا کے فحش بکنے لگین۔

یہی حالت عربی کی ہو جس مین ہزارہا شاعرہ عورتین گذری ہین۔ اُنھون نے اپنی پاک و صاف اور بقول زبان آورا اور داد دینے والون کے کوثر مین دھوئی ہوئی زبان مین قصیدے بھی کہے ہین۔ مرثیے بھی کہے ہین۔ جوش دلانے والے اشعار بھی تصنیف کیے ہین۔ مگر کبھی یہ نہین کیا کہ ہیجڑون کی طرح نخرے کرنے اور تالیان بجانے لگی ہون یا مردون نے اُن کا بھروپ بھر کے اُن کی نہایت ہی فحش اور شرمناک تصویر دکھائی ہو۔

افسوس بہت سے لوگ ہون گے جو جان صاحب کا دیوان پڑھ کے یقین کرتے ہون گے کہ لکھنؤ کی شریف زادیون کی یہی حرکتین یہی ادائین اور اُن کے

یہی الفاظ ہین۔ حالانکہ سچ یہ ہی کہ سوا بازاری رنڈیون کے شریف عورتون مین ان الفاظ اور حرکات کا کہین شان و گمان بھی نہین ہی۔

اگر عورتون کے کلام اور اُن کی سادی زبان کا لطف دیکھنا چاہتے ہو تو اُنھین کو موقع دو کہ اپنے مہذب اور پاک و صاف خیالات کو اپنی زبان مین ادا کرین ہمارے یہان ایک دوسرا یہ ستم ہو گیا ہی کہ جو عورتین شعر کہتی ہین وہ مرد استادون کی تقلید اور موجودہ شعرا کے تتبع مین اپنے آپ مذکر کی ضمیرون سے یاد کرتی ہین۔ صرف اسی قدر نہین وہ مردون ہی کے تیور اختیار کرتی ہین اور انھین کے دلی جذبات کو اپنی زبان سے ظاہر کرتی ہین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عورتین تو شاعری کی دنیا مین آکے مرد بن جاتی ہین۔ اور ریختی گو مرد شعر کہتے اور پڑھتے وقت عورت بنجاتے ہین اور سچ پوچھیے تو دونون ناقص اور بیہودہ۔ کیونکہ جس طرح مرد کا عورت بننا بالکل خلاف فطرت لغو نامزیب اور غیر موزون ہوتا ہی اُسی طرح عورت کا مرد بننا بھی انتہا سے زیادہ خلاف نیچر اور نازیبا معلوم ہوتا ہی۔ فطرت ہی یہ فیصلہ کر چکی ہی کہ مرد پر مردانگی ہی کی باتین پھبتی ہین۔ اور عورت پر نسائیت ہی کی باتین۔ مگر اردو شاعری نے واقعی یہ عجیب و غریب انقلاب پیدا کر دیا ہی کہ اس کی طرف توجہ کرکے عورتین مرد بن جاتی ہین۔ اور مرد عورتین۔

پاک سرزمین عرب مین جب کسی عورت نے شعر کہا ہی تو ہمیشہ اپنے آپ کو عورت ہی دکھایا ہی۔ مونث ہی کی ضمیر سے اپنے کو یاد کیا ہی۔ عورت ہی کے خیالات و جذبات باقی رکھے ہین اور عورت ہی کے الفاظ۔ اور چونکہ وہ نیچرل ہین لہذا ان مین اثر بھی بلا کا ہی عباسی خلیفۂ بغداد مقتفی باللہ کے عہد مین بغداد کی ایک حسین و صاحب جمال پارسا و پاک دامن نازنین نے جس کا نام سلمی بنت قراطیس تھا یہ چند شعر کہے تھے

عُيُونُ مَهَا الصَّرِيمِ فِدَاءُ عَيْنِي	وَاَجْيَادُ الظِّبَاءِ فِدَاءُ جِيدِي ؏
اُزَيِّنُ بِالْعُقُودِ وَاِنَّ نَحْرِي	لَأَزْيَنُ لِلْعُقُودِ مِنَ الْعُقُودِ ؏

؏ جنگلی گاؤن کی کالی آنکھین میری آنکھون پر قربان ہو اور ہرنیون کے گلے میرے گلے کے صدقے۔

؏ مین آرائش کے لیے موتیون کا ہار پہن لیتی ہون مگر جتنی زینت اُن ہارون سے میرے سینے کو حاصل ہو سکے اس سے زیادہ رونق وہ خود میرے سینے سے پاتے ہین۔

وَلَا اَشکو مِن الاَوصَابِ ثِقلاً ۔ وَتَشکُو قَامَتِی ثِقلَ النّھودِ[*]

یہ اشعار اس قدر دلچسپ اور پسندیدہ تھے کہ تصنیف ہوتے ہی سارے بغداد مین پھیل گئے ۔ اور اکثر لوگون کی زبان پر جاری تھے ۔ ہوتے ہوتے خلیفہ مذکور یعنی مقتفی باللہ کے گوش گذار ہوئے ۔ اُس نے سُن کے اہل دربار سے کہا "ذرا دریافت تو کرو کہ یہ عورت ایسی ہی ہو جیسا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہو یا یہ فقط مبالغۂ شاعرانہ ہو" لوگون نے بخوبی معلوم کر کے عرض کیا کہ "حضور یہ ناز نین جتنا کہ ان شعرون سے ظاہر ہوتا ہو اتنی ہی نہین بلکہ اس سے بھی زیادہ صاحب جمال ہو" اس بات کا اطمینان ہو جانے کے بعد اُس نے کہا "اچھا اب تحقیق کرو کہ اس کا چال چلن کیسا ہو؟" یہ بھی دریافت کر کے دربار مین عرض کیا گیا کہ "نہایت ہی پارسا و پاک دامن ہو" جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو مقتفی نے بطور انعام و اکرام کے بہت سا روپیہ اُس کو بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ "یہ رقم تمھین اس غرض سے دی گئی ہو کہ اس سے اپنی عفت و پاکدامنی کے محفوظ رکھنے مین مدد لو"

یہ ہو شان سچی شریفانہ شاعری کی ۔ اور چونکہ ایک شریف خاتون نے ان اشعار کے ذریعے سے اپنے دل کے سچے جذبات ظاہر کیے ہین لہذا ان مین وہ اثر اور وہ لطف ہو کہ ریختی کے پندرہ ہزار دیوان ان کے سامنے بھاڑ کے پھینک دیجیے ۔ الغرض اگر اُردو کو فائدہ پہونچانا ہو تو یہ کوشش کی جائے کہ مرد و عورت جو کوئی شعر کہے اپنے اصلی جذبات و خیالات کو اپنے ہی لہجے اور اپنی ہی زبان مین ادا کرے ۔ تاکہ کلام مین پورا اثر ہو ۔ اور اگر ایسا کرنا اُسے پسند یا گوارا نہ ہو تو شاعری کا نام نہ لے اپنی حماقت پر شاعری کے قربان کرنے سے کوئی نتیجہ نہین ۔

مخزن

جس دلچسپ قابل قدر اور مفید و مہذب رسالے کا بڑے ذوق و شوق اور نہایت ہی بے صبری کے ساتھ ہمین اور ہمارے لائق دوستون کو انتظار تھا آخر

---

[*] اور مین سُرینون کی شکایت نہین کرتی کہ بھاری ہین ۔ مگر ہان میرا قد سینے کے اُبھار کا البتہ شاکی ہو ۔ (اس لیے کہ چھاتیون کے بوجھ سے لچک لچک جاتا ہو)

۱۵ - اپریل کو ٹھیک وقت پر شائع ہوا - یہ رسالہ جس کا نام اُس کے بیش بہا مضامین کے اعتبار سے مخزن رکھا گیا ہے ۱۸ - ۲۲ - پیمانے کے تین جز یعنی ۴۸ صفحون پر شائع ہوا ہو - اور ٹائٹل اس کے علاوہ ہے کاغذ نہایت ہی عمدہ چکنا وزنی اور دبیز - چھپائی صاف واضح اور نظر فریب - الغرض صورت دیکھتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ ہمارے محترم کرم فرما مولوی شیخ عبد القادر صاحب بی - اے - ایڈیٹر پنجاب آبزرور نے جو رسالہ مخزن کی مالک و ایڈیٹر ہین اس رسالہ کی زینت و آرائش مین پوری فیاضی و لیاقت سے کام لیا ہے - ٹائٹل کے پہلے یعنی اوج کے صفحہ پر ہندوستان کا نقشہ بنا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے یہ دکھایا گیا ہے کہ اُردو زبان نے کس قدر ترقی کی اور کہان تک پھیلی ہوئی ہے - کن کن شہرون کی زبان ہے - کن کن شہرون مین بولی جاتی ہے - اور کہان کس حد تک سمجھی جاسکتی ہے - مگر افسوس کہ صرف ہندوستان کا نقشہ اُردو کی وسعت بتانے کے لیے نہین کافی ہوسکتا - کیونکہ یہ عدن - جدہ - مکہ معظمہ - مدینہ طیبہ - بغداد - کربلا سے معلے - سواحل افریقہ - برہما - امریکہ کی بعض نوآبادیون اور بعض جزائر و سواحل چین مین بھی بولی جاتی ہے -

مخزن کے ۴۸ صفحہ نثر اور نظم پر بٹے ہوئے ہین - پہلے ۳۲ صفحون مین نثر مضامین ہین - اُس کے بعد ۱۶ صفحون پر نظم حصہ نثر مین کل پانچ مضمون ہین جن مین سے تین "بناوٹ اور سادگی" "فن تقریر" اور "فانونون کا ورق" خود ایڈیٹر صاحب کی جودت طبع اور زور قلم کا نمونہ ہین - اور باقی دو مضمونون مین سے ایک "مطالعہ الفاظ" کے عنوان سے مولوی احمد دین صاحب کا لکھا ہوا ہی جو پنجاب کے ایک معزز وکیل اور لائق و مشہور مصنف ہین اور دوسرا جس کی سرخی "دہلی غدر سے پہلے" ہی لالہ سری رام صاحب ایم - اے - دہلوی کا ہے - مضامین بجائے خود پر زور - مفید - اور دلچسپ ہین - لالہ سری رام صاحب نے واقعی ایک بہت مفید مضمون شروع کیا ہی جو بجائے خود قابل قدر ہے - وہ صرف گزشتہ دہلی کی حالت اور اُس عہد کے رسم و رواج ہی سے آگاہ نہین کرتا بلکہ بہت بڑی اور اہم یہ بات بتاتا ہے کہ انگریزی قوم مین سے جو لوگ ہندوستان مین کامیاب ہونے کی کوشش کر رہے تھے اُن کے اوضاع و اطوار کیا تھے - اور اُن پہلی کوششون کا پھل کھانے والے انگریزون کے اوضاع و اطوار کیا ہین - تاہم مین اتنا ضرور کہون گا کہ ایڈیٹر صاحب کو حصہ نثر کے سنبھالنے اور سدھارنے کی کسی قدر ضرورت باقی ہے -

نظم کا حصہ میرے خیال مین نثر سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے - خصوص شیخ محمد اقبال صاحب ایم - اے کی اس نظم کے لحاظ سے جو "کوہستان ہمالہ" پر ہے - اور اس سے بھی زیادہ محمد ظفر علی خان صاحب بی - اے کی نظم سے جس کا عنوان ہے "ندی کا راگ" آخری نظم لارڈ ٹینی سن کی ایک نظم کا ترجمہ ہے - مگر سچ یہ ہے کہ مغربی خیالات کو نہایت ہی مناسبت اور بہت ہی جامہ زیبی کے ساتھ اُردو کا مشرقی لباس پہنایا گیا ہے - آخر مین ایڈیٹر صاحب نے نظم کے متعلق "منتخبات میر" اور "کچکول" کے نام سے دو فروعی چیزین بڑھائی ہین - اور یقین ہے کہ اس ذریعہ سے ملک اور زبان مین عمدہ اور قابل قدر مذاق ترقی پاتا رہے گا -

سچ یہ ہے کہ مولوی عبدالقادر صاحب اس رسالے کے ذریعے سے اُردو زبان پر ایک بہت بڑا احسان کر رہے ہین - اور اگر اُن کی ایسی ہی توجہ قائم اور سرگرمی باقی رہی تو یہ رسالہ زبان کے حق مین پوری مسیحائی کرے گا - ممکن ہے کہ بعض حضرات خفیف وجوہ سے بعض نقصانات نکالین - مگر یہ نقصانات اگر ہین تو بہت جلد دور ہو جائین گے - اور جس ضرورت کو مخزن پورا کرنا چاہتا ہے وہ بغیر اس کے پوری نہ ہو سکتی - اب اس کے متعلق ہم اپنے خیالات کسی اور موقع پہ چند نمبر دیکھ لینے کے بعد ظاہر کرین گے -

---

خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام

چندوسی کے لائق و فائق وکیل مولوی عبدالحی صاحب نے یہ کتاب لکھ کے مسلمانون کی ایک بہت بڑی ضرورت رفع کر دی ہے - ہمارے خیال مین اس نوعیت کی اور اس سے بہتر کتاب اس وقت تک اُردو مین کوئی نہین لکھی گئی تھی - مولوی صاحب موصوف نے ایک مدت کی جستجو اور محنت کے بعد یہ کتاب تیار کی ہے - جس مین موجودہ مذاق کے موافق اور محققانہ طرز پہ اسلام کی پوری تاریخ آگئی ہے - جاہلیت عرب کے دلچسپ حالات - اسلام سے پیشتر کے تمام مذاہب کے سچے سچے اصول جو نہایت غیر متعصبانہ طرز پہ لکھے گئے ہین - اور پھر ان سب باتون کو بتا کے اسلام کی ضرورت جس خوب صورتی سے ہمارے مولانا نے دکھائی ہے ہمارے خیال مین اس سے

ہتیر نہین دکھائی گئی تھی - اس کتاب کی نسبت ہم یہی نہین کہتے کہ مسلمانون کو اس کے لینے کی ضرورت ہے بلکہ یہ کہتے ہین کہ اگر اہل اسلام اسے شوق سے نہ لین اور دلچسپی کے ساتھہ نہ پڑہین تو افسوس کی بات ہے - قیمت صرف عمر اگرچہ بڑی کتاب ہے - یہ کتاب خود مولوی صاحب کے علاوہ دلگداز کے دفتر سے بھی مل سکتی ہے - جن صاحبون کو ضرورت ہو فوراً تحریر فرمائین

ایک جدید شفاخانہ

یون تو اکثر مختلف قسم کی یادگارین قائم ہوتی رہتی ہین - اور اُن سے یہ غرض بھی حاصل ہوتی ہے کہ جس کسی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے قائم کی گئی ہون اُس کے نام کو ممتاز اور روشن رکھین - مگر حقیقی اور قابل قدر وہی یادگارین ہین جن سے پبلک کو فائدہ پہونچے اور جو ابد الآباد تک فیاضی و نفع بخشی کا چشمہ بنی رہنے کی اُمید دلاتی ہون - ہمارے شہر اور ہمارے پڑوس ہی مین حکیم عبد الولی صاحب نے جو باوجود نوعمری کے ایک متبحر اور مستند طبیب ثابت ہونے کا دعوٰی کرتے ہین - چھہ سات مہینے ہوئے ڈیوک آف ایڈنبرا کی وفات کے وقت شاہزادۂ موصوف کی یاد کو زندۂ جاوید رکھنے کے لیے اپنی ذات خاص سے ایک شفاخانہ قائم کیا تھا - جس کا نام "ڈیوک آف ایڈنبرا چیری ٹیبل ڈسپنسری" رکھا یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء کو اس کا افتتاح ہوا تھا - اور سُنا جاتا ہے کہ اس وقت تک پانسو سے زیادہ محتاج مریضون کو مفت اور محض حسبۃً للہ دوا دی گئی جن مین سے چارسو کے قریب شفایاب ہوئے - اور باقی ماندہ مین سے اکثر تو وہ ہین جنھون نے علاج چھوڑ دیا یا اپنی صحت کی خبر نہ دی - یا جانبر نہ ہو سکے -

ان مریضون مین صرف وہی لوگ نہین ہین جو معمولی قسم کے امراض مین مبتلا تھے بلکہ بہت سے ایسے ہین جنھون نے ایسے ایسے سخت اور متعسر العلاج امراض سے شفا پائی جیسے کہ گٹھیا - آتشک - خناق - اختلاج قلب شدید - اورام کبد و طحال اور دمہ وغیرہ ہین - دراصل حکیم عبد الولی صاحب نے ایک نہایت ہی مفید چشمۂ آب حیات جاری کیا ہے جس سے جو سیراب ہوگا شاہزادۂ ڈیوک آف کناٹ کو دعاے خیر سے یاد کرے گا -

سب سے زیادہ اور نیا نفع اس شفاخانہ نے طب یونانی کو پہونچایا - یہ طب

اگرچہ بہت ہی مضبوط اور سچے اصول علاج پر حاوی ہے مگر اس میں ایک خاص قسم کی دشواری بھی تھی۔ وہ یہ کہ جب تک خود مریض یا اُن کے تیمار دار دوا بنانے کا کافی سلیقہ نہ رکھتے ہوں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مگر حافظ صاحب نے اِس شفاخانے کے ذریعے سے اِس تمام دردشواری پر بہت بڑی اور نمایاں فتح حاصل کی ہے۔ یعنی بالکل دواؤں کو ڈاکٹری ادویہ کی طرح سفوفون۔ شربتون۔ اور عرقون وغیرہ کی صورت میں بنا لیا ہے۔ جن کو ایک کمپونڈر یا یونانی دوا ساز نسخہ دیکھتے ہی فوراً مرتب و مرکب کر کے مریضون کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور مریض بلازحمت دوا کو فوراً استعمال کر لیتے ہیں۔ یہ اصول زمانے کے لحاظ سے نہایت ہی ضروری ہے۔ اور اُمید ہے کہ دیگر اطبا بھی اِس کی پیروی میں سرگرمی دکھائیں گے۔ مگر ہمیں خوشی ہے کہ ایجاد و اوّلیت کا تاج حکیم عبدالولی صاحب ہی کے سر پر رہے گا۔

پچھلی ڈاک کی تازہ خبرین

دولت عثمانیہ کے لیے جو دو نئی تارپیڈو کشتیاں تیار ہوئی ہیں اُن میں سے ایک کا نام "حمیدیہ" رکھا گیا اور ایک کا نام "عبدالمجید"۔

دربار سلطانی کی وزارت تعلیمی اُن تمام کتابون کی ایک مکمل فہرست تیار کر رہی ہے جو سلطان عبدالحمید خان کے عہد سعادت عہد میں تصنیف اور شائع ہوئیں۔

مدینۂ طیبہ تک تار کے جاری ہو جانے کی پہلی برکت یہ ہے کہ زائرین کے آنے کی خبریں برابر دربار سلطانی میں پہونچ رہی ہیں۔ مقدس کاروان حجاج پہونچ گیا۔ جس کا استقبال تمام اہل شہر نے کیا۔ نماز پڑھی گئی۔ زیارت ہوئی۔ اور حضرت سلطان کے لیے روضۂ پاک کے سامنے دعا کی گئی۔ ۲۰۔ فروری سے ۱۹۔ مارچ تک تین قافلے وارد مدینہ ہوئے۔ جن میں چھ ہزار زائر اور دس ہزار اونٹ تھے۔ اب کی سال معمول سے زیادہ حجاج مکۂ معظمہ میں آتے ہیں۔ صرف جدے میں چالیس ہزار سے زیادہ حاجی داخل ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے دو زائد پلٹنیں بھی دمشق سے ارض حجاز میں بھیجی گئی ہیں۔

امیر بخارا اُن کے بیٹون اور تمام معزز لوگون نے بھی حجاز ریلوے کے لیے چندہ فراہم کیا۔ اُن کے مرسلہ سولہ ہزار آٹھ سو بیس پونڈ دولت روس کے ذریعہ سے عثمانی خزانے کو وصول ہوئے۔

یہ کتابین ابھی حال مین شائع ہوئی ہین

میوۂ تلخ مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کا ایک دلچسپ ڈراما شیرین ۔ ۸/

خیر الکلام ۔ فی احوال العرب الاسلام ۔ اسلام اور خاک پاک عرب کے حالات ۔ ہر مسلمان کا فرض ہو کہ اس کتاب کو پڑھے ۔ عہ/

تاریخ بابل و نینوا ۔ اس سرزمین کی تاریخ موجودہ محققین نے بڑے اہتمام سے فراہم کی ہو ۔ جوابِ اردو مین ترجمہ کرکے شائع کی گئی ہو ۔ عہ/

آب حیات ۔ مولوی محمد حسین آزاد کی انشا پردازی بے مثل تذکرۂ شعرا ۔ سہ/

سفرنامہ شہنشاہ جرمنی ۔ قیصر جرمن نے اپنا سفرنامہ ارض مقدس لکھا تھا جو ہندوستانی مسلمانون کی دلچسپی کے لیے اردو مین ترجمہ کیا گیا ۔ ۸/

ترک تاتار ۔ ایک نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول + ۱۰/

سیر ظلمات ۔ رائڈر ہیگارڈ کے ایک بے مثل ناول کا با محاورہ ترجمہ ۔ عا/

نئی نویلی ۔ ایک عمدہ اور پر لطف ناول ۔ ۶/

رہبر ۔ عمدہ اور با مذاق ناول ۔ عہ/

اورنگ زیب اور چنچل کماری ایک اسپاٹر ناول + ۸/

الفاروق ۔ مولانا شبلی نعمانی کی آخری اور قابل فخر تصنیف ۔ حضرت عمر فاروق کے حالات ۔ سے/

المامون ۔ خلیفہ مامون رشید کے حالات ۔ اسلام کا عروج ۔ اور عباسیہ کی دولت کا عروج ۔ صہ/

قتل شوہر ۔ ایک بہت دلچسپ اور عمدہ ناول ۔ عہ/

قومی ماتم ۔ سرسید کے حالات زندگی مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے لکھے ہوئے ۔ اور وہ تمام تاریخین جو اُن کی وفات پر تصنیف کی گئین ۔ ۸/

ترجمہ تاریخ اعثم کوفی ۔ دو حصون مین ہر دو حصہ عہ/

تاریخ انگلستان ۔ نہایت ستھری پاکیزہ اردو مین ایک پاکدامن خاتون کی تصنیف ۔ عہ/

عصمت ۔ ایک نہایت ہی مزیدار ناول ۔ ۸/

جنگ ٹرنسوال ایک عمدہ اور تازہ تصنیف گذشتہ لڑائیون پر ۔ عہ/

المشتہر

منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرۂ بزن بیگ خان ۔

ہمارے دوا دو ہمارے دوا

یون تو آپ نے بہت سی دواؤن کا تجربہ کیا ہوگا مگر ذرا اُن کا بھی تجربہ کرکے دیکھ لیجیے ۔ یہ دوائین نہین اکسیر ہین ۔ اور ایک دفعہ منگانے کے بعد ممکن نہین کہ آپ پھر نہ منگائین ۔

طلاے اعجاز مسیحائی ۔ زمانۂ حال نے اگرچہ علمی ترقی دلا دی ہو اور بے تربیتی کی وجہ سے نوجوان بلکہ بہت سے نابالغ بھی ایسی ایسی آوارگیون مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ نسل انسانی کو ضرر پہونچنے لگا ہو ۔ ہندوستان کی مردم شماری بتا رہی ہو کہ یہان کی آبادی کو ایسی ترقی نہین ہوتی جیسی کہ ممالک یورپ وغیرہ مین ہوتی ہو اور جیسی کہ ہونی چاہیے جو مخلوق بقاے نسل کا سامان نہ کرسکے اُس کی زندگی بیکار رہو ۔ اس لیے کہ پیدائش کی حقیقی غرض کو پورا نہین کرسکتا ہی نقصان کے رفع کرنے کے لیے مین نے یہ خاص طلا تیار کیا ہو جو استعمال کے ساتھ ہی اپنا اثر دکھا دیتا ہو آزمائیے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا یہ اشتہار کیسے اور کتنے لوگون کے تجربون کا نتیجہ ہو ۔ قیمت فی شیشی بقدر استعمال یک شخص ۔ سات روپیہ

معجون مقوی و ممسک ۔ تین ہی خوراکین بتا دین گی کہ کیا چیز ہو اور سات خوراکین یقین ہو کہ ہمیشہ کے لیے بے پروا کر دین گی ۔ سات خوراک کی قیمت چار روپیہ

ابازیر جالینوسی ۔ ایک سفوف ہو جسے گوشت مین ملا کے پکا لیجیے اور ایک ہفتے تک کھا کے دیکھیے کہ کتنی مجرب اور حکمی اکسیر ہو جتنا سفوف پانچ دن تک کافی ہو سکے اُس کی قیمت ساڑھے چار روپیہ

سفوف دافع جریان ۔ رقت شرعت یہ رنگ اور اس مرض کی تمام لاحقہ شکایتون کو بیس دن مین بالکل دفع کر دے کہ گویا کوئی شکایت تھی ہی نہین قیمت تین روپیہ

حبوب ضیق النفس یعنی دمے کی گولیان ۔ یہ مرض قریب قریب لا علاج سمجھ لیا گیا ہو مگر ہم نے پوری طرح تجربہ کر لیا ہو کہ دو ہفتے مین انسان کو اس آزار دہ بیماری سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی ہو ۔ دو ہفتہ کی خوراک ۔ چار روپیہ

دواء الاکسیر ایک نمک یا خاک ہو مگر کشتہ نہین ۔ اور معدے کی تمام شکایتون کو ایک ہی خوراک مین مٹا دیتی اور اکیس دن کے استعمال مین معدے کا فعل ایسا صحیح ہو جاتا ہو کہ حیرت معلوم ہوتی ہو ۔ اکیس خوراک کی قیمت ۔ تین روپیہ

المشتہر محمد اکبر علی ۔ لکھنؤ کٹرۂ بزن بیگ خان

دلگداز

نمبر۴ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء جلد۵

مرتبۂ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مالک و ایڈیٹر دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان سے شائع ہوا

مصنفات جناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

مقدس نازنین۔ یا پوپ اگینس۔ بالکل نیا اچھوتا اور انتہا سے زیادہ دلکش ناول۔ پرانی مسیحیت رہبانیت و علم و فضل۔ ایک حسین مسیحیہ عورت کا پوپ منتخب ہو جانا اور آخر مسلمانوں کی تدبیر سے نجات پانا۔ قیمت ۸؍

ایام عرب۔ دو حصہ۔ جاہلیت عرب کے دلچسپ معنی خیز اور سراپا عبرت واقعات۔ اس سادی زمین کی سرگذشت جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی۔ عربی حسن و عشق کی جیتی جاگتی تصویرین۔ قیمت ۱۲؍

فردوس بریں۔ عجیب پرلطف اور حیرت میں ڈالدینے والے اسرار جیسے جی فردوس بریں کی سیر۔ فرقۂ باطنیہ اسماعیلیہ کی سچی تاریخ۔ کوہسار طالقان کی باطنی سلطنت فلسفۂ الٰہی کے نازک مباحث حقیقی بے نفسی و رکتادی کی ریاکاری مین نمایاں امتیاز۔ نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز۔ ۱۰؍

فلورا فلورنڈا۔ نہایت دلکش اور دل پر اثر کرنے والا ناول۔ اسپین کے عیسائیون کا مجنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت کی معدلت پروری۔ ۸؍

ملک العزیز ورجینا۔ صلیبی لڑائیاں۔ اسلامی جوش۔ سلطان صلاح الدین اور رچرڈ شیردل۔ اس کے ساتھ حسن و عشق۔ قصہ نہیں جیتی جاگتی تصویرین۔ ۱۲؍

حسن انجلینا۔ روم و روس کی لڑائیاں یا ارمینون کا جوش دین۔ اور آخر مین نااتفاقی کے نتائج۔ ۱۲؍

منصور موہنا۔ خالص مذہبی جوش۔ نبوت قومی غیرت۔ محمود غزنوی کے حملے اور ہندو مسلمانون کے ابتدائی تعلقات۔ ۱۲؍

شہید وفا۔ حسرت بھری داستان۔ اندلس کی اسلامی حکومت کا آخری دور۔ عشق و دیانت۔ مظلومی و وفاداری۔ ۱۰؍

درگیش نندنی۔ ایک بنگالی دلچسپ ناول کا ترجمہ

دلکش ہر دو حصہ۔ وہ دلچسپ ناول جو بغیر ختم ہوئے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔

دلچسپ ہر دو حصہ۔ لائق مصنف کی سب سے پہلی تصنیف۔ ہندوستانی معاشرت۔ خاندانی جھگڑے۔

بدر النساء کی مصیبت۔ جو ترمیم و اصلاح کے بعد از سر نو چھاپی گئی ہے۔ نہایت پرلطف اور پر عبرت۔ ۶؍

ملکہ زنوبیہ۔ حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک عربیہ شاہزادی کے حالات زندگی۔ ۳؍

حسن بن صباح۔ شیخ الجبال بانی فرقۂ باطنیہ و حشیشین کے کارنامے۔ اس مذہب اور اس کی سلطنت و سطوت کی دلچسپ تاریخ۔ لوگون کو ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے۔ ۶؍

اسلامی سوانح عمری۔ چند مستند و مشہور علمائے اسلام کے تاریخی حالات۔ ۸؍

لارڈ بیکن۔ فلسفہ کے نامور مجدد اور یورپ کی موجودہ ترقیون کے بانی مبانی کی سوانح عمری۔ ۱۲؍

تاریخ بغداد۔ دار الخلافت بغداد کے عروج و زوال کا مختصراً اور مجملاً حال۔ ۶؍

افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کی سوانح عمری از ابتدائے عشق لیلیٰ تا مرگ۔ ۴؍

دلگداز سنہ ۱۸۸۹ء

دلگداز سنہ ۱۸۹۰ء

دلگداز سنہ ۱۸۹۱ء ۶؍

دلگداز سنہ ۱۸۹۳ء ۱۰؍

دلگداز سنہ ۱۸۹۰ء

المشتہر

منیجر دلگداز۔ لکھنؤ۔ کٹرہ بزن بیگ خان

پردۂ عصمت

ایک نہایت ہی قابل قدر پرزور۔ پرجوش اور پرلطف پرچہ جو عورتون کو ان کے دینی و دنیاوی حقوق دلوانے۔ ان مین تعلیم کو رواج دینے۔ انہین ذلت سے نکالنے۔ اور ان مین قومی اصلاح کی قوت پیدا کرنے کے لیے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ ہر نمبر مین کسی لائق و محترم خاتون کی سوانح عمری بھی ہوتی ہے۔ قیمت مع محصول ڈاک صرف ایک روپیہ سالانہ۔ نمونے کا پرچہ ار کا ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔ بیبیو اپنے اس خادم کو ضرور لو۔ دیکھو۔ پڑھو۔ اور اس کی قدر کرو۔

المشتہر۔ منیجر پردۂ عصمت۔ بیگم گنج۔ لکھنؤ

مانی

ہمارے ملک مین اور ہماری زبان بولنے والون مین کون ہوگا جس نے شعرا کے کلام کو پڑھا ہو اور مانی کا نام نہ سُنا ہو جو مصوری اور نقاشی کا سب سے بڑا کامل نمونہ اور اتنا بڑا باکمال شخص مانا جاتا ہی کہ کوئی مصور چاہے کتنا ہی بڑا مصور ہو جائے مگر ملک کے خیال مین مانی کے درجے سے نہین بڑھ سکتا۔ مگر افسوس کہ سارے ہندوستان مین شاید شاذ ونادر ہی کوئی جانتا ہوگا کہ مانی کون شخص تھا؟ کس زمانے مین تھا؟ کیا کرتا تھا؟ کہان رہتا تھا؟ اور کیونکر اور کہان مرا؟ واقعی ہمارے لٹریچر کا یہ بہت بڑا نقصان ہی کہ ہم ان لوگون کے حالات سے بہت ہی کم واقف ہین جن کے نام بار بار ہماری زبانون پر آتے ہین۔ ہمارے قلمون سے نکلتے ہین۔ اور جو ہماری انشا پردازی کا زیور بنے ہوئے ہین۔ **دلگداز** نے اس بات کی کوشش شروع کی ہی کہ ایسے تمام لوگون کے حالات سے پبلک کو واقف کر دے۔ چنانچہ ہم بہت سے لوگون کے حالات اسی رسالے کے صفحون پر شایع کر چکے۔ اور اب اس مشہور و معروف نقاش عجم کے سوانح عمری کی طرف توجہ کرتے ہین۔

مانی ایک ایرانی نژاد اور مجوسی الاصل شخص تھا۔ اگرچہ اُس کا سنہ ولادت ہمین نہین معلوم مگر اس مین کچھ کلام نہین کہ اُس کا نشو و نما اور عروج تیسری صدی عیسوی مین یعنی حضرت رسالت صلعم سے تقریباً تین سو برس پیشتر ہوا۔ اپنے وطن کے اُستادون سے سیکھ کے اور نیز اپنی ذاتی طبیعت و مناسبت سے کام لے کے فن مصوری مین اس درجے کو پہونچ گیا کہ سارے ملک مین کوئی شخص ہمسری کا دعوی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اُس کے کمالات صرف اسی فن پر محدود نہ تھے۔ علمی ذوق نے اُسے جتنا بڑا مصور بنایا تھا اُتنا ہی بڑا فلسفی اور اُسی درجے

کا ہیئات داں اور نجومی بھی بنا دیا۔ الغرض علوم فلسفیہ اور الٰہیات مین غور و تدبر کرنے کے ساتھ اُس نے دنیا کی پولٹیکل اور سوشیل حالت دیکھی۔ اور کوشش کی کہ ان مذہبی جھگڑون کو مٹا کے دنیا کو ایک اصول کا پابند بنانے کی کوشش کرے۔

اُن دنون دنیا کی پولٹیکل حالت یہ تھی کہ ممالک مشرق مین باوجود بڑی کوششون کے دین عیسوی کو کسی طرح کامیابی نہ حاصل ہوتی تھی۔ مغرب مین تو مسیحیت بحر اعظم مغرب کے سواحل تک جا پہونچی تھی۔ مگر مشرق کی طرف دین زرتشتی نے اُسے ایسا روکا کہ کسی طرح دریاے فرات و دجلہ سے آگے نہ بڑھنے پاتی تھی۔ جہان کے سرحدی اضلاع و صوبجات مین پولٹیکل انقلابات کے دامن مین چھپ چھپ کے دین عیسوی اور دین زرتشتی لڑ رہے تھے چنانچہ آرمینیہ جو ایران و روم کا سرحدی صوبہ تھا اس قسم کی عظیم الشان معرکہ آرائیون کا دنگل اور بڑی بڑی سازشون کا مرکز بن گیا۔ یہان کا فرمان روا ایک عیسوی واعظ کی تلقین سے عیسائی ہو گیا تھا۔ لیکن جب دولت عجم کے ساسانی تاجدار کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اُس مسیحی حاکم کو قتل کر کے پہلی آتش پرستی قائم کر دی۔ اتفاقاً اب مسیحیت کے فروغ پانے کا یہ ایک نیا سلسلہ جاری ہو گیا کہ خاص ساسانی خاندان کا ایک شاہزادہ اور ایک شاہزادی جو خسرو دُخت کہلاتی تھی کسی پادری کی صحبت مین بیٹھ بیٹھ کے عیسائی ہو گئے۔ اور اُن کی کوششون سے پھر مسیحیت آرمینیہ مین فروغ پانے لگی۔ اگرچہ اب بھی تاجداران عجم نے عیسائیون پر بہت کچھ ظلم و جور کیا مگر اب مسیحیت کا قدم آرمینیہ مین جم گیا تھا۔ اور اُس کو مٹانا غیر ممکن تھا۔

یہ انقلابات یہ کشت و خون اور یہ خرابیان دیکھ کے مانی کو خیال ہوا کہ کوئی ایسی کوشش کرنی چاہیے جس کی بدولت یہ جھگڑے مٹ جائین۔ اور ایران و روم دونون کسی نئے اصول کے تابع ہون۔ ان اصول کو اُس نے اپنے علم و فضل کے زور اور حسن تدبیر سے خود ہی قائم کرنا شروع کیا۔ مگر تاریخ سے بہت سی شہادتین مل سکتی ہین کہ ایسی کوششون کا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ بعوض اس کے کہ مذہبی اختلاف مٹے ایک نیا مذہب پیدا ہو گیا۔ اور جھگڑے بجاے مٹنے کے اور بڑھ جایا کیے۔ چنانچہ یہی نتیجہ مانی کی ان کوششون کا بھی ہوا۔ اپنے جدید مذہب کو ہنوز تیار اور منضبط نہین کر چکا تھا کہ اپنی کوششون مین اثر پیدا کرنے کے لیے اُس نے ارادہ کیا کہ دولت ساسانی مین رسوخ پیدا کر کے اپنے ہاتھ مین حکمرانی کی قوت پیدا کر لے۔ اور دولت عجم کو بھی اپنے جدید کیش و آئین کا حامی بنائے اور

چونکہ بہت بڑا لائق و فائق شخص تھا ہر جگہ اُس کے علم و فضل کا شہرہ تھا لہٰذا اس غرض مین اُسے بہت آسانی سے کامیابی ہوگئی - اور شہنشاہ ایران شاپور اول کے دربار مین پہونچ کے سارے ملک مین عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جانے لگا - اب یہ عزت و وقعت حاصل کرنے کے بعد مذہب کے متعلق اُس نے اپنے آزادانہ اور مصلحت آمیز خیالات ظاہر کرنا شروع کیے تھے کہ ایران کے تمام کاہنون اور ملت زرتشتی کے مقتداؤن نے بڑے زور و شور سے مخالفت کی - ایران مین باوجودیکہ شاہنشاہی سطوت کے آگے ہر شخص کو غلامون کی طرح سر جھکانا پڑتا تھا مگر مذہب کا زور اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُس کے مقابلے مین بادشاہ سے بھی کوئی مدد نہ مل سکتی تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ مانی کو سخت ناکامی ہوئی - اور ایسی ناکامی کہ دربار خسروی در کنار وطن کو بھی خیرباد کہنی پڑی -

مگر ایسی ناکامیان اس طبیعت کے لوگون کے لیے عموماً بجائے ضرر رسان ہونے کے ہمیشہ مفید ہوا کی ہین - مانی دربار ساسانی سے نکلا تو سیدھا رخ مشرق کو روانہ ہوا پہلے ترکستان مین گیا - وہان کی قومون اور اُن کے مذہب کو دیکھا - پھر ہندوستان اور چین کا سفر کیا - یہان کے مذاہب اور اُن کے اصول الٰہیات مین بصیرت حاصل کی - بودھ مذہب کی حقیقت دریافت کی - برہمنون کے اخلاقی و مذہبی اصول دیکھے - اور ان سب اُمور مین پورا کمال حاصل کر کے ترکستان مین واپس آیا - اور اب یہان پہونچ کے اُس نے ایک سُنسان گھاٹی مین جا کے خلوت اختیار کی - اس جگہ ایک شفاف چشمہ جاری تھا - اور جا بجا میوہ دار درختون کے موجود ہونے سے کھانے کے لیے بھی پورا اطمینان تھا - اس وادی مین وہ کامل ایک سال تک بیٹھا رہا - اور اُسی خلوت کدے مین اُس نے اپنی کتاب ارتنگ تیار کی - اور جس طرح حضرت موسیٰ چالیس دن بعد کوہ طور پر سے توراۃ کی لوحین لے کے آئے تھے اُسی طرح وہ اپنی اس کتاب کو لے کے برآمد ہوا - اور آتے ہی لوگون سے کہا مین خدا کے پاس سے آیا ہون جس نے مجھے مبعوث بہ نبوت کیا ہے - اور یہ آسمانی کتاب دی ہے جس کتاب پر ساری دنیا کو عمل کرنا چاہیے - دیگر آسمانی کتابون کے خلاف اس کتاب مین نہایت ہی اعلیٰ درجے کی تصویرین بنی ہوئی تھین - جو اُس زمانے کے اعتبار سے اتنی بڑی اعلیٰ چابک دستی اور ایسی صناعی کا ثبوت دیتی تھین کہ انسانی قوت سے بالاتر مانی گئین - اور اُنھین کو اُس نے اپنی اُس کتاب کے آسمانی ہونے کا معجزہ اور ثبوت قرار دیا -

فارسی و اُردو شاعری و انشا پردازی مین مانی محض ایک مصور مشہور ہے ۔ غیاث اللغات کے مصنف نے خدا جانے کس بنیاد پر اُسے ایک رومی نژاد مصور بتایا ہو جو بالکل بے اصل ہو - اُس کے حالات مین لکھا ہو کہ اُس نے اپنے کمال مصوری ہی کو اپنا معجزہ قرار دے کے دعواے نبوت کیا - اُس کے اس کمال کی نسبت مولانا نظامی نے سکندرنامے مین چند ایسے واقعات لکھے ہین جو غالباً اُن دنون ایرانیون مین مشہور تھے کیونکہ قدیم تاریخون مین ان باتون کا پتہ کہین نہین - وہ لکھتے ہین کہ مانی نے نقاشان چین کے اعلے کمال نقاشی کا شہرہ سُن کے چین کا سفر کیا - اُس کی روانگی کا حال چینیون کو معلوم ہوا تو اُنھون نے ایک اندھے کنوین کی تہ مین (جو اُس کے راستے مین پڑنے والا تھا) ایک آئینہ بنا دیا جو پانی کا دھوکا دیتا تھا - مانی وہان پہونچا - اور پانی اور شیشہ کا امتیاز نہ کر سکا - چنانچہ پانی نکالنے کے لیے اُس کنوین مین ڈول ڈالا - مگر جب ڈول کی ٹھیس سے شیشہ ٹوٹ گیا تو اپنی غلطی پر اُسے بڑی ندامت ہوئی - سمجھا کہ چینی مصورون نے مجھے دھوکا دینے کے لیے یہ چالاکی کی ہو - فوراً کنوین مین اُترا - اور اُس شیشے کی جگہ اب اُس نے ایک مرا اور سڑا ہوا کُتا بنا دیا جس مین اوپر سے کیڑے بھی بلبلاتے نظر آتے تھے - اور اس صنعت سے اُس کا یہ مطلب تھا کہ اول تو چینیون کی معاندانہ کارروائی کا جواب ہو جاے - اور پھر کوئی راہ چلتا اس کنوین مین پانی لینے کے لیے ڈول نہ ڈالے - اِس کے بعد جب وہ چین مین پہونچ گیا تو نقاشان چین سے اُس سے مقابلہ ہوا - قدردان بادشاہ یا اُمرا نے مقابلے کی یہ صورت نکالی کہ آمنے سامنے کی دو دیوارین مانی اور چینی نقاشون کو دی گئین کہ اُن پر اپنے اپنے فن کا کمال دکھائین - اور درمیان مین ایک اور دیوار اُٹھا دی گئی کہ جب تک دونون طرف کی تصویرین تیار نہ ہو جائین کوئی اپنے حریف کی کاریگری سے مطلع نہو چینیون نے بڑی محنت و سرگرمی سے اپنی دیوار کو عجیب و غریب تصویرون کا مرقع بنا دیا - مگر مانی نے صرف اتنا کیا کہ اپنی دیوار کو خوب گھونٹ گھونٹ کے آئینہ بنا دیا - اور اُس پر ایک پردہ ڈال رکھا جب دونون نے کہا کہ اب ہم اپنی تصویرین بنا چُکے تو ممتحن اور مقابلہ کرنے والے آگے کھڑے ہوئے - دیوار بیچ سے توڑ دی گئی چینیون کی صنعت کی تعریف کی گئی - اور اب مانی نے اپنی دیوار پر سے پردہ ہٹایا تو جو تصویرین چینیون نے بنائی تھین اُن کا عکس مقابل کی دیوار پر پڑا - اور معلوم ہوا کہ مانی نے بغیر دیکھے اُن کے مرقع کی نقل اس کمال کے ساتھ

اُتار لی ہو کہ کسی بات مین امتیاز نہین کیا جا سکتا۔ شیعوں نے اُس کی بے انتہا تعریف کی اور عشق عشق کرنے لگے - یہ واقعات اس قسم کے ہین کہ ان کی ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہین معلوم ہوتی -

بہرحال اِس سفر اور اپنی ترکستان کی مذکورہ خلوت گزینی سے فراغت کرکے جب وہ ایران مین واپس گیا تو اپنے کو ایک صاحب کتاب پیغمبر بتا رہا تھا - اب ایران مین آتے ہی اُسے نمایان کامیابی ہونے لگی - بہت سے لوگ اُس کے معتقد اور پیرو ہوگئے - علمائے زرتشتی سے اُس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے - اس زمانے مین شاپور اول دنیا سے رخصت ہوچکا تھا - اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا ہرمز بن شاپور تخت و تاج ساسانی کا مالک تھا - ہرمز نے اُس کی بڑی قدر و منزلت کی - علم و فضل کی قدردانی کرکے اُس پر نہایت ہی مہربان ہوا - اور علاقہ بابل مین ارابیون نام ایک قلعہ اُسے رہنے کو دیا -

اِس قلعے مین بیٹھ کے مانی نے اپنے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی - اور اس کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کو شایع کرنے لگا کہ ہزارہا آدمی اُس پر ایمان لے آئے - اور مذہب مانوی روز افزون ترقی کرنے لگا - مانی کا مذہب بادی النظر مین دین عیسوی کی ایک شاخ معلوم ہوتا ہی مگر اصل مین وہ دنیا کے تمام مذہبون سے مرکب تھا - بظاہر مسیحیت کو مذہب حق تسلیم کرکے اُس نے تمام مشرقی مذاہب کے فلسفۂ الٰہی کو اپنا دستور العمل بنا لیا تھا - وہ وحدت وجود کے مسئلہ کا حامی اور مدعی تھا تخلیق عالم کی نسبت کچھ نئے اور عجیب خیالات ظاہر کیے تھے - آتش پرستون کے اصول کے مطابق اصلی بنا دو خدا دن یزدان و اہرمن پر قائم کی - اور اُنھین کے نتیجے مین نور و ظلمت کی اصطلاحون سے بھی کچھ مذہبی اور روحانی کام لیا - حضرت مسیح کی نبوت کو تسلیم کیا - اور اُن سے پیشتر کے ابنیا خاصۃً حضرت موسیٰ کی نبوت سے قطعاً انکار کردیا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہودیت سے کسی قسم کا علاقہ نہین رکھنا چاہتا تھا یہودیت مین اِس قدر تنگ خیالی تھی اور وہ مذہب ایک قوم اور ایک خاص سرزمین اور ہزارہا قسم کی سخت قیود کے ساتھ اِس قدر وابستہ تھا کہ وہ تمام نئے بانیان مذاہب جنھون نے حضرت مسیح کے بعد دین مین کوئی اجتہاد و تغیر کرنا چاہا سب کے سب دین موسوی کے خلاف تھے - مانی نے اپنے مذہب کے لیے اخلاقی اصول بالکل بودھ مذہب کے اخلاقی فلسفے سے لیے - اور اسی سلسلے مین بعض باتین ہندوستان کے اِس مذہب

بھی یعنی جو برہمنون کا مذہب ہے۔ الغرض مانی کے مذہب کی حقیقی شان یہ تھی کہ مجوسیت کے یزدان واہرمن اور چین وہند کے اخلاقی فلسفہ کو عیسویت کا جامہ پہنا دیا گیا۔ کتاب عہد عتیق (توراۃ) کو اُس نے شیطانی وسوسون کا نمونہ بتایا۔ اور جدید اُن انجیلون کے ساتھ جنھین مسیحی جعلی بتاتے ہین مانی کی کتاب ارتنگ اس نئے دین کا دستور العمل قرار پائی۔ مگر باوجود اس کے کہ مانی نے مختلف مذاہب سے التقاط و انتخاب کیا تھا پھر بھی زرتشتیت غالب تھی کیونکہ مانی کہتا ہے "عالم مصنوع اور دو قدیم و ازلی اصلون سے مرکب ہے۔ ایک نور اور ایک ظلمت۔ یہ دونون اصلی چیزین ازلی ہین ہمیشہ تھین اور ہمیشہ رہین گی۔ ان مین ہمیشہ سے حس عقل اور دیکھنے سننے کی قوت تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ دونون باعتبار ذات صورت فعل اور تدابیر کے ایک دوسرے کی ضد ہین۔ اور بلحاظ اپنے حیز کے ایک دوسرے کی مقابل ہین۔ بعینہ اسی طرح جیسے کہ کسی چیز کا سایہ اُس کے مقابل رہا کرتا ہے۔ اور جتنی خوبیان اور بھلائیان ہین سب نور کی طرف منسوب ہین اور جتنی بُرائیان اور خرابیان ہین سب ظلمت کی طرف منسوب ہین۔

تاہم مشرقی مذاہب کے ان خیالات وعقائد کے ساتھ اُس نے انجیل سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ فارقلیط جس کے ظہور کی بشارت حضرت مسیح نے دی تھی اور مسلمان جس کا مورد حضرت محمد (صلعم) کو بتاتے ہین خود اپنے آپ کو بتایا۔ اور علانیہ کہ دیا کہ "حضرت عیسی نے میرے ہی آنے کی پیشین گوئی کی تھی"۔

لیکن حیرت کی یہ بات ہے کہ مانی نے اگرچہ اپنے مذہب مین سب سے زیادہ اصول آتش پرستی ہی کو قائم رکھا تھا مگر سب سے زیادہ ضرر اور صدمہ اُسے خاص زرتشتیون ہی کے ہاتھ سے پہونچا۔ علماے مجوس اُس کے مخالف اور دشمن ہوتے جاتے تھے۔ جب تک ہرمز بن شاپور زندہ رہا اُس وقت تک تو اُسے کچھ نقصان نہین پہونچا۔ اس لیے کہ وہ اس کا دوست تھا۔ اور اسی کی مہربانی سے قلعہ اراہیون مین بیٹھ کے اُسے اپنے مذہب کے شایع کرنے کا موقع ملا تھا۔ مگر جب ہرمز کے بعد اُس کا بیٹا بہرام شہنشاہ ایران ہوا تو اُسے آتش پرستون کے موبدون اور دستورون نے اس قدر اُبھارا کہ وہ مانی کا دشمن اور اُس کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ آخر حضرت مسیح کے ۲۷۶ء برس بعد اور

حضرت محمد صلعم سے ۲۹۲ سال پیشتر وہ اپنے قلعے سے گرفتار کر کے بہرام کے سامنے لایا گیا جس نے یہ نہایت ہی سخت سزا دی کہ زندگی ہی مین اُس کی کھال کھنچوائی۔ اور اُس مین بھس بھروا دیا۔ مانی کی کھال کا یہ پُتلا اپنی مظلومی کی تصویر دکھانے اور تعصب پیشہ ہیئے شمنون کے کارنامے ظاہر کرنے کے لیے ایک مدت تک شہر شاپور کے پھاٹک پر جو اُن دنون ساسانیون کا دارالسلطنت تھا رکھا رہا۔

لیکن مانی نے اپنی زندگی ہی مین اپنے مذہب کو اس قدر فروغ دیدیا تھا کہ اُس کے بعد پورے استقلال کے ساتھ قائم رہا۔ اور چند ہی روز مین اُس نے اس قدر عروج حاصل کر لیا کہ کیتھولک مسیحیت یعنی پولوس کے پیرون کے مقابلے مین ایک مستقل اور زوردار مذہب بن گیا۔ اور رومی کلیسیا کا سب سے زبردست حریف یہی فرقہ تھا مانوی لوگ اپنی توحید پر نازان تھے۔ اپنے مخالف عیسائیون کو مشرک و بُت پرست بتاتے تھے۔ اور جو انتظامات کہ رومی کلیسیا کی ترویج کے لیے عمل مین آتے تھے وہی انتظامات زیادہ قوت اور اثر کے ساتھ مانویون مین بھی قائم ہوگئے۔ چنانچہ بارہ بڑے عہدہ دار رسولون اور حواریون کے نام سے معین ہوئے۔ اُن کے ماتحت ۷۲ بشپ یعنی اُسقف اعظم تھے۔ پھر اُن کے زیر حکم پرسبیٹر اور ڈیکن تھے جو سفر کرتے اور ہر طرف شہرون اور قریون قریون دین مانوی کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے۔

مانی کا قائم کیا ہوا دین مانوی ایک ہزار برس تک دنیا مین قائم رہا۔ اور باوجودیکہ روم کی مسیحی شہنشاہی اور بطرس کے جانشین پاپاؤن نے اس پر بڑے بڑے اور طرح طرح کے ظلم کیے مگر کسی طرح اُن کے مٹائے نہ مٹ سکا۔ فتوحات اسلام سے بھی اس مذہب کو بڑا ضرر پہونچا تھا۔ لیکن اُن کی حکومت مین بھی ایک مدت دراز تک زندہ رہا۔ لیکن آخر مسلمانون ہی کی کوشش سے غالباً اس مذہب کا خاتمہ ہوگیا۔

کتاب ملل و نحل مین علامہ شہرستانی نے مانی کے باپ کا نام فاتر بتایا ہے۔

نظم معرّے

ہمارے عزیز دوست منشی احمد حسن صاحب فرہاد جو نہایت زکی الطبع اور بڑے پُرگو شاعر ہین دلگداز مین درج کرنے کے لیے ہمین یہ بیش بہا نظم بھیجی ہے جس مین

ایک بہت ہی نازک موقع پر راجہ بھوج کی مستقل مزاجی ناٹک یا ڈراما کی وضع مین دکھائی ہو۔ اگرچہ اس مین تشبیہات و استعارات وہی پرانے مذاق کے ہین مگر پھر بھی اُنھون نے بہت کچھ جدت اور دلچسپی کے ساتھ اس تاریخی واقعے کو نظم کیا ہو۔

راجہ بھوج کا بچپن اور مردانہ استقلال

مالوہ مشہور اک صوبہ ہو وسط ہند مین
وان کئی اک نامور راجہ ہوئے ہین حکمران
بکرماجیت اُن مین جو سب سوا مشہور ہو
بس اُسی کی نسل سے گذرا ہو سُندھل تاجدار
ہا ہر وہ داد و دہش اُس کی - وہ اُس کا کرو فر
وہ سخاوت - وہ مروت - وہ نوازش - وہ عطا
وہ ہر اک اپنے پرائے پر ترحم کی نگاہ
وہ ہر اک ادنے و اعلےٰ پر نوازش بیکران
وہ رعایا پروری - وہ عدل - وہ جود و کرم
وہ نوازش گستری وہ خُلق - وہ بذل و نوال
وہ جلال خسروی وہ رعب شاہانہ - کہ بس
شیر اُس کے سامنے روباہ کا طاعت گزار
وہ ہجوم فوج - وہ ساماں - وہ بیحد اسلحہ
وہ تمامی ہند مین اُس کی شجاعت کا بیان
وہ رعایا شاد - ملک آباد - دولت بیکران
وہ خوشی کے چہچہے گھر گھر - ہر اک فرخندہ حال
ہاں یہ سب کچھ دیا تھا حق نے - لیکن وہ مزا
جس کو لطف زندگی کہیے اُسے حاصل نہ تھا
یعنی تھا اولاد کی دولت سے خالی اُس کا ہاتھ
وارث تاج و نگین کوئی نہ تھا - اس وجہ سے
خار تھی سُندھل کی نظرون مین بہار سلطنت

بار ہا کہتا کہ "دو تاج و تخت سب کو چھوڑ کر
بیٹھ رہیے جا کے جنگل مین کہین ہو کر فقیر
ایسی شاہی سے گدائی خوب ہو" بارے خدا
نے بڑھاپے مین عطا فرمایا ایک لڑکا اُسے -
اور پھر لڑکا بھی وہ لڑکا جو راجہ بھوج تھا -
جس نے کیسی شان سے ڈنکا بجایا ہند مین
اور جس کا ذکر خیر اُس وقت تک ہر ایک کے
لب پہ ہو دل مین زبانون پر ہو - اور کیونکر نہو؟
ایسے لاثانی کہان ہوتے ہین ؟ بارے جب وہ طفل
پنج سالہ ہو چکا - تو باپ کو آیا یہ دھیان
"مین ہون بوڑھا اور بچہ محض ہو یہ نونہال
کیا ٹھکانا میرا ؟ دم آیا نہ آیا کوئی دم
بعد میرے اس کے تاج و تخت کی امید کیا ؟
حاسدون سے جان بری اس کی بہت دشوار ہو
مار ڈالین گے کسی صورت سے اس کو اور آپ
صاحب تاج و نگین ہو کر کرین گے سلطنت
روح تڑپے گی مری - اس سے یہ بہتر ہو کہ مین
اپنے بھائی مُنج کو تفویض کر کے سلطنت
بھوج کو بھی اُس کو سونپون تا مرے مرنے کے بعد
مہربان اس پر رہے فرزند اپنا جان کر
سلطنت بھی کیا عجب بوے ہی کو - کیونکہ یہ
ہر طرح سے واجب الرحم اور ہوگا مستحق"

الغرض یہ سوچ کر اُس نے بلایا تیج کو
(تیج حاضر ہوکے راجہ سندھل سے کہہ رہا ہی)
"یاد فرمایا مجھے کس واسطے مہراج نے؟
مین ہون حاضر"

سندھل۔ "ہان ضرورت کی سبب تکلیف دی
دیکھو بھائی زندگانی کا نہین کچھ اعتبار
کیا جانے کس گھڑی آجائے موت؟ اس واسطے
چاہتا ہون مین کہ سونپون تجھ کو تخت و سلطنت
اور یہ جو زندگی بھر کی کمائی ہے مری
اسکو اپنے بھائی کی پیاری امانت جاننا
روح تڑپے گی مری صدمہ جو کچھ پہونچا اگر
دیکھنا مٹنے نہ پائے عز و شان خاندان
یہ نہ ہو دھبا لگے صدہا برس کے نام کو
عدل کرنا حق سے ڈرنا شاد رکھنا خلق کو
رحم کی جا رحم کھانا۔ قہر کے موقع پہ قہر
بھوج اب تم کو مبارک۔ تم مبارک بھوج کو
مین چلا دنیا سے۔ تم جانو تمھارا کام"

تیج۔ (روکر) "آہ!
آج یہ کیا ہوگیا مہراج کو؟ کیون ہین نڈھال
ایسی باتون سے جگر ہوتا ہی ٹکڑے بھائی جان
آپ دنیا مین براجین یہ تو شاہی کرین
بھوج سے ارمان نکالین دل کو خوش رکھین مدام
(بھوج کی طرف اشارہ کرکے)
یہ مری آنکھون کا تارا میرے دل کی جان ہی
اس پہ سو جانین فدا کرنے کو مین تیار ہون
آپ کو شاہی سزاوار۔ اور مجکو بندگی
یہ غلامی سلطنت سے بڑھ کے ہی"

سندھل۔ "سب سچ سہی
پر نہین رکتا کہین روکے سے حکم کردگار
آگیا جس کام کا جو وقت وہ ہوگا ضرور
لو خدا حافظ مین رخصت ــ"

(سندھل مرجاتا ہے۔ اور تیج رو رو کر کہہ رہا ہی)
ہائے یہ کیا ہوگیا!
بھائی صاحب رخصت یون آپ نے چھوڑا جہان
کہئے ایسا مہربان بھائی کہان سے لاؤن گا؟
اے اجل! کیا قہر یہ تو نے کیا ہی؟ ہے غضب!
بھوج۔ پیارے بھوج۔ تو اتنا نہ رو جی کو سنبھال
ٹکڑے ہوتا ہی جگر ہم سب کا تیرے بین سے"

(راجہ تیج بھوج کی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام
کرتا ہی۔ اور تھوڑی ہی مدت مین اُس کی
لیاقت کا حال دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہی
اور دل ہی دل مین کہتا ہی)
"پارہ خواہد شد گریبان ہا ازین کوتاہ دست!
ڈھنگ اس لڑکے کے کچھ بے ڈھب ہین نہایت تیز
یہ بڑا چلتا نظر آتا ہی۔ یارب خیر ہو!
بچپنے ہی مین یہ عالم ہی تو آگے دیکھیے
یہ لیاقت۔ یہ فراست۔ یہ ادب۔ یہ فہم و گوش
باپ سے بھی بڑھ کے ہوگا گر جیا یہ ہوشمند
اس کے جیتے سلطنت کرنی مجھے ہوگی محال

چھین لے گا جا رہی دن میں یہ سب تاج و تخت
بس مناسب ہے کہ اس کا کام ہی کر دوں تمام
قصہ چک جائے کہ جھگڑا ہے ابھی تک مختصر
(راجہ تیج بھوج کے قتل کا ارادہ ٹھان کر
اپنے وزیر ہنس راج کو بلاتا ہے —)

راجہ۔ کوئی حاضر؟
ایک خدمتگار۔ جی۔
راجہ۔ ابھی کہہ دو کہ آ دے ہنس راج
مجھ کو اس سے کچھ ضروری مشورت منظور ہے
(ہنس راج آتا ہے)
ہنس راج۔ خیر ہے سرکار؟ کیوں بے وقت یاد آیا غلام؟
دوست خوش۔ پامال دشمن کیا تردد ہے؟ کیا ہے فکر؟
حکم جو کچھ ہو سر آنکھوں سے بجا لاؤں ابھی
راجہ۔ خیر ہے۔ گھبرا نہ اتنا۔ صرف ہے اک مشورہ
بھوج کے آثار کچھ اچھے نظر آتے نہیں
اتنا سا فتنہ قیامت بن کے اک دن دیکھنا
حشر سارے ملک میں برپا کرے گا دفعۃً
اور میرا تیرا تو باقی نہ رکھے گا نشان
پس ابھی سے بندوبست اس کا مناسب ہے ہمیں
وقت فرصت ہے غنیمت۔ ایسا موقع پھر کہاں
جا اُسے لے جا کے باہر قتل کر۔ اور اس کا سر
سامنے لا تا کہ خوش ہوں۔ اور تجھے انعام دوں
(وزیر راجہ کا حکم سُن کر سخت مشوش ہوتا ہے)
وزیر۔ حکم میں مہاراج کے دم مارنے کی کیا مجال؟
پر عطوفت ہائے شاہی کے بھروسے پہ مجھے
ہوتی ہے کچھ عرض کی جرأت۔ کہ شاہ پیش بین
غور پھر فرمائیں اس پہ سخت و نازک امر میں
ایک ناکردہ گنہ بچے کے خون کا معاملہ
کیا اثر پیدا کرے گا؟ اور کہے گی خلق کیا؟
اور پھر بچہ بھی وہ بچہ کہ جس کو شاہ کے
بوڑھے بھائی نے امانت دی تھی بھولی جان کر
قتل میں اس کے بڑی بدنامیاں ہیں سر بسر
خون ناحق رنگ لائے گا ہزاروں ڈھنگ سے
سیکڑوں ہنگامے ہوں گے۔ جا بجا خونریزیاں
شاہ سے امید بہبودی نہ رکھے گا کوئی۔
حامیان سلطنت باغی بنیں گے یکقلم۔
ملک کیسا جان بھی ہو گی دشوار —
(راجہ طیش کھاتا اور برہم ہوتا ہے)
راجہ۔ بس چپ چپ وزیر
اس قدر گستاخ میں ہرگز نہ سمجھا تھا تجھے
دیکھ کیا اس بدزبانی کا چکھاتا ہوں مزا۔
بھوج کی اتنی طرفداری! یہ ہمدردی! یہ جوش!
اپنی حد سے ہو گیا باہر! ٹھہر اے بدسگال
پہلے تیرا فیصلہ کرتا ہوں تیغ تیز سے
بعد اس کے بھوج کی لوں گا خبر۔
وزیر۔ (ہاتھ جوڑ کے) حاضر ہے سر
میں ہوں مجرم اور لطف خسروی مجرم پناہ
جس کے ظل عاطفت میں جیتے ہیں ہم سب غلام
مجھ کو کیا طاقت تھی حکم شاہ میں دم مارتا؟
پر نوازش ہائے شاہی سے ہوا جو کچھ ہوا

عفو اب تقصیر میری - رحم اے شاہ رحیم
سر ابھی لاتا ہون اُس کا -

راجہ - خیر جا بخشی خطا

(اب وزیر بھوج کو رات کے وقت ایک
سنسان جنگل مین لے جاتا ہے جہان وہ گھبرا
گھبرا کے چارون طرف دیکھتا ہے)

بھوج - ہین! کہان لایا مجھے اِس وقت تو اے منسراج؟
واہ! اچھا سیر کا تو نے نکالا مشغلہ
رات کی یہ تیرگی - یہ ہو کا میدان الحفیظ!
بوئے عمرانات بھی آتے ہوئے ڈرتی ہے یہان
کس قیامت کا ہے سناٹا! بلا کا ہے سمان
جانور تک کوئی جون کرتا نہین ہے خوف سے
یہ جو ٹیلے سے دکھائی دے رہے ہین جا بجا
غاران کی تہ مین کیا پُر ہول آتے ہین نظر!
یا یہ قبرین ہین کہ مُنہ کھولے ہوئے تکتی ہین راہ
تا کہ ہم سے بھولے بھٹکون کو وہین سے کھینچ لین!
وہ اُدھر بالو کے ٹیلے ہین کہ تودے خاک کے
یا شیاطین کالے کمل جا بجا اوڑھے کھڑے!
اُف ری ویرانی! کہ جغدون کا نشیمن تک نہین
اور آواز وحوش و طیر کا تو ذکر کیا!
نام کو کوسون نظر آتا نہین کوئی درخت
ہان مگر غول بیابان ہین ڈراتے بن کے نخل
آسمان نے اپنا کمل اور گہرا رنگ لیا -
رات نے بھی اپنی چادر پہ سیاہی دی چڑھا
ہاتھ پھیلائے کسی جانب نظر آتا نہین -
رات کیا کالی بلا! کالی بلا!! کالی بلا!!!
ہان کہین جگنو بھی ہین جنگل مین عنقا ہو گئے؟
یا چمک اُن کی یہان کی تیرگی سے ہے تباہ
انجم افلاک نے بھی ڈر کے آنکھین میچ لین
اس اندھیرے گھپ مین مجھ بیکس کا عالم کیا ہے
آخر اے منسراج بتلا تو کس طرح نکلین گے ہم؟
دم الجھتا ہے خدا کے واسطے کچھ جلد کہہ -

(منسراج تلوار کھینچ لیتا ہے)

منسراج - تو بچانے کو نہین لایا گیا اس دشت مین
قتل کرنے کے لیے تیرے چچا کا حکم ہے -
تیری تیزی فراست دیکھ کر کھٹکا ہے وہ
ذہن مین اُس کے سمایا ہے کہ ملک و مال سب
چھین لے گا بالیقین تو اک دن اُس کے ہاتھ سے
اس سبب سے ہاتھ تجھ پر صاف کرنے کے لیے
کر دیا مامور مجھ کو ہے کہ کاٹون تیرا سر -
حکم سے مجبور ہون - ورنہ کبھی اے جانِ جان
بال تک بیکا نہ ہونے دیتا تیرا - کیا کرون؟
اک ذرا سمجھایا تھا اس پر ہوا وہ قہرناک -
خیر گذری ورنہ میرے قتل مین کچھ شک نہ تھا
میرے پیارے شاہزادے مین ہون خادم آپ کا
بندگی بیچارگی میرا نہین اس مین قصور -

(بھوج نہایت استقلال دکھاتا ہے - اور اُس سے
بالکل اضطراب نہین ظاہر ہوتا)

بھوج - اے وزیر نیک طینت مجھ کو کچھ کھٹکا نہین -

وہ خدا جس نے کیا مخلوق یہ سارا جہان
اور پیدائش سے پہلے ہر کسی کے واسطے
اُس کی ساری حاجتوں کا کرتا ہے سامان جمع
عاجزوں کا دادرس - اور بیکسوں کا دستگیر
عالم و دانا - قدیر و باپ ماں سے مہربان
کیا کہیں سوتا ہے جو میری نہ لیوے گا خبر؟
یا کہیں غائب ہے جو واقف نہو گا حال سے؟
مجکو کچھ تجھ سے نہیں شکوہ نہ تیرے شاہ سے
ہوتا ہے وہ ہر طرح جو کچھ خدا ہے چاہتا -
بلکہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ تو اے ہنس راج
حکم آقا کے بجا لانے میں یوں ہے مستعد
کام کا بندہ وہی ہوتا ہے جو مالک کا کام
اُس کی مرضی کے مطابق وقت پر لادے بجا -
شوق سے کر قتل مجکو - پر ہے اتنی التجا
ایک خط لکھ دوں کہ دیدینا وہ اپنے شاہ کو
اتنی مہلت کی تمنا ہے - اسے منظور کر -
پھر یہی تلوار تیری اور یہی میرا گلا

(ہنس راج بھوج کا استقلال دیکھ کے تلوار ہاتھ سے
پھینک دیتا ہے اور قدموں پر گر کے کہتا ہے)

ہنس راج - میری جان و مال کے مالک کنور جی آپسا
مستقل با مرد کوئی دوسرا دیکھا نہیں -
آپ کو شایان حکومت آپ کو زیبا ہے -
آپ دنیا میں رہیں جب تک ہے دنیا سرفراز
آپ کی مردانہ پامردی سے بھولے ہاتھ پاؤں
ہاتھ ہرگز قتل کی نیت سے اُٹھ سکتا نہیں
آپ کے مرنے پہ جو موقوف ہو وہ زیست کیا!
یا خدا یہ دم سلامت میری سو جانیں نثار!

(اس کے بعد وزیر بھوج کو گھر میں لا کے چھپا دیتا ہے
اور ایک فرضی سر راجہ تیج کے پاس لیجاتا - اور بھوج کے
قتل کی خبر سنا کے اُس کا وہ خط پیش کرتا ہے)

ہنس - لیجیے مہاراج یہ سر بھوج کا لایا غلام
شب کو اُس میدان میں لے جا کر کیا اُسکو ہلاک
لکھ دیا تھا ایک خط اُس نے دم آخر کہ میں
آپ کی خدمت میں پہونچا دوں سو وہ یہ ہے حضور

(راجہ سر دیکھ کے بشاش ہوتا اور وزیر کا شکریہ ادا کرتا ہے)

راجہ - اے وزیر کار پرداز آفریں صد آفریں!!
قدر کے قابل یہ خدمت ہے کہ تو لایا بجا
کام کچھ آسان نہ تھا پیچھا چھڑانا بھوج سے
تو نے اس دشوار کو آسان کیا - اے مرحبا!

(راجہ تیج بھوج کا خط پڑھتا ہے جس میں اس مضمون
کا ایک اشلوک لکھا تھا -)

گردش گردون گردان کیسی ہے عبرت فزا!
اس کے سر اک دور میں گذرے ہیں کیا کیا نامور!
دیکھیے ست جگ میں ہوا ہے ماندھاتا حکمران
جس کی شہرت جس کی ثروت ہے جہان کو خوب یاد
عرش تک جھنڈی گڑی تھی جس کے اوج و جاہ کی
فرش سے تحت الثریٰ تک جس کا سکہ تھا جما -
اور دواپر میں شہ ذی جاہ راجہ رامچندر
رہتی دنیا تک رہے گا نام جن کا یادگار
کوہ جن کی طاقت و نیرو کے آگے کاہ تھا

مار اژدر کو سمجھتے سو رہے بھی تھے ضعیف
ہاے وہ ہمت وہ جرأت وہ تدبر وہ ثبات
تھے کہان؟ اور جا کہ تھوڑی دیر مین پہونچے کہان؟
جیشون کو رام کرکے جمع کر لی اک سپاہ
پل سمندر مین بنا کر راکشون کی لی خبر
موت کے گھاٹون اتارا ہر نجس کو اسلیے
تا کہ ظاہر ہو سکے اُن کی روح پا جاوے نجات
خیر تر بیتا مین جو حشتر ساہو گذرا خوش صفات
راست بازی جس کی ہو آفاق مین ضرب المثل
جس نے اکثر صدقے تیغ زبان سے سر کیے
جان جاسے پر نہ جاے بات جس کی آن تھی
اُس کے قابو مین تھا دل دل کی زبان تھی زیر دست
بے محل ممکن نہ تھا اُس سے نکلنا ایک حرف
دولت دنیا کا تو کیا ذکر۔ گر خلد و جنان
جھوٹ سے ملتے اُسے تو وہ سمجھتا تھا جحیم
الغرض یہ سب کے سب نامی گرامی تاجور
اُٹھ گئے عالم سے خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ کر
یہ جہانِ بے وفا دنیا جسے کہتے ہین ہم
بس یہاں جیون تیون ہین اور کسی کا ہی ثبات
تو اب اس کلجگ مین اے لنپٹا رہ بند حرص و آز
اپنی چھاتی پر اُٹھا لے جائے گا شاید اسے
بوجھ بھاری ہو نہ پس جاوے کہین اے بیخبر!
ہوش مین آ! ہوش مین آ! ہوش مین آ! ہوش مین!

(یہ خط پڑھکے راجہ پر ایک عجیب حالت طاری ہوتی ہو اور خودکشی کی دُھن مین کہتا ہو)

راجہ۔ ہاے مجھ پاپی سے یہ کیسا گنہ سرزد ہوا!
دونون جگ مین کر دیا برباد مین نے آپ کو
آپنے چلتے پاؤن مین آپ کلھاڑی ماری
اپنے ہاتھون سر پہ نازل کی بلاے ناگہان
ہاے میری گود کا پالا ہوا مجھ سے ہلاک!
ہاے میری آنکھ کا تارا ہوا مجھ سے نہان!
ہاے میرے خاندان کا گل ہوا مجھ سے چراغ!
دامنِ حرص و ہوا کو ابجد الگ جا و ہو آگ
آپ اپنی جان کا دشمن ہوا مین ہاے ہاے!
آپ اپنے خون کا پیاسا بنا مین حیف احیف!!!
میرے ہاتھون میری جان و مال پہ پانی پھر گیا
میرے جیتے میرے خرمن مین لگی افسوس آگ
خاک اس جینے پہ۔

(یہ کہہ کر خودکشی کا قصد کرتا ہو اور وزیر ہنس راج اُٹھ روکتا ہو)

ہنس۔ ٹھہرین اک ذرا ٹھہرین حضور
بھوج زندہ ہی سلامت آپ بھی رہیے مدام
اُس کی جرأت اور استقلال نے مین کیا کہون
کیسا جادو کر دیا مجھ پر کہ اُس کا ہو گیا۔
کچھ نہ اپنی جان کو سوچا نہ قہر شاہ کو۔
اُس کو اپنے گھر مین پنہان کرکے آیا ہون یہان
اب کوئی دم مین بلاتا ہون اُسے مہراج مین
جان مین جان آ چکی بس حکم ہی کی دیر ہو

(راجہ بھوج کے بُلانے کی خبر سُن کر وزیر کو گلے سے لگاتا۔ اور اُس کی تعریف

کرتا ہی۔

بھوج۔ آفرین اے عافیت اندیش! شاباش اے وزیر!
کام کیا تونے کیا ہی۔ مرحبا صد مرحبا!
تو ان احسان رہیگا تیرا ساری ملک پر
سلطنت کی جان رکھ لی کیا بچایا بھوج کو
اور مجھ عاصی کو دوزخ سے نکالا کھینچکر
جیتے جی دنیا جہنم سے سوا ہوتی مجھے
تو مرا محسن ہین سو جان سے ترا منت گزار
تو مرا مخلص ہین اس اخلاص مندی کے فدا
بھوج کو اب جلد جا کر لا کہ دل بیتاب ہی
طاقتِ فرقت نہین رکھتا ہی مشتاق دید
(وزیر بھوج کو لاتا اور راجہ معذرت کرتا ہی)
میری پیارے مین بہت نادم ہون تجھسے کیا کہون
ہائے اس دنیا کے لالچ نے مجھے اندھا کیا
اور پھر دنیا بھی وہ دنیا کہ جس کو آج تک
کوئی بھی ہمراہ اُس عالم مین اُسکو لے گیا؟
مارے غیرت کے گڑا جاتا ہون یارب کیا کرون

کاش پھٹ جائے زمین اور مین اُسی مین جا سماؤن
بھوج۔ بس چچا جان اس قدر مضطر نہون ہرگز جناب
یہ ہوا جو کچھ ہوا اس مین حکمت خالق تھی کچھ
بھوج جان و دل سے ہو ہر حال مین فرمان پر
آپ کی جو کچھ رضا وہ عین اس کا مدعا
زندگی سے آخر اک دن ہاتھ اُٹھانا ہی ضرور
آپ کے کام آئے تو گویا ٹھکانے لگ گئی
آپ کے احکام کی تعمیل میرے واسطے
دین و دنیا مین سعادت کا ذریعہ بالیقین
مین ابھی مرنے پہ راضی ہون اگر ارشاد ہو
کیسی دنیا، کیسی دولت، زندگی کیا؟ موت کیا؟
راجہ۔ بھوج اب لللہ مجکو اور شرمندہ نہ کر
وہ گنہ مجھسے ہوا جس کی تلافی کچھ نہین
اور اگر کچھ ہو سکے تو اسطرح شاید کہ مین
سونپ کر یہ سلطنت تجکو کرون خالق کو یاد
وہ نہایت رحم والا ہی بڑا غفار ہی۔
کیا عجب بخشے خطا بخشے خطا۔ بخشے خطا۔

نیچرل شاعری

اِن دنون عموماً انگریزی دانون کو انگریزی مذاق کے امتزاج کی بدولت اُردو شاعری مین ایک خاص قسم کے تغیر کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہی۔ حقیقت یہ ہی کہ جس زبان کو انسان باضابطہ اصول و قواعد کے ساتھ پڑھتا ہی جس کی نحو و صرف اور جس کی فصاحت و بلاغت اور شان انشا پردازی کے نکات کو حاصل کرتا ہی اُسی زبان کا مذاق اُس کی طبیعت پر غالب آجاتا ہی۔ اور اُسے اُس زبان مین جس قدر لطف آنے لگتا ہی خود اپنی زبان مین نہین آتا۔ اگرچہ اپنی زبان کو وہ سمجھتا زیادہ ہی مگر اُس کے محاسن اور اُس کی خوبیون پر

اُس کی نظر نہین پڑ سکتی۔ اگر اُردو زبان کو بھی ہمارے نوجوان اُسی طرز سے پڑھتے جس طرح کہ انگریزی یا دیگر زبانون کو پڑھتے ہین تو شاید ہمارا یہ طرز گلہ نہین معلوم ہو سکتا کہ خود اُردو کے خزانۂ ادب مین کیا کیا خوبیان اور کیسے کیسے لطف ہین۔ مگر بدنصیبی سے اُردو زبان مین قریب قریب ہر علم و فن کی کتابین تصنیف ہو گئین اور نہین تصنیف ہوئین تو اُس کے نحو و صرف کی یا اُس کے معانی و بیان اور علم فصاحت و بلاغت کی۔ اور جب اس قسم کی کتابین ہی نہین ہین تو یہ علوم پڑھائے کیونکر جائین۔ بعض حضرات نے نحو و صرف کے دو ایک رسالے تصنیف فرما دیے ہین مگر اُن کو اس سے زیادہ وقعت نہین کہ عربی یا انگریزی کے نحو و صرف سے ترجمہ کر لیے گئے ہین۔ ایسی کتاب ایک بھی نہین ہو جو اُردو زبان پر غور کر کے اُسکی ترکیبون بندشون اور ترتیب الفاظ کو پیش نظر رکھ کے لکھی گئی ہو۔ لہٰذا اس نقصان کا یہ لازمی نتیجہ ہو کہ ہمارے نوجوانون کو جتنا ادبی ذوق غیر زبانون مین پیدا ہوتا ہو خود اپنی زبان مین نہین پیدا ہوتا۔

اُردو نے دو مختلف اور متضاد زمانون مین دو قسم کے رنگ دیکھے۔ اور اُس کی دو حالتین رہین۔ پہلے زمانے مین طلبہ عموماً عربی و فارسی زبانون کی باضابطہ تعلیم پاتے تھے اور اُس کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ خود اپنی زبان کی خوبیون کی طرف توجہ کرنے کے عوض وہ عموماً اُردو مین اُن محاسن اور لطفون کے پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے جنھین اُنھون نے فارسی یا عربی مین نہایت دلچسپی کے ساتھ دیکھا تھا۔ اپنی زبان کو وہ روز بروز اُنھین نقش و نگار اور گل بوٹون سے سجتے جاتے تھے جن کو اُنھون نے فارسی و عربی کے باغون سے لیا تھا۔ وہی تشبیہات وہی استعارات۔ وہی رمز و کنایے۔ اور وہی عالی خیالات جو اُن زبانون مین تھے اس مین بھی پیدا کیے گئے۔ اور اُسی قسم کا تناسب الفاظ اُردو کا بھی زیور سمجھا جانے لگا جیسا کہ فارسی و عربی کا زیور تھا۔

اب اس کے بعد دوسرا زمانہ شروع ہوا جبکہ انگریزی کی تعلیم بڑھنا شروع ہوئی۔ اور ہندوستانی طلبہ کے دل و دماغ پر انگریزی مذاق حاوی ہونے لگا۔ اِس دور مین اگرچہ اُردو کا کتب خانہ بہت وسیع اور مالا مال ہو گیا۔ اور ہر علم و فن کی کتابین اس زبان مین تصنیف ہوئین مگر اُردو کی تعلیم مین وہی نقص بدستور باقی ہے کہ اس کی نحو و صرف اور اس کی فصاحت و بلاغت کی طرف کوئی خاص توجہ نہین کی جاتی۔ اب بجائے عربی و فارسی کے طلبہ انگریزی کو

پڑھنے لگے - اور اپنے قومی مذاق کے عوض اُن کے دل و دماغ پر یورپ کا مغربی مذاق حاوی ہونے لگا - انھون نے انگریزی کی لسانی خوبیون اور مغربی انشا پردازی کے رنگ کو دیکھا اور جس طرح دور اولین والے اُردو مین عربی و فارسی کی لطافت کو ڈھونڈھنے لگے یہ انگریزی کی خوبیون اور دلچسپیون کو ڈھونڈھنے لگے - مگر خود اپنی زبان کی ذاتی خوبیون سے جس طرح پہلے دور والے ناواقف تھے یہ بھی ناواقف ہین -

اِن دونون زمانون کی حالت دیکھنے اور سمجھنے کے بعد یہ صاف طور پر معلوم ہوجاتا ہو کہ جس تغیر کی ضرورت فی الحال محسوس ہونے لگی ہو وہ صرف اس قدر ہو کہ یہ گروہ جو فارسی و عربی کے مذاق اور اُس کی انشا پردازی کے ذوق سے ناواقف ہو چاہتا ہو کہ اُردو انشا پردازی مین وہ لطف اور دلچسپیان پیدا ہون جو انگریزی مین ہمین نظر آتی ہین - جس کو ہم اگر زیادہ واضح اور نمایان طور پر بتانا چاہین تو یون کہ سکتے ہین کہ یہ نئی جماعت جس قسم کا تغیر و تبدل اپنے اخلاق و عادات اپنی وضع و لباس اپنی معاشرت و صحبت مین کرتی جاتی ہو اُسی قسم کا تغیر زبان مین بھی چاہتی ہو -

ان نئے ترمیم و تغیر چاہنے والون سے اگر یہ سوال کیا جاے کہ تم زبان مین کس قسم کا تغیر و تبدل چاہتے ہو تو اور کوئی ایسا جواب جس سے ان کا مافی الضمیر اور ان کا مفہوم ہماری ذہن نشین ہو جاے ہرگز نہ دے سکین گے - اور وجہ یہ ہو کہ صاف صاف الفاظ مین یہ تو کہہ نہ سکین گے کہ ہم اُردو کو انگریزی بنا دینا چاہتے ہین - لیکن ہان یہ کوشش کرین گے کہ اپنی اسی خواہش کو ایسے الفاظ مین اداکرین جن سے ظاہر ہو کہ یہ کسی کی تقلید نہین چاہتے بلکہ اپنی زبان مین ایک مہذب و مروجہ انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہین - چنانچہ اسی غرض کے لیے "نیچرل شاعری" کا لفظ اختیار کیا گیا ہو - اور کہا جاتا ہو کہ ہم اردو مین ایسی شاعری چاہتے ہین جو نیچرل ہو -

مگر "نیچرل شاعری" کیا چیز ہو - اس سوال کا جواب دینا ہمارے نوعمر انگریزی دانون کو مشکل ہو گا - کیونکہ جو حقیقی تغیر اُن کے ملحوظ خاطر ہو وہ صرف اتنا ہی نہین کہ اُردو شاعری مین فطرتی جذبات پیدا ہون - بلکہ وہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتے ہین - اُردو مین نیچرل جذبات کب نہ تھے - میر سے لے کے داغ کے زمانے تک کوئی شاعر نہین گذرا جس کے کلام مین ایسے اشعار نہ پائے جاتے ہون جن مین نیچر کے جذبات اچھی طرح موجود نہ ہون - صرف

اسی قدر نہین اُردو شاعری کی عمر کے ہر دور مین ایسے شاعر موجود رہے جو صرف فطرتی جذبات اور نیچرل مذاق ہی کے دلدادہ تھے۔ خصوصاً ہمارے فخر ہندوستان شاعر داغ دہلوی نے تو نیچر کو سامنے کے اور پیش پاافتادہ معاملات کے ذریعہ سے اس خوبصورتی کے ساتھ دکھایا ہے جس سے زیادہ ترقی کرنا بہت دشوار ہے۔ پھر جب یہ رنگ پیشتر ہی سے اُردو مین موجود ہے تو ہم نہین سمجھ سکتے کہ اور کون سا نیچرل تغیر چاہا جاتا ہے۔

اس معمے کے حل نہ ہونے یعنی انگریزی دان طلبہ کی خیالی نیچرل شاعری کا مطلب سمجھ مین نہ آنے کی یہ برکت ہے کہ مختلف لوگون مین نیچرل شاعری کے مختلف معنی سمجھے جاتے ہین۔ بعض حضرات قومی شاعری اور خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے رنگ کو نیچرل شاعری خیال فرماتے ہین۔ بعض حضرات نے اخلاقی نظمون کا نام نیچرل شاعری رکھ دیا ہے۔ وہ نصیحتانہ اشعار کہتے ہین۔ اور اُن کو نیچرل شاعری کے لقب سے پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین۔ بعض لوگ جو انگریزی مین زیادہ استعداد رکھتے ہین اُن کے خیال مین نیچرل شاعری اس کا نام ہے کہ جو عنوان انگریزی شاعری کا ہے جو استعارات و تشبیہات انگریزی مین استعمال کیے جاتے ہین اُن کو اُردو مین استعمال کرنا۔ اور اُردو اشعار مین یہ شان پیدا کر دینا کہ وہ انگریزی اشعار کا ترجمہ معلوم ہون نیچرل شاعری ہے۔ لیکن ایسی شاعری کو عام اس سے کہ وہ بُری ہو یا بھلی بجائے ”نیچرل شاعری“ کے ”انگریزی شاعری“ کہنا شاید زیادہ موزون و مناسب ہوگا۔

نیچرل شاعری جہان تک ہم خیال کرتے ہین اُردو مین بہت کچھ موجود ہے۔ اگر اساتذۂ سخن کے دیوانون مین سے ایسے اشعار چُن لیے جائین جن مین کوئی خیال بہت سادگی کے ساتھ بندھ گیا ہے۔ یا جن مین سوز و گداز جوش دل یا حسن دلفریب کی سچی تصویرین نظر آ گئی ہین تو ہم سمجھتے ہین نیچرل رنگ کے کلام کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ اور اُن اشعار سے ہزار درجہ اچھا ہوگا جنھین آج کے نئے خیال والے ”نیچرل شاعری“ کا نام لے کے ملک کے سامنے پیش کر رہے ہین۔ مگر نیچرل رنگ کو ترقی دینے کے لیے ضرور ہے کہ عام شاعری مین سے غزلیت کی قید اُٹھا دی جائے۔ غزل اصل مین خیال آفرینی اور قادر الکلامی کی مشق کے لیے ہے۔ اس لیے نہین کہ شاعری کا اصلی مقصود قرار دے دی جائے۔ اثر کلام مین اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب موجودہ قیود کو دور کر کے

چھوٹے چھوٹے مؤثر اور جوش پیدا کرنے والے واقعات قطعات، مثنوی یا مسدس کی حیثیت سے نظم کیے جائیں۔ اور شاعروں یا کاملوں نے ان جیسا بجائے اس کے کہ قافیہ پیمائی اور رنگ بندی کے لیے الفاظ دیے جائیں عمدہ خیالات اور سچے اثر دار واقعات دیے جایا کریں جتنی توجہ ہمارے نوجوانوں کو غزل گوئی کی طرف ہے اتنی ہی توجہ اگر اس قسم کے نظموں کی طرف ہو جائے تو چند ہی روز میں نظر آ جائے گا کہ شاعری کیا سے کیا ہو گئی اور کہاں سے کہاں جا پہونچی۔

ایسی نظمیں اگرچہ غزل گوئی سے کچھ زیادہ مشکل نہیں ہیں مگر بات یہ ہے کہ لوگوں کو غزلیں کہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور کسی واقعہ کے نظم کرنے کے عادی نہیں ہیں صرف عادت نہ ہونے کی وجہ سے کسی قدر دشوار معلوم ہوتی ہے جو تھوڑی ہی توجہ سے دور ہو سکتی ہے لیکن توجہ نہ کرنے کا کوئی علاج نہیں۔

مگر اس قسم کی نظمیں کہنا یا شاعری کے رنگ اور مذاق میں کسی قسم کا تغیر پیدا کرنا صرف شاعروں کی باتیں ہیں۔ پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ ملکی طلبہ کو اردو زبان اصول و قواعد کے ساتھ اور لیاقت پیدا کرنے والے طریقے سے پڑھائی جائے۔ اب ہر علم و فن کی کتابیں بھی اردو میں تھوڑی بہت پیدا ہو گئی ہیں۔ اور ہر قسم کی ضرورت ایک حد تک اردو ہی کے ذریعے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ نقصان ہے تو وہی نحو و صرف معانی بیان اور ادبی کتابوں کا۔ جو لائق مصنفوں کی تھوڑی سی توجہ سے دور ہو سکتا ہے۔ لیکن اس بات کو پوری طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جب تک اردو زبان باضابطہ طور پر ملکی طلبہ کو نہ پڑھائی جائے گی اس وقت تک ان میں وطنی زبان کی قدر کرنے کی لیاقت نہیں پیدا ہوگی۔ اور دوسری زبان کے لٹریچر کے مقابلے میں وہ ہمیشہ اپنے لٹریچر کو ہیچ اور پوچ سمجھیں گے۔ اگر غور سے دیکھیے تو اردو زبان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو نہ موجود ہو۔ اس میں بہت ہی اچھے اور خوب صورت جواہرات ہیں۔ اس میں ہر قسم کی شائستگیاں اور صنعتیں ہیں۔ الغرض جتنی لٹریری خوبیاں کسی زبان میں ہو سکتی ہیں ہماری زبان میں بھی موجود ہیں۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ نوجوانوں میں تعلیم کے ذریعے سے ان خوبیوں کے سمجھنے اور ان سے لطف اٹھانے کا مادہ پیدا کیا جائے۔

سب سے زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ دولت عثمانیہ اب نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنی مالی دشواریون کو دور کر رہی ہے - اس اسلامی سلطنت یا خلافت کو سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ محاصل ملک کا بہت زیادہ حصہ مذہبی مقامات کی خدمتگزاری مین صرف ہو جاتا ہے - ان مصارف کی ذمہ دار درحقیقت سلطنت نہین بلکہ اصلی ذمہ داری قوم اسلام اور ساری دنیا کے مسلمان رؤسا پر ہے - مگر بخلاف اس کے ان کامون مین سلطنت کا خزانہ فیاضی کے ساتھ لٹایا جاتا ہے - اور ملکی حفاظت کے سامان مین لازمی طور پر کمی واقع ہوتی ہے اب بخوبی غور کر کے دولت عثمانیہ کے وزیر اعظم نے ایک فرمان نافذ کیا ہے کہ جن لوگون کی سالانہ تنخواہ ڈھائی ہزار پیاسٹر یا اس سے زیادہ ملتی ہے وہ ہر سال مارچ کے مہینے مین اپنی تنخواہ سے فی صدی دس پیاسٹر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی خدمتگزاری کے لیے ادا کیا کرین - یہ حکم نہایت ہی مناسب ہے - اگرچہ خود غرض مولویون اور پیرزادون سے جو مفت کی روٹیان کھانے کے عادی ہو رہے ہین بہ مشکل امید ہے کہ اس امر کو پسند کرین -

یورپ کے ایک شہر مین فی الحال "جیک ریپر" نام ایک ذات شریف گرفتار کیے گئے ہین جنھون نے اس بارۂ خاص مین ناموری حاصل کی ہے کہ عورتون پر بدنیتی سے حملہ کرتے - اور پھر ناک یا کان کاٹ کے ان کی صورت بگاڑ دیتے ہین آپ اس وقت تک تقریباً اٹھارہ عورتون کے ساتھ یہ سلوک کر چکے ہین - گرفتاری کے وقت آپ کے ہاتھ خون مین رنگے ہوے تھے - عمر ابھی پچیس برس کی ہے اور بیان کرتے ہین کہ عورتون کی طرف سے میرے دل مین ایسا بغض بھرا ہوا ہے کہ اس کا انتقام لینے کے لیے مجھ سے یہ افعال سرزد ہوئے -

حضرت سلطان المعظم نے سلیم پاشا ملحمہ وزیر زراعت کی والدہ خاتون ملحمہ کو تمغۂ شفقت و رحمت فرمایا ہے -

دو سو ستر ترئیے جلا وطن مسلمان فی الحال وارنا اور باطوم سے قسطنطنیہ مین آئے -

دلگداز

نمبر ۵ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۱ء جلد ۵

مُرتّبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مالک و ایڈیٹر دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ محلہ گڑھیہ بدن بیگ خان سے شائع ہوا

ہم

کسی نے کسی سے پوچھا "قیامت کس دن آئے گی؟" جواب دیا "قیامت صغریٰ تو اُس دن ہوگی جس دن تم مرو گے۔ اور قیامت کبریٰ اُس دن ہوگی جب ہم مرین گے" بھلا اِس مین کسی کو شک ہوسکتا ہے؟ نہین۔ دُنیا مین جو کچھ ہین ہم ہی تم ہین۔ بس اور کوئی نہین۔ اِس صفحۂ ہستی پر حکومت کرنے۔ اور اُس کی دلچسپیون سے لطف اُٹھانے کے لیے ہم اگر بادشاہ ہین تو تم وزیر ہو۔ ہم اگر آفتاب ہین تو تم ماہتاب ہو۔ اور تمھارا نام بھی صرف مُروت یا خاطر سے لے دیا۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے سوا کوئی نہین۔ تم بھی ہو تو فقط اِس لیے ہو کہ ہمارا دل بہلاؤ۔ ہماری خاطر داشت کرو۔ ہماری ہمدردی کو آمادہ ہو۔ اور ہمارا ادب کرو۔ اور اگر تم مین یہ وصف نہین اور اپنے اِن رعیتون کے سے حقوق کو تم نہین بجا لاتے تو تم بھی کچھ نہین۔ بس ہم ہی ہم ہین۔

صاحبو! ہمارے اس دعواے "انا و لاغیری" کو سُن کر ہنسو نہین۔ ہمین مجنون نہ خیال کرو۔ غور کرو گے اور انصاف سے دیکھو گے تو خود ہی سمجھ جاؤ گے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہین سچ ہے اور ہمارے اِس دعوے مین ذرا بھی مبالغہ نہین۔ اس مین کوئی شک نہین کہ ہمارے سامنے تمھاری کچھ ہستی نہین۔ آخر تمھین کہو کہ یہ دُنیا مین جو کچھ پیدا کیا گیا ہے سوا ہمارے کسی اور کے لیے ہے؟ فطرت کے جذبات ہمارے سینے مین جوش بیخودی پیدا کرنے۔ اور نیچر کے لطف ہمارے دل کو اپنی طرف کھینچ کے مسرور کر دینے کے لیے نہین تو پھر کس لیے پیدا کیے گئے ہین؟۔

• اگر صحراؤن نے اپنی سطح پر سبزے کا فرش زمردین بچھا کے اُسے جنگلی خودرو پھولون سے سجا ہے تو اِس لیے کہ ہم سیر کرنے کو آئین گے۔ اگر باغون مین مشاطۂ بہار نے نوعروسان چمن کے

پھولون کا زیور پہنایا ہے تو محض اس غرض سے کہ ہم دو گھڑی کو اُدھر ٹہلتے ہوئے نکل آئین - اور ان کیفیتون کو دیکھ کے خوش ہون - جان فزا وادیون مین اگر نہرین لہراتی اور کسی معشوقۂ بادہ نوش کی طرح قدم قدم پہ ٹھوکرین کھاتی ہوئی بہتی ہین تو اس لیے کہ ہمین بھلی معلوم ہوتی ہین اور اُن کے مرکز و منتہا کی جگہ پر اگر سر بفلک پہاڑون نے برف کے سفید کپڑے پہن لیے ہین تو اس سبب سے کہ یہ لباس ہمین بہت ہی پُر لطف نظر آتا ہے - کسی دلربا نازنین نے اگر بناؤ سنگار کیا ہے تو اس لیے کہ ہم اُسے بگاڑین - اور کسی کے حسن و جمال مین اگر خدا نے دلفریبی و دلربائی کی شان پیدا کی ہے تو اس لیے کہ ہم اُس سے لطف اُٹھائین -

ہم جہان تک غور کرتے ہین یہی نظر آتا ہے کہ عالم کی یہ ساری خوبیان اور دلچسپیان صرف ہمارے لیے نہین بلکہ ہماری ہی ذات سے ہین - ہم نہ ہون تو دُنیا مین کچھ نہین عشق کی رونق ہم سے ہے - اور بازار حسن کی چہل پہل مین ہماری ہی بیتابیون اور زندہ دلیون کی گرمی ہے - یہ باتین بھی خیر خیالات اور جذبات کی حد تک محدود ہین - اگر واقعات اور موجودات کا مقابلہ کرو تو بھی ہم ہر ایک سے بڑھے ہی رہین گے - ہماری ہی صورت اس قابل ہے کہ حسین سے حسین نازنین اُس کی قدر کرین - ہماری ہی سیرت مین یہ کمالات ہین کہ بڑا سے بڑا عالم و دانا اگر ہمارا معتقد و معترف نہ ہو تو وہ عالم نہین جاہل ہے - حُسن کا قدردان اگر ہماری صورت زیبا کی قدر نہ کرے تو سمجھ لو کہ خدا نے اُسے ذوق صحیح نہین دیا - وہ معشوق ناز آفرین جسے اپنے حسن و جمال پر انتہا سے زیادہ ناز ہے اگر ہمارے عشق اور ہماری محبت کی قدر نہ کرے تو جانو کہ اُس کا سر پھر گیا ہے -

اور کیونکر نہ ہو عالم مین جو کچھ ہے ہمارے ہی لیے ہے - خدا نے اپنی قدرت کی یہ جو مزیدار نمائش گاہ مرتب کر رکھی ہے اس سے لطف اُٹھانے والے فقط اکیلے ایک ہم ہی ہین - آسمان کا یہ نیلگون رنگ جس سے گلبدنان عالم اپنے دوپٹون کے لیے ایک نظر فریب رنگ کا سبق لیا کرتے ہین ہمارا ہی دل بہلانے کے لیے ہے - آسمان پر یہ آفتاب و ماہتاب ہماری ہی صحبت عیش کا چراغ روشن کرنے کے لیے ہین - اور یہ پیارے سے دلفریب تارے محض اس غرض سے ہین کہ اُن کے نورانی اجرام پر نظر جما جما کے ہم کسی دلربا کی یاد تازہ کر لیا کرین - نسیم سحر کے جھونکے اس لیے آتے ہین کہ ہمین فرحت بخشین - اور ابھی چند روز ہوئے جو لُو کے جھونکے چل رہے تھے وہ بھی اس مقصد سے

تھے کہ ہم مین ٹھنڈی اور زندگی بخش ہوا کی قدر کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ مینہ اسی لیے برستا ہے کہ ہماری صحبت بادہ کشی مین زندہ دلی پیدا ہو۔ اور بجلی اس غرض سے چمکتی ہے کہ ہم کسی کے گھبرا گھبرا کے سہم جانے کا تماشا دیکھین۔

ہم جو کہتے ہین کہ عالم کی ساری دلچسپیان اور خدا کی پیدا کی ہوئی تمام نعمتین ہمارے ہی لیے ہین اس مین شاید تمھین شک ہوگا۔ ہمارے یہ انانیت اور خود پرستی کے دعوے سُن سُن کے تم ہنس رہے ہو۔ تمھاری صورت کہے دیتی ہے کہ ہمین بے وقوف یا مجنون خیال کرتے ہو۔ اچھا تو ہم تمھین ایک ثبوت بھی دیے دیتے ہین۔ دیکھو جب تک ہم جوان تھے دُنیا کی مسرتون سے لطف اُٹھانے کے قابل تھے۔ اُس وقت تک اِن سب کیفیتون مین دلچسپی بھی زیادہ تھی۔ اور جب سے ہماری طبیعت بجھنے لگی۔ بڑھاپے نے ہمارے حوصلے پست کرنے شروع کر دیے۔ اُس وقت سے اِن چیزون مین وہ مزہ بھی نہین رہا جو پہلے تھا۔ پھر اگر یہ سب لطف اور یہ تمام نعمتین ہمارے لیے نہ تھین تو ہماری طبیعت کے سُست ہوتے ہی بے مزہ کیون ہو گئین ؟۔

اِس زمانے کے میلون اور اِس دور کی صحبتون کو خضر اور نوح کی عمر لے کے چاہے کتنا ہی دلچسپ بتائین۔ مگر ہمین صاف نظر آرہا ہے کہ اِن مین نہ وہ اگلی سی رونق ہے نہ وہ پُرانی دلچسپیان ہین۔ نہ وہ چہل پہل ہے۔ اور نہ وہ زندہ دلی باقی ہے جو ہماری عمر کے پُرانے زمانے والے باقی ہین تم چاہے اُن سے جا کے دریافت کر لو کہ کسی زمانے مین صحبتین کیسی بامزہ اور پُر لطف تھین۔ اور جب سے ہم بوڑھے ہوئے کیسی سست اور بے مزہ ہو گئین

ہمارے یہ کمالات اور ہمارا تخلیق عالم کی اصلی غرض ہونا سمجھ جانے کے بعد اِس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دُنیا مین جو کچھ ہین ہم ہی ہم ہین۔ تم دُنیا کی ہر چیز کو غور و فکر سے دیکھو صاف سمجھ جاؤ گے کہ جو چیز ہم سے جس قدر قریب ہے۔ اور ہم سے جتنا زیادہ علاقہ رکھتی ہے اُسی قدر اچھی ہے۔ اور اُسے جس قدر ہم سے بُعد ہوتا گیا ہے اُسی قدر ادنے اور بیکار ہے۔ یون تو دُنیا مین ہزارہا ملک پڑے ہین جن کی خدا جانے کیسی کیسی تعریفین سُنی ہین۔ اور جن کے حالات کو ہم اطمینان کی گھڑیون مین کس کس طرح مزے لے کے سُنا کرتے ہین مگر تمھین بتاؤ بھلا اُس شہر سے جس مین ہم رہتے ہین۔ جس کو ہمارا وطن ہونے کی عزت حاصل ہے۔ اور اُس مین بھی خاصتہً اُس محلّے سے جس مین ہمارا مکان ہے کرۂ زمین پر

اور بھی کوئی اچھی اور دلچسپ جگہ ہے؟ ہر جگہ اور ہر قوم میں طرح طرح کے آئین و قوانین جاری ہیں- اور نئی نئی رسموں پر عمل کیا جاتا ہے- مگر قبل اس کے کہ ہم اُن قوانین و رسوم کو دیکھیں اور اُن کی نسبت کوئی رائے قائم کرنے کا موقع پائیں تم سے کہے دیتے ہیں کہ نہ وہ قوانین ہمارے قوانین سے اچھے ہیں اور نہ وہ رسمیں ہماری رسموں سے اچھی ہو سکتی ہیں- یہی حال مذہب کا ہے- دُنیا میں ایک سے ایک بڑا اور زبردست مذہب پڑا ہوا ہے اور جس میں دیکھو خداشناسی بانیان مذہب الٰہیات کے رموز بتا رہے ہیں- مگر ہمارے دین کے سامنے کسی کی کچھ وقعت نہیں- بس ایک ہمارا مذہب سچا ہے اور سب جھوٹے- اب تم اسے چاہو جنون کہو یا کفر- ہمیں تو نظر آتا ہے کہ خدا بھی وہی اچھا ہے جو ہمارا خدا ہے- اور خالق بھی وہی بڑھا چڑھا ہے جو ہمارا خالق ہے-

خداوند جل و علا چونکہ بے چون و چگون اور مجرد محض ہے اور اس کی کنہ ذات کو کوئی مادی شخص سمجھ ہی نہیں سکتا- لہذا ہر مذہب کو عبادت کے لیے کسی سمت یا تشخص کے ڈھونڈھنے کی ضرورت پڑی- ہر بانی مذہب نے اسی سمت عبادت کے انتخاب میں ایک خاص قسم کا کمال دکھایا ہے- ہندوؤں نے قوی ہیکل اور بڑے بڑے یا معمول سے زیادہ ہاتھ پاؤں والے دیوتاؤں کی مورتوں کو مرکز و مرجع عبادت قرار دیا- یونانیوں نے خوب صورت اور صاحب جمال عورتوں کی صورت کو مظہر قدرت مانا- آتش پرستوں نے نور و نار کو عبادت الٰہی کا واسطہ قرار دیا- یہود ہیکل سلیمانی کو اپنے عقائد خدا پرستی کا مرجع و ماوی خیال کرتے تھے- مسیحیوں نے اپنے خیالات کو صلیب اور مسیح مصلوب کی تصویر سے وابستہ کیا- اور مسلمان جو شرک کے کانٹوں سے اپنا دامن بہت بچا رہے تھے وہ بھی آخر مجبور ہوئے اور کعبہ کے سامنے سر جھکا کے کھڑے ہو گئے- یہ سب انتخاب ہوئے مگر ہمیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اپنی عبادت کے لیے ہمیں سمت عبادت کیوں نہ قرار دے دیا- اور اپنا سر ہمارے سامنے کیوں نہ جھکایا؟ آخر ہم سے بڑھ کے مظہر قدرت اور کون ہے؟

خیر اگر کوئی اور نہیں تو ہم خود اپنی عبادت کیوں نہ کریں؟ یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا کہ ہمارا دل خدا کا عرش ہے- اور ہماری خارجی تعریفیں بھی تم سن چکے- پھر ہم سے زیادہ خدا کی قدرت کا مکمل نمونہ کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ جو ہم اپنی پرستش نہیں کر رہے ہیں

یہ بھی صرف ظاہر میں اور دکھانے کے لیے ہے ورنہ سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنی ہر چیز کو جس قدر عزیز رکھتے ہیں۔ اپنی جس قدر قدر کرتے ہیں۔ اور جس عنوان سے کہ اپنے مقابلے میں کسی کی ہستی نہیں سمجھتے یہ پرستش ہی کے درجے کو پہونچا ہوا ہے۔

پھر انھیں حالات کو دیکھ کے اور اپنے ان کمالات پر نظر ڈال کے اگر منصور نے جوش و خروش کے ساتھ "انا الحق" کا نعرہ بلند کر دیا تو کیا برا کیا؟ یا بایزید بسطامی کی زبان سے کلمہ "لیس فی جبتی سوا اللہ" نکل گیا تو کیا بری بات ہو گئی؟۔

لیلاے اخیلیہ

ایک نامی گرامی شہسوار عرب عبداللہ بن الرحال کی بیٹی اور دورہ اولین اسلام کی ایک نہایت ہی پُر اثر اور نازک خیال شاعرہ گزری ہے۔ جو مشہور و مستند شاعر عرب توبہ بن حمیر کی پاک دامن و حور خصال معشوقہ تھی۔ مذکورہ لیلیٰ کے اجداد میں معویہ نام ایک شخص گزرے تھے جو گھوڑوں کے ایسے شوقین اور اس پایے کے سوار تھے کہ "اخیل" (بڑے گھوڑے باز) مشہور ہو گئے۔ ان کا یہ لقب اُن کی نسل میں چلا۔ اور آخر لیلیٰ اس کی وارث ہوئی۔ اور لیلاے اخیلیہ کہلانے لگی۔

ابتدائی حالات میں سوا اس کے کہ جناب معاویہ کے زمانے میں اُس کا نشوونما ہوا ہمیں اور کچھ نہیں معلوم ہے۔ توبہ بن حمیر جس وقت اُس کے رُخ زیبا پر عاشق ہوا ہے اُس وقت تک اِس نازنین عرب کے اشعار کو کوئی شہرت نہیں حاصل ہوئی تھی۔ بلکہ شک ہے کہ اُس زمانے تک وہ شعر کہتی بھی تھی یا نہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبہ مذکور کے عشق ہی نے لیلیٰ کو شاعرہ بنایا۔

افسوس یہ بھی نہیں معلوم کہ اس عشق کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ مگر ہاں اُس کے حالات کے راوی اتنا کہتے ہیں کہ توبہ نے اُس کے جمال جہان آرا پر فریفتہ ہونے کے بعد اُس کے باپ کو پیام شادی دیا۔ عرب لوگوں میں رواج تھا کہ لڑکی پر جو کوئی عشق ظاہر کرے اُس کے ساتھ اُس کی شادی ہرگز نہ کرتے تھے۔ اس رسم نے بہت سے عشاق کو اپنی معشوقہ نازنین کے فراق میں زندگی بھر تڑپایا ہے۔ چنانچہ مجنون عامری بھی اسی کی بدولت اپنی معشوقہ لیلاے عامریہ کے وصال سے محروم رہا تھا۔ توبہ نے جیسے ہی

شادی کی خواہش ظاہر کی لیلائے اخیلیہ کے باپ نے قبیلہ ادلع کے ایک نوجوان کے ساتھ اُس کا عقد کر دیا - اور اب توبہ بن حمیر کا سوا اس کے کہ شب و روز معشوقہ ناز آفرین کے فراق مین تڑپے اور کچھ زور نہ چل سکتا تھا - مگر تاہم اپنے دل کے ہاتھون مجبور و بیتاب ہو کے لیلا کے دیکھنے کو جاتا - اور لیلا کے دل مین اُس کے سچے عشق نے کچھ ایسا لگاؤ پیدا کر دیا تھا کہ وہ بھی اُس سے آکے ضرور مل جاتی - جب یہ حال کھُلا تو قبیلے والے بہت ہی بگڑے - دل از دست دادہ لڑکی کو ڈانٹا ڈپٹا - اور جب اس پر بھی اُن دونون عاشق و معشوق کا ملنا نہ موقوف ہوا تو سلطنت سے فریادی ہوئے - اور جناب معاویہ کے سامنے آکے شکایت کی - یہان سے حکم دیا گیا کہ توبہ اب کبھی لیلے سے نہ ملے - اور اگر اس حکم کے بعد بھی اپنی حرکتون سے باز نہ آئے تو لیلے کے قبیلے والون کو اختیار ہے کہ جب موقع پا تھ آئے اور اُسے جہان پائین قتل کر ڈالین ۔

اس حکم سے قبیلے والے جب خوش خوش گھر مین آئے تو لیلا کو فکر ہوئی - اور خاصکر اس وجہ سے کہ توبہ بن حمیر کو ابھی تک یہ حکم خلافت نہین معلوم تھا - اب یہ لوگ اُس کی تاک مین تھے - اور لیلے نے یہ کیا کہ جس روز اُسے معلوم تھا کہ توبہ آج مجھ سے ملنے کو آئے گا کوئی بہانہ کر کے اپنے قبیلے کے فرودگاہ سے باہر گئی - اور سر راہ اس وضع سے کھڑی ہو گئی کہ بخلاف ہمیشہ کے چہرے پر نقاب نہ تھی - توبہ آیا - اور لیلے کو دور ہی سے اس وضع مین دیکھ کے کہ اپنی عادت کے خلاف آج مُنہ کھولے ہوئے ہے اُلٹے پاؤن واپس چلا گیا - پھر جب امن و امان کے مقام مین پہونچ لیا تو لیلے کے عشق مین ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ تھا -

وکنت اذا ما جئت لیلیٰ تبرقعت ۔ فقد رابنی منہا الغداۃ سفورُہا

اس طرح خود لیلے نے اُس کی جان بچا دی - ورنہ اگر وہ اِس حد سے ذرا بھی آگے بڑھتا تو معشوقہ نازنین کے اعزا و اقارب بلا تامل پکڑ کے قتل کر ڈالتے -

اب لیلائے اخیلیہ اور توبہ بن حمیر کا ملنا اور ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اُٹھانا موقوف ہو گیا - توبہ تو اپنے جوش جنون کو شاعری اور شاعرانہ جوش عشق

ع ۵ اس شعر کے معنے یہ ہین کہ " مین جب کبھی آتا تھا لیلیٰ اپنا مُنہ چھپا لیا کرتی تھی - مگر کل جو مین نے مُنہ کھولے دیکھا تو دل مین کھٹکا پیدا ہو گیا "

کے ذریعے سے بہلایا کرتا - مگر لیلا یہان سخت آفت اور مصیبت مین مبتلا تھی - اول تو یہ کہ تعلقات کی وجہ سے اُس پر بدگمانی تھی ہی اُس پر یہ قیامت ہوئی کہ بنی دلیع مین سے جو شوہر ملا وہ فطرةً نہایت ہی بدگمان تھا - اور بات بات پہ اُسے بے عصمتی اور آوارگی کا الزام دیتا -

عرب کا معمول ہے کہ قبائل عرب کھُلے میدانون اور وادیون مین اپنے چھوٹے الگ رہا کرتے ہین - اور مسافر اور سیاح دن دن بھر کی راہ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ دن کی دشت نوردی کے بعد کسی بدوی کا خیمہ دیکھ پاتے ہین تو رات بسر کرنے کے لیے اُس کے قریب آکے ٹھہر جاتے ہین - ایسے موقعون پر صاحب خیمہ کا فرض ہوتا ہے کہ اُن کی مہمانداری کرے - اور جہان تک امکان مین ہو اُنھین آرام پہونچائے - اکثر اوقات مرد شکار یا طلب معیشت کے لیے باہر چلے جاتے ہین - اور عورتین اور لڑکیان سیاحون اور مسافرون کی خبرگیری کرتی ہین - اور یہی وہ فیاضی ہے جو سرزمین عرب مین قدیم الایام سے شرافت کا جوہر سمجھی جاتی ہے - چنانچہ اسی معمول کے مطابق ہر ہفتہ مین عادت مستمرہ کے موافق کوئی نہ کوئی مسافر لیلا کے خیمے کے پاس بھی آکے فروکش ہوجاتا اور لیلا کا شوہر بدگمان ہوکے بی بی کو مارتا پیٹتا اور سخت سزا دیتا - مگر وہ ہمیشہ اطاعت کرتی اور رُو پیٹ کے بیٹھ رہتی -

چنانچہ ایک معزز سیاح عرب کا بیان ہے کہ مجھے صحرا مین شام ہوگئی تھی - دور سے ایک خیمہ نظر آیا - اُس کے قریب جاکے ٹھہر گیا - مگر حیرت تھی کہ اُس خیمے مین اگرچہ بچے بھی تھے اور عورتین بھی تھین مگر کوئی بھی میری خبرگیری کو نہ آیا - اتنے مین رات ہوگئی اور ایک شخص اونٹ پر سوار قریب آیا - اور خیمے مین جاتے ہی نہایت برہمی کے ساتھ بی بی کو بلا کے ڈانٹنے لگا کہ "یہ کون شخص ہی؟" عورت نے عاجزی کے لہجے مین جواب دیا "کوئی مسافر آفتاب غروب ہوتے وقت یہان آکے ٹھہر گیا ہے" مرد نے کہا "نہین تو جھوٹی ہے - تیرے ملنے والون مین سے کوئی ہے" اور اتنا کہتے ہی غریب عورت کو نہایت بے رحمی سے مارنے پیٹنے لگا - عورت عجیب درد کے ساتھ چلاتی تھی اور اُسے ترس نہ آتا تھا - آخر اُس عورت سے کہنے لگا "یہ شخص جو ٹھہرا ہوا ہے جب تک خود آکے سفارش نہ کرے گا مین تجھے نہ چھوڑون گا" اُس کی زبان سے یہ سُن کے اب

عورت نے چلّانا شروع کیا "اے میان مسافر! اے شتر سوار! خدا کے لیے مجھے آکے بچاؤ۔" اب یہ چیخین سُن کے مجھ مین ضبط کی تاب نہ تھی۔ جھنجھلا کے اپنا ایک حربہ اُٹھا لیا اور خیمے مین گھُستے ہی ظالم مرد پر تین چار وار اس زور سے کیے کہ عورت بیچ مین آگئی اور کہنے لگی "میان تم جاؤ۔ ہمارے جھگڑون مین دخل دینے سے تمھین کیا مطلب؟" عورت کی یہ نیک نفسی دیکھ کے مین واپس چلا آیا اور کہا "اب اس ظالم شخص کے خیمے کے پاس نہ ٹھہرون گا۔" اُسی وقت اونٹ پر سوار ہو کے آگے چل کھڑا ہوا۔ صبح کو ایک ایسے مقام پر پہونچا جہان ابناے بادیہ کے چند خیمے پڑے ہوئے تھے۔ مین وہان ٹھہرا اور ایک لونڈی کو پاس سے گزرتے دیکھ کے اپنے پاس بُلایا۔ رات کی سرگزشت بیان کی اور پوچھا "تم جانتی ہو وہ کون شخص ہے؟" میرے اس سوال پر وہ بہت ہنسی اور کہنے لگی "کیا تم نہین جانتے جو مجھ سے پوچھتے ہو؟" مین نے کہا "بالکل نہین جانتا۔" تب اُس لونڈی نے بتایا کہ "وہ لیلاے اخیلیہ کا خیمہ ہے۔ بدقسمتی سے وہ نہایت ہی حسین و صاحب جمال واقع ہوئی ہے۔ اور شوہر ایسا ملا ہے جو بات بات پر مارنے پیٹنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے لوگون نے اُس کے خیمے کے پاس ٹھہرنا چھوڑ دیا۔ آپ ناواقف تھے اسی سبب سے وہان ٹھہر گئے۔"

اس واقعے سے صاف ظاہر ہے کہ باوجودیکہ شوہر نہایت جابر و ظالم تھا مگر لیلا اُس سے پوری طرح ہمدردی کرنے کو تیار تھی۔ ممکن تھا کہ شرعی آزادیون سے نفع اُٹھا کے قاضی کے سامنے خلع کی درخواست پیش کر دیتی۔ مگر اُس نے کبھی اس کا خیال بھی نہ کیا۔

اُس کا عاشق زار توبہ بن حمیر عرب کے عام شرفا کی طرح گران پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ایک بڑا زبردست بہادر اور سپہگر بھی تھا۔ اُس کی شہسواری اور شجاعت کی ہر طرف دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اور بڑے بڑے سورما اور کثیر التعداد قبائل اُس کے نام سے لرزتے تھے۔

ایک دفعہ اتفاقاً بنی عذرہ مین اُس کا گزر ہوا جس قبیلے کے لوگ اپنی خوبصورتی و زیبائی اور اپنے حُسن و عشق کے اعتبار سے سارے عرب مین مشہور تھے۔ اس قبیلے کی مشہور معشوقۂ عرب بُثینہ سامنے کھڑی تھی۔ اور حُسن اتفاق سے اُسے کسی قدر غور اور توجہ سے دیکھنے لگی۔ بُثینہ کا عاشق زار جمیل شاعر بھی پاس کھڑا تھا۔ اپنی معشوقہ کی توجہ ایک

دوسرے شخص کی طرف دیکھ کے دل مین کچھ ایسی آتش حسد بھڑکی کہ غیرت عشق کے جوش مین آگے بڑھا- اور توبہ سے کہنے لگا "آپ کو شہسواری کا بڑا دعوے ہے- آیئے کشتی ہوتی ہے"۔ توبہ نے کہا "بسم اللہ آیئے!" جمیل جب مقابلے کو آنے لگا تو اُس کی کمر بُثینہ نے خود اپنے ہاتھہ سے باندھی- اور وہ توبہ کے سامنے آکھڑا ہوا- تھوڑی ہی دیر مین جمیل نے توبہ بن حمیر کو دے مارا۔ اب جمیل نے کہا "کشتی مین تو آپ ہار گئے اب آیئے تیر اندازی مین مقابلہ ہو" توبہ راضی ہو گیا- اور اس فن مین بھی جمیل سے ہارا- توبہ نادم کھڑا تھا کہ جمیل نے کہا "تو آیئے اب دوڑنے مین بھی مقابلہ ہو جائے- شاید آپ کے دل مین کچھ ہوس باقی ہو" توبہ نے اس مین بھی مقابلہ کیا- اور اس مین بھی ہارا- اس طرح ایک گھڑی بھر مین اپنی شجاعت و شہرت کو خاک مین مل جاتے دیکھ کے دل مین سوچا- اور یکایک چونک کے بولا "اخاہ! مین اب سمجھا- یہ ساری کارسازی ان بی صاحب (بُثینہ) کی ہے- سنو صاحب اس مقابلے کا اعتبار نہین- تم محض اس وجہ سے جیتے ہو کہ یہ نیک بخت سامنے کھڑی تھین- جب جانون کہ ان کی نظر سے دور ہو کے اور اُدھر اُس وادی مین چل کے مقابلہ کرو" جمیل کے دل مین جیتنے سے دعوے تو پیدا ہو ہی گیا تھا- توبہ کو ساتھ لے کے اُس وادی مین گیا- اور جس نے سُنا اُسے حیرت ہو گئی کہ یہان آتے ہی تینون باتون مین توبہ بن حمیر نے اُسے مار لیا-

لیکن حضرت معاویہ ہی کے زمانے مین اُس کی شجاعت و بسالت کا یہ خوفناک نتیجہ ظاہر ہوا کہ ایک نازک موقع پر بہت سے قوی اور بہادر دشمنون کے نرغے مین گھر کے عجب جوش و خروش اور بے نفسی و بے خوفی سے لڑتا ہوا مارا گیا- اور دشمنون نے اُسی وادی مین جہان مارا گیا تھا ایک ٹیلے پر دفن کر کے اُس کی قبر بنا دی-

جب یہ خبر لیلائے اخیلیہ کو پہونچی تو دُنیا اُس کی آنکھون مین تنگ ہو گئی اور بے تکلف اور بغیر اس کے کہ کسی کا پاس و لحاظ کرے توبہ بن حمیر کے مرثیے کہنے لگی جن مین اُس معزز شہسوار عرب کی حد سے زیادہ تعریف کرتی تھی- اور دکھاتی تھی کہ اُس سے بڑا اور زبردست اور قابل قدر کوئی شخص نہین گذرا- اُس کے شوہر نے جب دیکھا کہ توبہ مارا جا چکا تو وہ بھی خاموش ہو رہا- اور اب السیا معلوم ہوتا ہے کہ بی بی کی اس مرثیہ گوئی کو دل پر جبر کر کے وہ گوارا کر لیا کرتا تھا- مگر

جس طرح پہلے توبہ کے اشعار سارے جزیرہ نمائے عرب بلکہ اسلامی قلمرو مین مقبولیت کے ساتھ رواج پا رہے تھے اُسی طرح اب لیلیٰ کے ان مرثیون کا چرچا ہوا۔ اور عرب لوگون کی ہر صحبت مین حیرت و استعجاب اور پسندیدگی و دردمندی کی نگاہون سے دیکھے جانے لگے۔ چنانچہ وہ مرثیے جناب معاویہ کے کان تک پہونچے۔ اور اُنھون نے جب دیکھا کہ یہ شاعرۂ عرب اپنے پُرسوز مرثیون کے ذریعے سے اپنے شہید عشق کو انتہا درجے کا نیک نفس اور پاکباز بتا رہی ہے تو ایک مرتبہ اُسے بُلوا کے پوچھا "تم تو اُس کی ایسی تعریفین کرتی ہو؟ مگر لوگ جو یہ باتین مشہور کر رہے ہین کیا سچ نہین ہین؟" اصل یہ ہے کہ توبہ کے اشعار جس کسی کے گوش گزار ہوئے تھے اُسے یقین آ گیا تھا کہ اُس سے لیلیٰ سے ناجائز تعلق ہے۔ لیلیٰ نے حضرت معاویہ کا یہ سوال سُن کے جواب دیا "حضور۔ ہر وہ بات جو لوگون مین مشہور ہو سچ نہین ہوا کرتی"۔ یہ کہہ کے توبہ کی ہزارہا خوبیان اور اُس کے عفاف و اتقا کے حالات بیان کرنے لگی۔ معاویہ نے کہا "مگر لوگ تو اُسے زانی بتاتے ہین"۔ لیلیٰ نے اب اپنا ایک قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس مین توبہ کی خوبیان اور نیکیان بہت زور دے کے بیان کی تھین۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے متعلق اکثر لوگ اعتراض کیا کرتے تھے۔ اور وہ سب کو آزادی سے جواب دیا کرتی تھی۔ توبہ کی حمایت مین اُس کی پاک دامنی کی جرأت یہان تک بڑھ گئی تھی کہ خلیفۂ عبد الملک بن مروان نے جس زمانے مین کہ وہ بالکل بوڑھی اور بدصورت تھی اُس سے تعریضاً کہا "تم مین وہ کون سی ادا تھی جسے دیکھ کے توبہ عاشق ہو گیا؟" لیلیٰ نے نہایت ہی جرأت سے اس کو یہ الزامی جواب دیا کہ "اور آپ مین وہ کون سی خوبی ہے جسے دیکھ کے لوگون نے آپ کو خلیفہ بنا لیا؟" اس جملے پر عبد الملک کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گیا۔

اسی زمانے مین والی عراق حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک دفعہ اُس سے کہا "لیلیٰ۔ اب تو تمھاری جوانی گزر گئی۔ سچ سچ بتاؤ تم سے اور توبہ سے کسی قسم کا تعلق تو نہ تھا؟" اُس نے قسم کھا کے کہا کہ "وہ اپنے عشق مین ہمیشہ پاکباز تھا"۔ پوچھا "اچھا کبھی اُس نے تم سے کوئی ناجائز خواہش تو نہین کی؟" بولی "کبھی نہین صرف ایک مرتبہ اتنا ضرور ہوا کہ اُس نے نفس کے غلبے سے مغلوب ہو کے کچھ

ارادہ کیا تھا۔ مگر میں نے یہ دو شعر پڑھے اور وہ نادم ہو کے خاموش ہو گیا۔

وذی حاجۃ قلنا لہ لا تبح بہا ۔۔۔ فلیس الیہا ما حییت سبیل

لنا صاحب لا ینبغی ان نخونہ ۔۔۔ وانت لاخری فارغ وخلیل

بس اس کے بعد پھر کبھی اُس نے ایسا قصد نہیں کیا۔

ان باتوں سے حجاج کا دل نہیں بھرا تھا۔ پوچھا "پھر کیا ہوا؟" اُس نے کہا "تو بہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو بھیجا اور کہدیا کہ ہمارے قبیلے یعنی بنی عبادہ کے نزد گاہ کے پاس کسی ٹیلے پر چڑھ کے یہ شعر پڑھنا۔

عفا اللہ عنہا ہل ابیتن لیلۃ ۔۔۔ من الدہر لا یسری الی خیالہا

اُس شخص نے اِس ہدایت کے موافق ہمارے خیمے کے سامنے ایک بلندی پر کھڑے ہو کے یہ شعر پڑھا تو میں سمجھ گئی کہ یہ توبہ کا قاصد ہے۔ فوراً اُس کے جواب میں میں نے بھی اُسے یہ شعر سُنا دیا۔

وعنہ عفا ربی واحسن حفظہ ۔۔۔ عزیز علینا حاجۃ لا ینالہا

اس پاک دامنی کا اعتراف صرف لیلے ہی نے اپنے اشعار میں نہیں کیا ہے بلکہ خود توبہ بھی اپنے ایک شعر میں صاف طور پر اپنی معشوقہ کے دعواے عصمت کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

علی دماء البدن ان کان بعلہا ۔۔۔ یری لی ذنبا غیر انی ازورہا

لیلاے اخیلیہ جب حجاج سے ملی ہے تو اُس نے اُسے دس ہزار درہم انعام میں دیے۔ اور پوچھا "اگر کوئی اور آرزو ہو تو وہ بھی بیان کرو" اس نے کہا میرے چچا زاد بھائی

ف ترجمہ۔ (۱) اور حاجت والے نے اپنی حاجت پیش کی تو ہم نے کہا یہ تمھارے لیے نہیں چاہو ہی۔ اور زندگی بھر اس کی کوئی راہ نہ ہوگی (۲) ہمارا ایک صاحب ہے جس کی ہمیں خیانت نہ کرنی چاہیے۔ اور تم بھی دوسری عورت سے وابستہ اور اُس کے شوہر ہو۔

ف خدا اُس نازنین کے گناہ معاف کرے بھلا کبھی مجھے وہ رات نصیب ہو گی جو خیال میں بھی نہیں آتی؟

ف اور خدا اُس کے گناہ معاف کرے اور اُسے اپنی امان میں رکھے اس کی وہ حاجت جو کبھی نہ بر آئے گی ہمیں بہت عزیز ہے

للہ مجھے کفارے میں اونٹوں کی قربانیاں دینی پڑیں اگر اُس کا شوہر بجز اس کے کہ میں اُس سے مل لیتا ہوں میری اور کوئی خطا پا سکے۔

قتیبہ بن مسلم جو ان دنون ترکستان مین ہین اُن کے دیکھنے کی تمنا ہے۔ اگر وہان تک پہونچوا دیجیے تو نہایت ممنون ہون گی قتیبہ بن مسلم کا نام غالباً ہمارے ناظرین سے اکثر آشنا ہوگا۔ اس لیے کہ یہ عرب کا بہت مشہور اور زبردست سپہ سالار تھا۔ جو خراسان سے ترکستان اور وہان سے بڑھ کے کاشغر مین جا پہونچا تھا۔ اور اس ارادے مین تھا کہ فتح ونصرت کے پھریرے اُڑاتا ہوا ممالکت چین مین پہونچ جائے۔ حجاج نے لیلےٰ کی خواہش کے مطابق اُسے ترکستان مین بھیج دیا۔ جہان بھائی سے مل کے وہ واپس آئی۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ اسی سفر سے واپس آتے وقت شہر رے مین پہونچ کے پیوندِ زمین ہوگئی۔

لیکن یہ غلط ہے۔ اُس کی موت کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ ترکستان سے واپس آنے کے بعد ایک مرتبہ اپنے شوہر کے ساتھ صحراے عرب مین سفر کر رہی تھی کہ اتفاقاً اُس وادی مین گزر ہوا جہان اُس کے عاشق توبہ بن حمیر کی قبر تھی شوہر سے کہنے لگی "مین توبہ کی قبر پر جاؤن گی" اُس نے روکا۔ مگر لیلےٰ نے نہ مانا اور ایسی ضد کی کہ شوہر کو اجازت دینی ہی پڑی۔ اب اُس نے اُس ٹیلے پر جس پہ عاشق مرحوم کی قبر تھی اونٹ کو چڑھایا۔ اور قبر کا سامنا ہوتے ہی چلا کے کہا "السلام علیک یا توبہ" اس وقت اور لوگ بھی لیلےٰ کے ساتھ تھے۔ سلام کرنے کے بعد اُن ہمراہیون کی طرف دیکھ کے نہایت حسرت سے کہنے لگی "لوگو! اس سے پہلے مجھے توبہ کا کوئی جھوٹ نہین ظاہر ہوا تھا" کسی نے پوچھا "جھوٹ کیا؟" بولی "کیا تم نے توبہ کے یہ اشعار نہین سُنے ؟"

وَلَوْ اَنَّ لَیْلَی الْاَخْیَلِیَّۃَ سَلَّمَتْ	عَلَیَّ وَدُوْنِیْ تُرْبَۃٌ وَّ صَفَائِحُ
لَسَلَّمْتُ تَسْلِیْمَ الْبَشَاشَۃِ اَوْزَقَیْ	اِلَیْہَا صَدًی مِّنْ جَانِبِ الْقَبْرِ صَائِحُ

اگر یہ اُس نے سچ کہا تھا تو پھر جواب کیون نہین دیتا ؟"

وہ حسرت کے ساتھ یہ سوال کر رہی تھی کہ ایک بڑا اُلو جو قبر کے کسی گوشے

سے اگر لیلاے اخیلیہ مجھے سلام کرے اور میری یہ حالت ہو کہ مجھ پر خاک کا ڈھیر ہو اور پتھر کی سلین ہون تو بھی مین اُسے نہایت خندہ جبینی سے سلام کا جواب دون گا۔ یا قبر کے پہلو سے کسی ہاتف کی آواز بلند ہو کے اُس کے سلام کا جواب ادا کرے گی۔

مین چھپا بیٹھا تھا ایک دفعہ گھبرا کے اور پھڑپھڑا کے اڑا- اور اپنے آشیانے سے نکلتے ہی لیلیٰ کے اونٹ کے مُنہ سے اس زور کے ساتھ ٹکرایا کہ اونٹ بھڑکا- اور اس طرح کودنے پھاندنے لگا کہ لیلیٰ محمل سے نکل کے دور جا گری- اور گرتے ہی روح پرواز کر گئی- اُس کے شوہر اور تمام ہمراہیون نے اس واقعے کو حیرت سے دیکھا- اور اُسے قیامت کا انتظار کرنے کے لیے اُسی کے عاشق صادق کے پہلو مین سُلا کے گھر کو روانہ ہوئے-

نظمِ عذری

یہ ڈراما درمیان کے چند نمبرون مین نہین شائع ہوا تو ہمارے احباب شکایت کے خطوط بھیجنے لگے- لہذا اس نمبر مین ہم پھر اپنی اس نظم کو جو اُردو کی دُنیا مین انوکھی ہے شروع کرتے ہین-

چھٹا سین- آخر شب

اشخاص- عیسیٰ بن مزاحم- مریم- ہسپانیہ کے اسیر شدہ غلام- جولین- عیسیٰ کے چند ہمراہی سپاہی-

حالت- عیسیٰ بن مزاحم اور شہزادی مریم قلعہ پر اُس بُرج کے سامنے نمودار ہوتے ہین جس مین عیسیٰ رہتا ہے

عیسیٰ- گر اجازت ہو تو مین اِن ماہوشان حبشیون
کو ذرا پہونچا دون اپنے کمرے مین

مریم- جائیے
مین بھی رخصت ہوتی ہون اب

عیسیٰ- ایسی کیا جلدی ہے اے
نازنین؟

مریم- پھر آؤن گی-

عیسیٰ- لیکن مجھے کچھ آپ سے
کہنا ہے

مریم تو جائیے ٹھہری ہوئی مین

(عیسیٰ غلامون کو لے کے جاتا ہے)

(خود بخود) اے بے نیاز!
کیا بچی ہون اس گھڑی- ورنہ گئی گزری ہوئی
تھی خبر بھی کوئی سُن پاتا نہ اے بیٹے خدا
کے ترا احسان ہے جو بچ گئی

(عیسیٰ آتا ہے)

آئیے!
آپ نے مجھ کو بچایا ہے رہون گی عمر بھر
آپ کی لونڈی- نہ آتے آپ گر اک لمحہ اور
تو مجھے یہ لے گئے تھے اور ظالم راودرق
آبرو لیتا مری- لیکن مین اس کے ساتھ ہی
زہر کھا لیتی نہین تو مار کے اپنے چھُری

مرگئی ہوتی۔ غرض جس طرح بنتا جان دے
دیتی مین اپنی۔ بچائی جان میری آپ نے
اب اجازت دیجیے جانے کی مجکو۔

عیسی بیٹھیے
وہ گھڑی یان ایسی کیا جلدی ہی؟

مریم گر کوئی یہان
جاگ اُٹھا تو غضب ہو جاے گا

عیسی اے نازنین
ماہ سیما شاہزادی اب نہین ہی ضبط کی
تاب مجھ مین۔ یہ دل دیوانہ بیخود ہو چلا۔
جس گھڑی سے یہ رُخ زیبا نظر آیا ہی آہ!
بس تڑپتے ہی گزرتی ہی۔

مریم (حیرت سے) نہ کہیے اور کچھ۔
مین ادب کرتی ہون حضرت آپ کا! ورنہ اصل مین
یہ تھی اُمید مجکو آپ سے!

عیسی کیون؟

مریم کچھ نہین۔
اس کو جانے دیجیے لیکن کسی کو کیا اُمید۔
آپ سے ہوسکتی ہی جب آپ کا یہ حال ہی؟

عیسی مین نہین سمجھا

یہی بہتر ہی۔ مجکو آپ اب
دین اجازت جانے کی۔

کیونکر کہون؟

(عیسے بے اختیار لپٹ کے اُس کا بوسہ لے لیتا ہی)

مریم (جھنجھلا کے) بس چھوڑیے

جاتی ہون۔ پھر آؤن گی۔

(ناگہان جولین ننگی تلوار کھینچ کے جھپٹتا ہی)

جولین او بے حیا ظالم عرب
چھوڑ اسے! اور آ ادھر!

(عیسے سنبھل کے اُس کی تلوار اپنی تلوار پہ لیتا ہی)

عیسی (چونک کے) این جولین!

مریم (ہاتھ جوڑ کے) او ابا جان
بے خطا ہین یہ۔ سمجھ کر کھینچیے تلوار کو
پہلے سُن لین حال پھر جو چاہین کیجیے مختار ہین

جولین۔ چُپ رہ او بدکار! انتقام!

عیسی۔ ہو کیا بین بڑی!
ہوش کی اپنے خبر لے۔

جولین لیجیے تو کچھ عذر بھی
رکھتا ہی؟ ایسے بہت ذکر سُنے ہین۔

مریم آہ! آپ
سُن تو لین جو کچھ کہین یہ۔

جولین چھوڑ میرے قلعے کو
بس نکل جا یان سے او بدکار لڑکی۔ جس قدر
جلد خالی ہو یہ قلعہ تجھ سے بہتر ہے۔ نہین
ہی جگہ تیرے لیے یان۔

(لات مار کے مریم کو زمین پر گرا دیتا ہی)

(عیسی سے) خیر کہہ کیا کہتا ہے؟

عیسی سو رہا تھا تو تو اپنے قلعہ مین آرام سے
اور یان جاسوس آ کے رات بھر تاکہ اِس
شاہزادی کو چُرا لے جائین دے کر اس کو دم

لے گئے نیچے وہان بُھلا کے کشتی مین بے خبر
بے چلے تھے وہ کہ جا پہونچا مین پرکھے اِدہر
قتل کر کے اُن کو ۔ لیکے یا یہان اِس نازنین
شاہزادی کو

جولین غلط بالکل یہ کیونکر قلعہ سے؟

عیسی ۔ یہ بھی شرارت اُور غفلت تیری تھی۔

جولین کیون؟

عیسی ۔ یون کہو
نام سے تیرے بُلا کر لے گئے اُسکو

جولین (سوچ کے) دکھا
اُن کی لاشین تو یقین آئے مجھے۔

عیسی چل ساتھ اور
دیکھ اُن لوگون کو جو کالک لگانے آئے تھے
تیرے مُنہ مین ۔

جولین (مستعد ہو کے) چل

عیسی ابھی

(دونون جاتے ہین)

مریم (زمین پر پڑ کے) تیرے خدا! اے کارساز!
پڑ گئی کیسی یہ مجھ پر! کیا کرون! یہ بے عزتی
اور رُسوائی گوارا کس طرح ہو! ہائے! ہائے!
مین تو دُنیا سے گئی گزری ہوئی
(اُٹھتی ہے)
اور وہ بھی تو
بے گنہ پکڑا گیا ہے؟
(کچھ سوچ کے) اب مجھے کیا چاہیے؟

جب تلک آئین یہ پلٹ کر حکم دیدون نوکرون
کو مین عیسی کے کہ ان کے آتے ہی وہ قیدیون
کو یہان حاضر کرین اور اِس طرح اُن کی صورت
بیگناہی کا ہمارے پیش ہو
(چلی جاتی ہے اور تھوڑی دیر کے
بعد پھر آکے جلدی سے اُسی جگہ
بیٹھ جاتی ہے)

مریم مین آکے یہان
کیسی ذلت اور رسوائی ـــــــ
(عیسی اور جولین کے آنے کی آہٹ
سُن کے خاموش ہو جاتی ہے اور
وہ دونون آتے ہین)

عیسی تو اب تو آپ کو
شک نہین ہے کچھ؟

جولین مگر مین پوچھتا ہون تم سے
گو کیا احسان تم نے مجھ پر ۔ لیکن کیا سبب
ہاتھ اِس لڑکی کا پکڑے کھینچتے تھے؟

مریم ۔ (اُٹھ کے) ابّا جان!

جولین چپ رہ او بدکار!

عیسی پھر بدکار کہتا ہے اِسے!

مریم مین نہین بدکار ہون ۔ مین نے بچائی آبرو
راورق کے ہاتھ سے ۔ پہلے وہان سے بھاگ کے
اور اب اِس نیک سردار عرب کی کوششین
کام آئین ۔
(عیسی کے نوکر اسیر شدہ حبشیون کو

لے کے آتے ہین - اور جولین او
عیسی کے سامنے ادب سے کھڑے
ہو جاتے ہین)

عیسی - خوب آئے تم یہان اس وقت
(جولین سے) دیکھیے یہ ہین وہ قیدی

جولین - (قیدیون سے) سچ بتاؤ کون ہو
تم؟ یہان کس واسطے آئے تھے؟ کیا کرکے چلے
تھے؟

ایک قیدی - حضور - اس کی حقیقت یہ ہے ہم ہین اوق
کے غلام - اور جس نے جب شہزادی بھاگ کر
یہان چلی آئین تو نادم ہوکے حکم اکتاویو
کو دیا لے کر ہمین آئین یہان سے بطریق اور
ان کو لے بھاگین یہان سے ——

جولین - (غصے سے) پھر بھی ہو وہ شقی!
خیر پھر؟

قیدی - وہ الغرض لائے ہمین یہان - اور آج
رات کو چپکے سے لائے کشتیان قلعے کے پاس
ہم کو چھوڑا اُن مین پھر خود گئے اوپر - کمرے مین
شاہزادی کے - کہا اُن سے کہ نیچے آپ نے
ہے بلایا اُن کو ——

جولین - کس نے؟

قیدی - آپ نے - وہ آپ ہی
کے تو دھوکے مین چلی آئین -

جولین - عجب! پھر کیا ہوا؟

قیدی - اِن کو لے کر آئے وہ نیچے بٹھایا کشتی مین
اور چلنے ہی کو تھے یہان سے کہ ناگہ ایک چیخ
ماری شہزادی نے - اور آپہونچے
(عیسی کی طرف اشارہ کرکے) آپ - اور آتے ہی
کھینچ لی تلوار - مارا ایک کو - اکتاویو
سامنے آئے تو وہ بھی کام آئے - بعد ازان
دور فیقون کو بھی اُن کے جب کیا قتل آپ نے
تب تھے ہم مجبور - فوراً سر جھکایا آپ کے
سامنے اور آپ کے ہین اب غلام

جولین - (تلوار پھینک کے) اے نامور
افسر فوج عرب! مین بدگمان تھا تجھ سے آہ!
جبکہ تو نے تھی بچائی آبرو میری
(عیسی کے سامنے گھٹنون کے بل
کھڑا ہو جاتا ہے - اور ہاتھ جوڑتا ہے)
خدا
کے لیے کر دے خطا میری معاف اب - سخت یہ
تھی حماقت میری جو بے سوچے سمجھے کھینچ کے
تیغ کو جھپٹا تھا تجھ پر - آہ جو محسن تھا
آبرو رکھ لی تھی میری اور تو کے سامنے!
آہ! کیسا ظلم یہ مجھ سے ہوا؟ اب کس طرح
چار آنکھین کر سکون گا تجھ سے - پھر جب سامنا
ہوگا موسی کا تو کیونکر بات کی جائے گی اس
سے؟

عیسی - نہ کہو جولین اس بارے مین - لیکن مرا
عذر تو سن لے کہ کیون ہاتھ اس ہماری نازنین

کا پکڑ کے کھینچتا تھا میں

جولین- نہیں- اب پھر کبھی
اس کو سن لوں گا-

عیسی- مگر میں تو سناؤں گا ابھی
بارہا سن سکتا نہیں اس کو مگر جب تاب بیان
کرنے [illegible] گا صاف صاف اس کو کہ کیوں ایسی خطا
ہوگئی مجھ سے

جولین- نہ کر بعد ازیں یاد وہ ذلیل-
بس نہیں ہے تاب سننے کی مجھ میں اس گھڑی
کل کہے گا سامنے موسی کے- تو اس وقت میں
غور سے سن کر بتاؤں گا- خطا کر دے معاف
اور سزا نہ دے مجھے-

عیسی- (اپنے نوکروں سے) اب تم تو جاؤ- اور ان
کو بھی لے جاؤ میں جس جا تھے یہ
(نوکر غلاموں کو لے کے جاتے ہیں)

جولین- تو میں بھی اب
جاتا ہوں-

عیسی- دو باتیں سن لیں یہی تو جائیں جناب
آہ! اس شیریں ادا لڑکی کی صورت نے مجھے
کر دیا دیوانہ- نام اس کا سنا ہی جس گھڑی
(جولین چونکتا اور عیسی کی طرف
حیرت سے دیکھتا ہے)
ہے بہت بیتاب میرا دل- بے لطف جینا ہی نہیں
دل کو بے اس کے قرار- اس کی نگہ کے تیر نے
ڈالے ہیں ناسور دل میں- ہر ادا اس کی بسی
ہے مرے سینے میں لو- اس کی یہ صورت ہر گھڑی
پھرتی ہے آنکھوں کے آگے- ہوتی ہے پرستش
ناز پرانے- مگر یہ دل پرستش کرتا ہے
اس کی- ہوتی ہے یہ غافل اپنے خود اپنے ناز میں
اور میں محراب ابرو کے مقابل بیٹھ کے
کرتا ہوں ہر رات کو شب زندہ داری

جولین- (ناگواری سے) کل سنوں
گا میں ان باتوں کو اب

عیسی- (حیرت سے) کل! کل تک آہ!
صبر کس سے ہو سکے گا! شاہزادی اس گھڑی
اپنے گھر جانے لگیں تو ہو گیا بے صبر میں
اور پکڑا ہاتھ ان کا تا کہ بیٹھیں کچھ دیر
اور- لیکن یہ خطا تھی اس دل بیتاب کی
میں نہیں کچھ ان کی اس میں

جولین- (دم کتا کے) خیر اب جاتا ہوں میں
پھر ملوں گا-
(جولین مریم کو لے کے جاتا ہے)

عیسی- (خود بخود) ہائے اب میں درد دل کس سے کہوں؟
چل دیے دونوں نہیں ملتی کسی سے داد اس
خون چکاں دل کی! خداوندا! اتر آئی ہی اب
اس دل پر حسرت و مایوس کی فریاد ہے
(غش کھاتا ہے- اور
پردہ گرتا ہے)

حیات جاوید

یعنے ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مرحوم کی لائف - مصنفۂ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی - یہ کتاب جس کا ایک زمانے سے لوگ نہایت بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے آخر شائع ہوئی - مولوی حالی صاحب نے اُس قسم کے تصانیف کے لحاظ سے جن مین کہ ای سیٹرم ہو اس عہد کے تمام اُردو مصنفون سے زیادہ وقعت اور ہر دل عزیزی حاصل کر لی ہے - اور اس درجے پر پہونچ گئے ہین کہ کسی کتاب کی خوبی کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "اس کے مصنف خواجہ حالی صاحب ہین -

مولنا کے جتنے تصانیف اِس وقت تک شائع ہوئے ہین اُن سب پر اس کتاب کو بہت نمایان ترجیح ہے - اس کی تیاری مین جس قدر خداداد لیاقت سے کام لیا گیا ہے اُسی قدر محنت بھی کی گئی ہے - اور سچ یہ ہے کہ مولوی حالی صاحب نے اس کتاب کے ذریعے سے پبلک کو یہ بتا دیا ہے کہ اگر کوئی لائف لکھنا چاہے تو کیونکر لکھے - اِس لیے کہ اکیلی اس ایک کتاب نے اُردو لٹریچر کے خزانے کو بہت زیادہ گران پایہ کر دیا ہے -

بعض نکتہ چین کہتے ہین کہ خواجہ صاحب نے سر سید مرحوم کو تاریخ کے سبجکٹ سے بڑھا کے ایک ناول کا ہیرو بنا دیا ہے - مگر ہمین شکایت نہین اول تو ہمارے خیال مین خواجہ صاحب نے اتنا مبالغہ ہی نہین کیا ہے جتنا کہ بیان کیا جاتا ہے - اور اگر بالفرض ہے بھی تو کیا مضائقہ ہے ؟ اِس لیے کہ اِس آخری دور کے مسلمانون مین در اصل صرف سر سید ہی ایک ایسے شخص تھے جو تاریخ کے سبجکٹ سے بڑھا کے ناول کے ہیرو بنائے جا سکتے ہون -

مسلمانون کو اپنی قومی زندگی مین سید مرحوم سے کیا فائدہ پہونچا اس کو جس وضاحت اور خوش اسلوبی سے حالی بتا سکے ہین اور کوئی نہین بتا سکتا -

ہمارے بعض تعلیم یافتہ دوست شاکی ہین کہ علی گڈہ کالج کو جن ریئسون سے باوجودیکہ بہت کثیر التعداد چندہ ملا - مگر مولوی حالی صاحب نے کہین اُن کا تذکرہ بھی نہین کیا - بے شک ہمارے مولنا سے ایک بڑی فرو گذاشت ہو گئی ہے

نئی تاریخی کتابین

یہ کتابین ہمارے یہان نئی نئی آئی ہین - یقین ہے کہ جن لوگون کو تاریخ کا مذاق ہے وہ انھین نہایت ہی پسند کرین گے - ترجمہ سفر نامہ ابن جبیر اندلسی اس شخص نے ابن بطوطہ سے تقریباً ایک صدی پیشتر اسپین سے سفر حج کو کے ایک قابل قدر سفر نامہ لکھا تھا جس مین ملک شام - جزیرہ سسلی ارض عرب اور دیگر مقامات کے حالات بہت تفصیل سے اور دلچسپی کے ساتھ لکھے ہین - ...

اور ایسی فروگذاشت زیادہ غیر مستحسن ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے بعض محسنوں کو ناراض کر دین۔ یا کم از کم اُنھین شکایت کا موقع دین۔ لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہین گے کہ یہ محض ایک فروگذاشت اور سہو ہے۔ اس کو کسی ارادے یا بدنیتی پر محمول کرنا غلطی ہے اور ایک شریف النفس بزرگ کے دل کو ایسے ذلیل تعصب سے آلودہ خیال کرنا نہایت بڑے افسوس کی بات ہے۔

اس کتاب پر ریویو کرنے کے لیے جس قدر محنت کی ضرورت ہے اُس کے لیے بہت زیادہ فرصت اور وقت چاہیے۔ اور ہمین افسوس ہے کہ ہم نہایت ہی عدیم الفرصت ہین اور اُمید کرتے ہین کہ خواجہ صاحب اور نیز وہ لوگ جو ہم سے کسی شرح تفصیلی ریویو کی اُمید رکھتے تھے ہمین معاف فرمائین گے۔ اور چندان ضرورت بھی نہین اس لیے کہ مولوی حالی صاحب کی شہرت و لیاقت کو کسی جدید معرف کی ضرورت نہین باقی ہے۔

چھپائی نہایت ہی عمدہ بلکہ بے مثل ہے۔ کیونکہ اُس مطبع مین چھپی ہے جو ہندوستان کے تمام مطبعون سے اچھا چھاپتا ہے۔ یعنی کانپور کا نامی پریس۔ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جو دو حصون پر تقسیم ہے۔ پہلا حصہ ۳۲۰ صفحون پر ختم ہوا ہے۔ جس مین ولادت سے آخر تک کے حالات مفصل بتائے گئے ہین۔ اور اصلی اور زیادہ قابل قدر دوسرا حصہ ہے جو ایک صفحہ سے شروع ہو کے ۸۵۵ صفحون پر تمام ہوا ہے۔ اور جس مین بتایا گیا ہے کہ فی الحقیقت سرسید کیا تھے۔ کیسے تھے۔ اور کس پائے کے شخص تھے۔

آخر مین چند ضمیمہ ہین جن مین سے ایک مین اُن کا نسب نامہ۔ دوسرے مین اُن کے تصانیف کی فہرست۔ تیسرے مین اُن کے چند خواب اور چوتھے مین رسالہ "اسباب بغاوت ہندوستان" تمام و کمال جو فی الحال کہین نہین مل سکتا تھا۔ پانچوین مین خود مولوی صاحب کا ایک مضمون ہے جو کبھی رسالہ معارف مین شائع ہوا تھا۔ اور سرسید کی تفسیر کے متعلق ہے۔ یہ سب ضمیمہ ۱۹ صفحون پر ہین۔ اس کل مجموعے کی قیمت اگر اول درجے کے کاغذ پر اور مجلد لیا جاے تو عہ دوسری قسم کے ولایتی کاغذ پر لیا جاے تو عہ اور تیسری قسم کے جرمن کاغذ پر لیا جاے تو للعہ مگر ہمین یقین ہے کہ اس ریویو کے شائع ہونے سے پیشتر ہی اکثر احباب اس کتاب کو لے چکے ہون گے۔ سُنتے ہین کہ معمولی کاغذ کے سب نسخے فروخت ہو گئے قیمتی کاغذ والی جلدین بکی نہین ہین۔ اس سے زیادہ ثبوت روساے قوم کی بدشوقی کا کیا ہوگا

کتاب نہین جو
سات سو برس
پیشتر کے اسلام کی
تصویر ہے عمر
مذاہب اسلام
اسلام کے اندر
جو جو فرقے پیدا
ہوے ہین اُن
کے عقائد اور
اُن کی تاریخ عمر
طبقات ناصری
فارسی کی ایک
مستند اور قدیم
تاریخ کا ترجمہ
یہ بھی تاریخ کی
ایک بے مثل
کتاب ہے اور
دیکھنے سے تعلق
رکھتی ہے عمر
سفرنامہ
شہنشاہ جرمنی
یہ کتاب نہین
رہی تھی اور بعض
حضرات کو ہم
مجبوراً نہین

پچھلی ڈاک کی تازہ خبرین

بلاد حجازی اور طرابلس الشام کے مابین نہایت ہی ضروری موقعون پر چھ جدید فوجی لشکرگاہ قرار دیے گئے ہین۔

شہر سلیٹ اور مکہ معظمہ کے درمیان مین فی الحال جو سلسلہ تار برقی قائم کیا گیا ہے اب دوہرا کر دیا جائے گا۔

دونون نئی تارپیڈو شکن کشتیان جن کا نام عبد الحمید اور عبد المجید رکھا گیا ہے عثمانی بحری عثمانیہ کے قبضے مین آ گئین۔ جن کے وصول ہوتے ہی افسران بحری نے ایک عرضداشت شکرگزاری کی بھیجی۔ اور اس مین ظاہر کیا کہ سلطان اور اُن کے مرحوم والد کے عہد مین بحری فوج مین کیسی نمایان ترقی ہوئی ہے۔

مارشل غازی عثمان پاشا کی قبر پر ایک پُر تکلف کتابہ نصب کرنے کے لیے حضرت سلطان نے حکم دیا ہے۔ قبر مسجد فتح کے متصل ہے۔ یہ کتابہ جنرل ناظم پاشا اور قادری بے انجنیر کے اہتمام سے تیار ہو رہا ہے۔

۱۹۰ مسلمان بلغاریہ سے جلا وطن ہو کے قسطنطنیہ مین داخل ہوئے افسوس مسلمان مسیحی دول یورپ کے تعصب سے مجبور ہو ہو کے کس طرح خانمان برباد ہوتے ہین۔ اور یورپ کا انصاف صرف مسیحیون کے لیے ہے۔

محمد خان جو دوست محمد خان سابق امیر افغانستان کے بھتیجے تھے اور بارگاہ عثمانی سے کچھ ماہوار پنشن پاتے تھے۔ فی الحال اُنھون نے انتقال کیا۔ اور حضرت سلطان نے حکم دیا کہ اُن کا وظیفہ اُن کے ورثہ پر تقسیم کیا جاے۔

دولت عثمانیہ کے یورپین اضلاع مین کئی کمیشن علماے دین کے وعظ کہنے اور تبلیغ دین کے لیے روانہ کیے گئے ہین۔ ان مین سے ایک نے قرآن مجید کے بہت سے نسخے اور دینی درسی کتابین طلب کی ہین تاکہ غریب لوگون کے بچون مین تقسیم کی جائین۔

فرانس مین سکہ بنانے والے مجرم بہت کثرت سے ہین۔ ہر ہفتہ مین دو ایک ضرور ماخوذ ہوتے ہین۔